ذخیرۃ الجنان

في

فہم القرآن

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ علیہ

ناشر

میر محمد لقمان برادران

سٹیلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

من ابی الزاہد

الیٰ جمیع اولادی واحبابی وتلامذتی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

راقم اثیم گکھڑ میں قرآن کریم و حدیث شریف
کا پنجابی میں جو درس دیتا رہا اس درس
قرآن کریم کا بڑی عرق ریزی کے ساتھ اردو میں ترجمہ
مولانا محمد نواز بلوچ صاحب نے کیا جسکی طباعت
کا انتظام الحاج میر محمد لقمان اللہ صاحب
نے اور ان کے بھائیوں نے کیا ہے راقم اثیم
طباعت کے جملہ حقوق انکو دیتا ہے ہاں اگر علمی
طور پر اصلاح کی ضرورت پڑے تو راقم اثیم
کے بیٹے مثلاً عزیزم زاہد اور عزیزم قارن سلمہما اللہ
تعالیٰ وغیرہ مشورہ دے سکتے ہیں باقی
سب حقوق طباعت جناب میر صاحب
کو دیدئے ہیں واللہ الموفق

ابو الزاہد محمد سرفراز عفی عنہ
۱۴ صفر ۱۴۲۳ھ
۲۸ اپریل ۲۰۰۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

روزانہ درس قرآن پاک

تفسیر

سورۃ النبأ

تا

سورۃ الناس

(مکمل)

جلد ۲۱

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر قدس اللہ سرہ

خطیب مرکزی جامع مسجد المعروف بوہڑوالی گکھڑ گوجرانوالہ، پاکستان

نام کتاب ---- ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن (سورۃ النبا تا سورۃ الناس، مکمل)

افادات ---- شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ

مرتب ---- مولانا محمد نواز بلوچ مدظلہ، گوجرانوالا

سرورق ---- محمد خاور بٹ، گوجرانوالا

کمپوزنگ ---- محمد صفدر حمید

تعداد ---- گیارہ سو [۱۱۰۰]

تاریخ طباعت ----

قیمت ----

طابع وناشر ---- لقمان اللہ میر اینڈ برادرز، سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالا

Cell: 03008741292 - 03218741292

ملنے کے پتے

۱) والی کتاب گھر، اردو بازار گوجرانوالا

۲) اسلامی کتاب گھر، نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالا

۳) مکتبہ سید احمد شہیدؒ، اردو بازار، لاہور

اہلِ علم سے گزارش

بندۂ ناچیز امام المحدثین مجدد وقت شیخ الاسلام حضرت العلام مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ کا شاگرد بھی ہے اور مرید بھی۔

اور محترم لقمان اللہ میر صاحب حضرت اقدس کے مخلص مرید اور خاص خدام میں سے ہیں۔

ہم وقتاً فوقتاً حضرت اقدس کی ملاقات کے لیے جایا کرتے۔ خصوصاً جب حضرت شیخ اقدس کو زیادہ تکلیف ہوتی تو علاج معالجہ کے سلسلے کے لیے اکثر جانا ہوتا۔ جانے سے پہلے ٹیلیفون پر رابطہ کر کے اکٹھے ہو جاتے۔ ایک دفعہ جاتے ہوئے میر صاحب نے کہا کہ حضرت نے ویسے تو کافی کتابیں لکھیں ہیں اور ہر باطل کا رد کیا ہے مگر قرآن پاک کی تفسیر نہیں لکھی تو کیا حضرت اقدس جو صبح بعد نمازِ فجر درس قرآن ارشاد فرماتے ہیں وہ کسی نے محفوظ نہیں کیا کہ اسے کیسٹ سے کتابی شکل سے منظر عام پر لایا جائے تاکہ عوام الناس اس سے مستفید ہوں۔ اور اس سلسلے میں جتنے بھی اخراجات ہونگے وہ میں برداشت کرونگا اور میرا مقصد صرف رضائے الٰہی ہے، شاید یہ میرے اور میرے خاندان کی نجات کا سبب بن جائے۔ یہ فضیلت اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے مقدر فرمائی تھی۔

اس سے تقریباً ایک سال قبل میر صاحب کی اہلیہ کو خواب آیا تھا کہ ہم حضرت شیخ اقدس کے گھر گئے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ حضرت کیلوں کے چھلکے لیکر باہر آرہے ہیں۔ میں

نے عرض کیا حضرت مجھے دیدیں میں باہر پھینک دیتی ہوں۔ حضرت نے وہ مجھے دیدیے اور وہ میں نے باہر پھینک دیئے۔ (چونکہ حضرت خواب کی تعبیر کے بھی امام ہیں۔)

میں نے مذکورہ بالا خواب حضرت سے بیان کیا اور تعبیر پوچھنے پر حضرت نے فرمایا کہ میرا یہ جو علمی فیض ہے اس سے تم بھی فائدہ حاصل کروں گے، چنانچہ وہ خواب کی تعبیر تفسیر قرآن ''ذخیرۃ الجنان'' کی شکل میں سامنے آئی۔

میر صاحب کے سوال کے جواب میں مَیں نے کہا اس سلسلے میں مجھے کچھ معلوم نہیں حضرت اقدس سے پوچھ لیتے ہیں۔ چنانچہ جب گکھڑ حضرت کے پاس پہنچ کر بات ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ درس دو تین مرتبہ ریکارڈ ہو چکا ہے اور محمد سرور منہاس کے پاس موجود ہے ان سے رابطہ کرلیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ گکھڑ والوں کے اصرار پر میں یہ درسِ قرآن پنجابی زبان میں دیتا رہا ہوں اس کو اُردو زبان میں منتقل کرنا انتہائی مشکل اور اہم مسئلہ ہے۔

اس سے دو دن پہلے میرے پاس میرا ایک شاگرد آیا تھا اس نے مجھے کہا کہ میں ملازمت کرتا ہوں تنخواہ سے اخراجات پورے نہیں ہو پاتے، دورانِ گفتگو اس نے یہ بھی کہا کہ میں نے ایم۔اے پنجابی بھی کیا ہے۔ اس کی یہ بات مجھے اس وقت یاد آگئی۔ میں نے حضرت سے عرض کی کہ میرا ایک شاگرد ہے اس نے پنجابی میں ایم۔اے کیا ہے اور کام کی تلاش میں ہے، میں اس سے بات کرتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا! اگر ایسا ہو جائے تو بہت اچھا ہے۔ ہم حضرت کے پاس سے اٹھ کر محمد سرور منہاس صاحب کے پاس گئے اور ان کے سامنے اپنی خواہش رکھی انھوں نے کیسٹیں دینے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ کچھ کیسٹیں ریکارڈ کرانے کے بعد اپنے شاگرد

ایم۔اے پنجابی کو بلایا اور اس کے سامنے یہ کام رکھا اُس نے کہا کہ میں یہ کام کردونگا، میں نے اسے تجرباتی طور پر ایک عدد کیسٹ دی کہ یہ لکھ کر لاؤ پھر بات کریں گے۔ دینی علوم سے ناواقفی اس کیلئے سدِّ راہ بن گئی۔ قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور عربی عبارت سمجھنے سے قاصر تھا۔ تو میں نے فیصلہ کیا کہ یہ کام خود ہی کرنے کا ہے میں نے خود ایک کیسٹ سنی اور اُردو میں منتقل کر کے حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کی۔ حضرت نے اس میں مختلف مقامات میں سے پڑھ کر اظہارِ اطمینان فرمایا۔ اس اجازت پر پوری تن دہی سے متوکل علی اللہ ہو کر کام شروع کر دیا۔

میں بنیادی طور پر دنیادی تعلیم کے لحاظ سے صرف پرائمری پاس ہوں، باقی سارا فیض علمائے ربانیین سے دورانِ تعلیم حاصل ہوا۔ اور میں اصل رہائشی بھی جھنگ کا ہوں وہاں کی پنجابی اور لاہور، گوجرانوالہ کی پنجابی میں زمین آسمان کا فرق ہے لہٰذا جہاں دشواری ہوتی وہاں حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلالپوری شہیدؒ سے رجوع کرتا یا زیادہ ہی الجھن پیدا ہو جاتی تو براہِ راست حضرت شیخؒ سے رابطہ کر کے تشفی کر لیتا لیکن حضرت کی وفات اور مولانا جلالپوریؒ کی شہادت کے بعد اب کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آتا جسکی طرف رجوع کروں۔ اب اگر کہیں محاورہ یا مشکل الفاظ پیش آئیں تو پروفیسر ڈاکٹر اعجاز سندھو صاحب سے رابطہ کر کے تسلی کر لیتا ہوں۔

اہل علم حضرات سے التماس ہے کہ اس بات کو بھی مدنظر رکھیں کہ یہ چونکہ عمومی درس ہوتا تھا اور یادداشت کی بنیاد پر مختلف روایات کا ذکر کیا جاتا تھا اس لئے ضروری نہیں ہے کہ جو روایت جس کتاب کے حوالہ سے بیان کی گئی ہے وہ پوری روایت اسی کتاب میں موجود ہو۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ روایت کا ایک حصہ ایک کتاب میں ہوتا ہے جس کا

حوالہ دیا گیا ہے مگر باقی تفصیلات دوسری کتاب کی روایت بلکہ مختلف روایات میں ہوتی ہیں۔ جیسا کہ حدیث نبویؐ کے اساتذہ اور طلبہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اس لئے ان دروس میں بیان کی جانے والی روایات کا حوالہ تلاش کرتے وقت اس بات کو ملحوظ رکھا جائے۔

علاوہ ازیں کیسٹ سے تحریر کرنے سے لے کر مسودہ کے زیورِ طباعت سے آراستہ ہونے تک کے تمام مراحل میں اس مسودہ کو انتہائی ذمہ داری کیساتھ میں بذاتِ خود اور دیگر تعاون کرنے والے احباب مطالعہ اور پروف ریڈنگ کے دوران غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہیں اور حتی المقدور اغلاط کو دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کمپوزنگ اور اغلاط کی نشاندہی کے بعد میں ایک مرتبہ دوبارہ مسودہ کو چیک کرتا ہوں تب جا کر انتہائی عرق ریزی کے بعد مسودہ اشاعت کیلئے بھیجا جاتا ہے۔ لیکن بایں ہمہ ہم سارے انسان ہیں اور انسان نسیان اور خطا سے مرکب ہے غلطیاں ممکن ہیں۔ لہٰذا اہل علم سے گزارش ہے کہ تمام خامیوں اور کمزوریوں کی نسبت صرف میری طرف ہی کی جائے اور ان غلطیوں سے مطلع اور آگاہ کیا جائے تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح ہو سکے۔

العارض

محمد نواز بلوچ

فارغ التحصیل مدرسہ نصرۃ العلوم وفاضل وفاق المدارس العربیہ، ملتان

نوٹ: اغلاط کی نشان دہی کے لیے درج ذیل نمبر پر رابطہ کریں۔

0300-6450340

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سُورَۃُ النَّبَأ

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتها ۴۰ ۷۸ سُوْرَۃُ النَّبَإِ مَکِّیَّۃٌ ۸۰ رکوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝١ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۝٢ الَّذِیْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ۝٣ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝٤ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝٥ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۝٦ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۝٧ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۝٨ وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝٩ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۝١٠ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۝١١ وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۝١٢ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۝١٣ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۝١٤ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ۝١٥ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ۝١٦ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ۝١٧ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ۝١٨ وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ۝١٩ وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ۝٢٠ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۝٢١ لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا ۝٢٢ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ۝٢٣ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ۝٢٤

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ کس چیز کے بارے میں یہ لوگ سوال کرتے ہیں

عَنِ النَّبَاِ ۝ بڑی خبر کے بارے میں۔ الَّذِیْ وہ خبر هُمْ فِيْهِ

مُخْتَلِفُوْنَ کہ یہ اس میں اختلاف کرنے والے ہیں كَلَّا خبردار

سَيَعْلَمُوْنَ عنقریب یہ جان لیں گے ثُمَّ كَلَّا پھر خبردار سَيَعْلَمُوْنَ

عن قریب یہ جان لیں گے اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ کیا نہیں بنایا ہم نے
زمین کو مِهٰدًا بچھونا وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا اور پہاڑوں کو میخیں
وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا اور پیدا کیا ہم نے تم کو جوڑے وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ
اور ہم نے بنایا تمہاری نیند کو سُبَاتًا آرام کا ذریعہ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ اور
بنایا ہم نے رات کو لِبَاسًا لباس وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ اور بنایا ہم نے دن کو
مَعَاشًا ذریعہ معاش وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ اور بنائے ہم نے تمھارے اوپر
سَبْعًا شِدَادًا سات آسمان سخت (مضبوط) وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا اور بنایا ہم
نے چراغ وَّهَّاجًا روشن وَّاَنْزَلْنَا اور نازل کیا ہم نے مِنَ
الْمُعْصِرٰتِ نچوڑنے والے بادلوں سے مَآءً ثَجَّاجًا پانی زور سے بہنے
والا لِّنُخْرِجَ بِهٖ تاکہ ہم نکالیں اس کے ذریعے حَبًّا دانے وَّنَبَاتًا
اور سبزہ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا اور گھنے باغ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ بے شک فیصلے کا
دن كَانَ مِيْقَاتًا ایک وقت مقرر ہے يَّوْمَ يُنْفَخُ جس دن پھونکا جائے گا
فِي الصُّوْرِ بگل فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا پس آؤ گے تم فوج در فوج وَّفُتِحَتِ
السَّمَآءُ اور کھول دیے جائیں گے آسمان فَكَانَتْ اَبْوَابًا پس ہو جائیں
گے دروازے ہی دروازے وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ اور چلا دیے جائیں گے
پہاڑ فَكَانَتْ سَرَابًا پس ہو جائیں گے چمکتی ہوئی ریت اِنَّ جَهَنَّمَ
بے شک جہنم كَانَتْ مِرْصَادًا گھات میں لگی ہوئی ہے لِّلطّٰغِيْنَ

سرکشوں کے لیے مَاٰبًا ٹھکانا ہے لّٰبِثِیۡنَ فِیۡهَاۤ ٹھہریں گے اس دوزخ میں اَحۡقَابًا زمانہ ہائے زمانہ لَا یَذُوۡقُوۡنَ فِیۡهَا نہیں چکھیں گے اس میں بَرۡدًا وَّلَا شَرَابًا کوئی ٹھنڈک اور نہ پانی۔

وجہ تسمیہ اور کوائف:

اس سورت کا نام نبا ہے اور نبا کا معنٰی ہے خبر۔ اور لفظ نبی کا مادہ بھی نبا ہے۔ نبی کا لفظ اسی سے لیا گیا ہے۔ نبی کا معنٰی ہے خبر دینے والا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حکموں کی خبر دیتا ہے۔ یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی، اس سے پہلے اُناسی «۷۹» سورتیں نازل ہو چکی تھیں اس کا اسّی «۸۰» نمبر ہے۔ اس کے دو رکوع اور چالیس آیتیں ہیں۔

عَمَّ اصل میں عَمَّا تھا۔ یعنی آخر میں الف بھی تھا مگر اس کو تخفیفاً حذف کر دیا گیا۔ عَمَّ کا معنٰی ہے کس چیز کے بارے میں یَتَسَآءَلُوۡنَ یہ لوگ ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں عَنِ النَّبَاِ الۡعَظِیۡمِ بڑی خبر کے بارے میں۔ اس خبر کے بارے میں جو بڑی ہے الَّذِیۡ هُمۡ فِیۡهِ مُخۡتَلِفُوۡنَ وہ خبر جس کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں۔ نبا عظیم کے متعلق مفسرین کرام رحمہم اللہ نے بہت کچھ کہا ہے دو چیزیں مشہور ہیں وہ میں بیان کر دیتا ہوں۔

پہلی چیز یہ ہے کہ نبا عظیم سے مراد قرآن کریم ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اللہ تعالیٰ کے حکموں کی خبر دینے والی ہے۔ اس قرآن کریم کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے جادو ہے، کوئی کہتا ہے گھڑ کے لایا ہے، کوئی کہتا ہے اَسَاطِیۡرُ الۡاَوَّلِیۡنَ "پہلے لوگوں کی قصے کہانیاں ہیں۔" کوئی کہتا ہے جادو ہے، کوئی کہتا ہے کہانت ہے، اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ جو ان کے دل

میں آتا ہے، دماغ میں آتا ہے، کہتے ہیں۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ نَبَا سے مراد قیامت ہے۔ اور یہی تفسیر بہتر ہے کیونکہ آگے ذکر بھی قیامت کا ہے کہ کس چیز کے بارے میں یہ لوگ ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں۔ بڑی خبر کے بارے میں یعنی قیامت کے بارے میں ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں۔ وہ خبر جس کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں۔ مشرکین مکہ قیامت کا انکار کرتے تھے اور بڑے شد و مد کے ساتھ انکار کرتے تھے۔

تصورِ قیامت :

یہودی اور عیسائی قیامت کے قائل ہیں مگر اس کی جو تفسیر کرتے ہیں اس سے انکار ہی لازم آتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ قیامت ایسے ہی ہے جیسے ہم خواب دیکھتے ہیں۔ جسم اور جسم کے ساتھ کھانا پینا وغیرہ کچھ نہیں ہوگا بس جس طرح ہم خواب میں خوشی دیکھتے ہیں یا غمی دیکھتے ہیں بس یہی کچھ ہوگا اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہے۔ تو یہ قیامت کا انکار ہی ہے۔ اس کی مثال تم اس طرح سمجھو کہ ایک آدمی کہتا ہے میں نے ملک کے صدر کو دیکھا ہے اور اس کی تصویر اس طرح کھینچتا ہے کہ اس کی چار ٹانگیں تھیں، لمبے لمبے اس کے دانت تھے، پیٹھ اس کی چوڑی تھی (اوپر چار پائی بچھا سکتے ہیں۔) اور آگے ایک لمبی سونڈ تھی جو اس نے نیچے لٹکائی ہوئی تھی۔ اب ظاہر بات ہے کہ یہ صدر کی تصویر نہیں یہ تو ہاتھی کی تصویر ہے جو اس نے کھینچ کر بنائی ہے۔ صدر کو تو اس نے نہیں دیکھا یہ تو صدر کے دیکھنے کا انکار ہے۔ تو جس طرح قیامت کی حقیقت عیسائی بیان کرتے ہیں وہ قیامت کا انکار ہی ہے۔

اہل حق قیامت کو اس طرح مانتے ہیں جس طرح رب تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑے زوردار الفاظ میں قیامت کا اظہار فرماتے ہیں کہ قیامت اور سارا معاملہ اس

خاکی جسم اور روح کے ساتھ ہوگا۔ رب تعالیٰ انہی خاکی جسموں کو قیامت والے دن اٹھائیں گے اور خوشیاں، غمیاں انہی کے ساتھ ہوں گی۔

تو فرمایا یہ کس چیز کے بارے ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں، بڑی خبر کے بارے میں، وہ خبر جس میں یہ اختلاف کرتے ہیں کَلَّا خبردار سَیَعْلَمُوْنَ عن قریب یہ جان لیں گے ثُمَّ کَلَّا پھر خبردار سَیَعْلَمُوْنَ عن قریب یہ جان لیں گے۔ چونکہ وہ لوگ زوردار الفاظ میں قیامت کا انکار کرتے تھے اور کہتے تھے ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿صٰفّٰت:۱۶﴾ "کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی تو کیا ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟" اور کبھی کہتے ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ﴿ق:۳، پارہ:۲۶﴾ "کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی یہ لوٹ کر آنا تو بہت بعید ہے۔" ان کا وہم تھا کہ ریزہ ریزہ ہونے کے بعد دوبارہ انسان کس طرح بنے گا؟ کبھی کہتے مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ﴿یٰسین:۷۸﴾ "کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو حالانکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی؟" بوسیدہ ہڈیوں میں کون جان ڈالے گا؟ کبھی کہتے ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿السجدہ:۱۰﴾ "کیا جس وقت ہم رل مل جائیں گے زمین میں، زمین میں خلط ملط ہو جائیں گے کیا ہم نئی پیدائش میں پیدا کیے جائیں گے؟" مٹی سے علیحدہ کر کے ان وجودوں میں جان ڈالی جائے گی؟ گویا ان کے نزدیک یہ بڑا مشکل کام تھا (ان کے دماغوں پر سوءِ معرفت کا پردہ تھا، اللہ تعالیٰ کی پہچان نہیں تھی۔ مرتب)

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی نشانیاں بیان کر کے فرمایا اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا "بے شک فیصلے کا دن ایک وقت مقرر ہے۔"

دلائل قدرت :

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کی نشانیاں بیان فرماتے ہیں۔ فرمایا اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا کیا نہیں بنایا ہم نے زمین کو بچھونا۔ جس زمین پر تمھاری بود و باش ہے جس پر تم رہتے ہو اس کو ہم نے نہیں بنایا؟ اس کا کون انکار کرسکتا ہے؟ کیوں کہ اس کو تو مشرکین مکہ بھی مانتے تھے۔ جب ان سے پوچھا جاتا کہ زمین و آسمان کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو کہتے اللہ تعالیٰ نے۔ چنانچہ سورۂ زمر آیت نمبر ۳۸ میں ہے وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ "اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمین کو تو یقیناً کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔"

تو فرمایا کیا نہیں بنایا ہم نے زمین کو بچھونا وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا اور پہاڑوں کو میخیں۔ اوتاد وَتَدٌ کی جمع ہے اس کا معنیٰ ہے میخ۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو جب پیدا فرمایا تو زمین میں اضطراب تھا حرکت تھی تو اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے مضبوط پہاڑ بطور میخوں کے زمین میں گاڑ دیئے تاکہ زمین کا توازن درست ہو جائے۔ اور دور نہ جاؤ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا اور ہم نے پیدا کیا تمھیں جوڑا جوڑا۔ مرد بھی پیدا کیے، عورتیں بھی پیدا کیں وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا اور بنایا ہم نے تمہاری نیند کو آرام کا ذریعہ۔ نیند بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے نیند نہ آئے تو صحت خراب ہو جاتی ہے۔ ایسے بیمار لوگ بھی ہیں جو نیند کے لیے گولیاں کھاتے ہیں۔ نیند سے بدن اعتدال پر آجاتا ہے اور صحت برقرار رہتی ہے۔ تو یہ نیند کس نے بنائی ہے؟

وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا اور بنایا ہم نے رات کو لباس۔ جس طرح لباس سے ستر اور پردہ ہوتا ہے اسی طرح رات بھی پردہ ہے وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا اور بنایا ہم نے

دن کو ذریعہ معاش، روزی کمانے کا ذریعہ بنایا ہے۔ زمین ہم نے بنائی، پہاڑ ہم نے بنائے، تمھیں ہم نے پیدا کیا، رات ہم نے بنائی، نیند ہم نے بنائی، دن ہم نے بنایا۔ اور سنو! وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا۔ شِدَاد شَدِيْدَةٌ کی جمع ہے اور بنائے ہم نے تمھارے اوپر سات آسمان مضبوط۔ جب سے آسمان بنائے گئے ہیں آج تک ان میں کسی قسم کی کوئی خرابی پیدا نہیں ہوئی۔ آج کل حکومتیں عمارتوں کی تعمیر کا ٹھیکہ دیتی ہیں اور ساتھ ساتھ مرمت کا بھی ٹھیکہ دیتی ہیں مگر آسمان کو دیکھو ہزارہا سال گزر چکے ہیں دراڑ تک نہیں آئی۔ پھر نہ نیچے کوئی دیوار ہے نہ ستون ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑے ہیں۔

وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا اور بنایا ہم نے چراغ روشن۔ سورج کی روشنی سے کون انکار کرسکتا ہے؟ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا اور نازل کیا ہم نے نچوڑنے والے بادلوں سے پانی زور سے بہنے والا۔ بادل جو قطروں کو نچوڑتے ہیں ان سے زور کی بارش ہم نے برسائی ہے۔ بادل کس نے بنائے، ان میں بارش کس نے پیدا کی، بادلوں کو پانی سے کس نے بھرا؟ اور بارش کیوں برسائی؟ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا تاکہ ہم نکالیں اس کے ذریعے دانے اور سبزہ۔ وہ علاقے جن میں نہریں اور ٹیوب ویل ہیں بارش نہ ہو تو ان پر بھی زد پڑتی ہے اور جو بارانی علاقے ہیں کہ جہاں فصلیں صرف بارش سے ہوتی ہیں وہ بے چارے تو اجڑ (بنجر ہو) جاتے ہیں (اور ان کی زبان باہر نکل آتی ہے) تو بارش کے ذریعے دانے اور سبزیاں کون اُگاتا ہے، ان کا خالق کون ہے؟ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا اور گھنے باغ۔ اَلْفَافًا لفیف کی جمع ہے اور لفیف کا معنی ہے گھنا۔ ایسے باغ کہ ٹہنیوں پر ٹہنیاں جڑی ہوئی ہیں یہ باغ کس نے پیدا کیے ہیں؟

یہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی چند نشانیاں بیان فرمائی ہیں کیا تم ان کا انکار کر سکتے

ہو؟ وہ قادر مطلق ہے جس نے یہ سب کام کیے جو تمہارے سامنے ہیں اور تم مانتے ہو اس کے لیے قیامت کا قائم کرنا کوئی مشکل نہیں ہے۔ وہ پروردگار جو دانوں کو مٹی میں ملا کر اگا دیتا ہے۔ کیسے خوب صورت پودے کھڑے کر دیتا ہے، وہی تمھیں ریزہ ریزہ کر کے مٹی میں ملانے کے بعد دوبارہ کھڑا کرے گا۔

فرمایا اِنَّ یَوۡمَ الۡفَصۡلِ کَانَ مِیۡقَاتًا بے شک فیصلے والے دن کا ایک وقت مقرر ہے۔ جس دن حق و باطل کا فیصلہ ہونا ہے اس کا وقت مقرر ہے وہ آ کر رہے گا۔ دنیا میں بھی مقدمے چلتے ہیں، فیصلے ہوتے ہیں مگر بسا اوقات سچا جھوٹا اور جھوٹا سچا ہو جاتا ہے، بے گناہ پھنس جاتے ہیں اور مجرم بری ہو جاتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت میں کوئی دھوکا، فراڈ اور داؤ نہیں چل سکے گا حق کا فیصلہ ہوگا۔ کب ہوگا؟ یَّوۡمَ یُنۡفَخُ فِی الصُّوۡرِ جس دن پھونکا جائے گا صور میں، بگل پھونکی جائے گی۔

حضرت اسرافیل علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ڈیوٹی لگائی ہے صور پھونکنے کی اور وہ رکوع کی حالت میں صور منہ پر رکھ کر انتظار میں کھڑا ہے کہ کب مجھے حکم ملے اور میں بگل بجا دوں۔ تو جس دن بگل پھونکی جائے گی فَتَاۡتُوۡنَ اَفۡوَاجًا پس آؤ گے تم فوج در فوج۔ آدم علیہ السلام سے لے کر آخری انسان تک۔ ابلیس، جو ناری مخلوق میں پہلا ہے اس سے لے کر آخری جن تک، تمام حیوانات، چرند، پرند، حشرات الارض جمع ہوں گے۔ کیا نقشہ ہوگا شہروں کی اکٹھی آبادی کو سامنے رکھ کر اندازہ لگا لو۔ جماعت در جماعت آئیں گے۔

یہ آسمان جو تمھیں نظر آ رہا ہے وَّ فُتِحَتِ السَّمَآءُ فَکَانَتۡ اَبۡوَابًا اور کھول دیے جائیں گے آسمان پس ہو جائیں گے دروازے ہی دروازے۔ اس کو اس طرح

سمجھو کہ مکان سے دروازے نکال دیئے جائیں تو باقی خالی خانے اور سوراخ ہی سوراخ نظر آئیں گے پھٹنے سے پہلے یہ کیفیت ہوگی۔ پھر ساتوں آسمانوں کو اس طرح لپیٹ دیا جائے گا جس طرح کتابوں پر بستہ لپیٹا جاتا ہے۔

سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۱۰۴ میں ہے یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ "جس دن ہم لپیٹیں گے آسمان کو جیسا کہ لپیٹا جاتا ہے بستہ کتابوں پر۔" یا اس طرح سمجھو کہ سائبان کو ضرورت کے وقت سر پر لٹکا دیا جاتا ہے ضرورت پوری ہونے کے بعد اس کو لپیٹ کر رکھ دیتے ہیں۔ اسی طرح آسمان لپیٹ دیئے جائیں گے وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ اور چلا دیئے جائیں گے پہاڑ فَكَانَتْ سَرَابًا۔ اصل میں سراب کہتے ہیں ریتلے علاقوں میں دوپہر کے وقت جو گرمی نکلتی ہے یوں لگتا ہے ریت سے شعلے نکل رہے ہیں۔ تو معنیٰ کرتے ہیں چمکتی ہوئی ریت اور باریک غبار کی طرح اڑتے پھریں گے۔ اور سورۃ القارعۃ پارہ ۳۰ میں ہے وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ "اور ہو جائیں گے پہاڑ رنگین دھنی ہوئی اون کی طرح۔" اور زمین کی سطح بالکل ہموار ہو جائے گی لَا تَرٰى فِيهَا عِوَجًا وَّلَا أَمْتًا ﴿طٰہٰ: ۱۰۷، پارہ: ۱۶﴾ "نہیں دیکھے گا تو اس میں کوئی کجی اور نہ کوئی ٹیلا" فرض کرو کوئی آدمی مشرق سے چل کر مغرب میں پہنچنا چاہے تو درمیان میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ کوئی نابینا شمال سے جنوب میں پہنچنا چاہے تو راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔

اور یاد رکھو! إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۔ مرصاد کا معنیٰ ہے گھات۔ جہاں بیٹھ کر لوگ دشمن پر حملہ کرتے ہیں یا شیر، چیتے کے شکار کے لیے کسی محفوظ جگہ پر چھپ کر بیٹھنا۔ تو وہ جگہ جہاں وہ شکار کے لیے بیٹھتے ہیں اس کو گھات کہتے ہیں اور عربی میں

مِرصاد کہتے ہیں۔تو جس طرح وہ چھپ کر بیٹھے ہوتے ہیں شکار کرنے کے لیے یا دشمن پروار کرنے کے لیے اسی طرح جہنم تمہارے گھات میں ہے، انتظار میں ہے مگر سب کے لیے نہیں بلکہ لِلطَّاغِينَ مَآبًا سرکشوں کے لئے ٹھکانا ہے لّٰبِثِينَ فِيهَآ أَحْقَابًا۔ اَحقاب حُقُبٌ کی جمع ہے۔حُقُب کا معنٰی ہے دَهْرًا طَوِيلًا لمبا زمانہ۔تو معنٰی ہوگا ٹھہریں گے اس دوزخ میں زمانہ ہائے زمانہ۔جنت دوزخ کی زندگی کتنی لمبی ہوگی؟ آج ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔اور ہمیشہ عذاب میں رہیں گے اور داروغہ جہنم سے کہیں گے دعا کرو اپنے رب سے يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿المومن: ۴۹﴾ "ہلکا کر دے وہ ہم سے ایک دن ہی عذاب۔" کچھ سکون ہو جائے گا۔جس طرح مزدور اور ملازم چھٹی والے دن خوش ہوتے ہیں کہ آج سوئیں گے، آرام کریں گے۔اسی طرح جہنمی کہیں گے کہ ایک دن عذاب میں تخفیف ہو جائے ہمیں سکون مل جائے مگر لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا نہیں چکھیں گے دوزخ میں ٹھنڈک اور نہ پانی۔ٹھنڈا پانی نہیں ملے گا گرم پانی ملے گا جس کے متعلق آگے بیان ہوگا۔

ان شاءاللہ تعالیٰ

لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ﴿٢٤﴾
اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ﴿٢٥﴾ جَزَآءً وِّفَاقًا ﴿٢٦﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ
حِسَابًا ﴿٢٧﴾ وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ﴿٢٨﴾ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ﴿٢٩﴾
فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ﴿٣٠﴾ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ﴿٣١﴾
حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ﴿٣٢﴾ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ﴿٣٣﴾ وَّكَاْسًا دِهَاقًا ﴿٣٤﴾
لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ﴿٣٥﴾ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿٣٦﴾
رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ
خِطَابًا ﴿٣٧﴾ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا
مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿٣٨﴾ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ فَمَنْ
شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿٣٩﴾ اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا يَّوْمَ
يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿٤٠﴾

لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا نہیں چکھیں گے دوزخ میں بَرْدًا کوئی
ٹھنڈک وَّلَا شَرَابًا اور نہ پانی اِلَّا حَمِيْمًا مگر گرم پانی وَّغَسَّاقًا
اور پیپ جَزَآءً وِّفَاقًا بدلہ ہوگا پورا پورا (ان کے اعمال کے موافق)
اِنَّهُمْ كَانُوْا بے شک وہ تھے لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا نہیں امید رکھتے
حساب کی وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا اور جھٹلایا انھوں نے ہماری آیتوں کو
زور سے جھٹلانا وَكُلَّ شَيْءٍ اور ہر چیز کو اَحْصَيْنٰهُ شمار کر رکھا ہے ہم نے

كِتٰبًا کتاب میں فَذُوْقُوْا پس چکھو تم فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ پس ہم نہیں
زیادہ کریں گے تمھارے لیے اِلَّا عَذَابًا مگر عذاب اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ
بے شک پرہیز گاروں کے لیے مَفَازًا کامیابی ہے حَدَآىِٕقَ
باغات ہوں گے وَّاَعْنَابًا اور انگور وَّكَوَاعِبَ اور نوجوان عورتیں
اَتْرَابًا ہم عمر وَّكَاْسًا اور پیالے ہوں گے دِهَاقًا بھرے ہوئے لَا
يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا نہیں سنیں گے اس میں لَغْوًا کوئی بے ہودہ بات وَّلَا
كِذّٰبًا اور نہ جھٹلانا جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ بدلہ ہوگا آپ کے رب کی طرف سے
عَطَآءً دیا ہوا حِسَابًا حساب سے رَّبِّ السَّمٰوٰتِ جو رب ہے
آسمانوں کا وَالْاَرْضِ اور زمین کا وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ ان دونوں
کے درمیان میں ہے الرَّحْمٰنِ نہایت رحم کرنے والا ہے لَا يَمْلِكُوْنَ
نہیں مالک ہوں گے مِنْهُ اس کی طرف سے خِطَابًا بات کرنے کے
يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ جس دن کھڑا ہوگا روح الامین وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ اور فرشتے
صَفًّا قطار در قطار لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ نہیں کلام کر سکیں گے اِلَّا مَنْ
مگر وہ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ جس کو اجازت دے گا رحمان وَقَالَ صَوَابًا
اور کہے گا بات ٹھیک ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ یہ دن برحق ہے فَمَنْ شَآءَ
پس جو شخص چاہے اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ بنالے اپنے رب کی طرف مَاٰبًا ٹھکانا
اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ بے شک ہم نے تمھیں ڈرایا ہے عَذَابًا قَرِيْبًا قریبی

عذاب سے يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ جس دن دیکھے گا آدمی مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ جو آگے بھیجا ہے اس کے ہاتھوں نے وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ اور کہے گا کافر يٰلَيْتَنِيْ کاش کہ میں كُنْتُ تُرٰبًا ہوتا مٹی۔

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے قائم ہونے کے دلائل بیان فرمائے ہیں کہ جس ذات نے زمین پیدا کی، آسمان پیدا کیے، پہاڑ پیدا کیے، تمھارے جوڑے پیدا کیے، نیند کو آرام کا ذریعہ بنایا، رات کو لباس بنایا، دن بنایا روزی کمانے کے لیے، بادلوں سے بارش برسائی، زمین سے دانے اُگائے، گھنے باغات پیدا کیے۔ جو رب یہ سارے کام کرسکتا ہے اس کے لیے قیامت قائم کرنا کیا مشکل ہے۔ وہ قیامت قائم کرے گا۔ پھر ایک گروہ دوزخ میں جائے گا۔ جہنم سرکشوں کی تاک میں ہے اور وہ سرکشوں کا ٹھکانا ہے۔ وہ قرن ہائے قرن دوزخ میں رہیں گے لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا نہیں چکھیں گے وہ دوزخ میں ٹھنڈک اور نہ پانی اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا مگر گرم پانی اور پیپ۔

دنیا میں گرمی کے موسم میں لوگ ٹھنڈی بوتلیں پی کر، شربت، جوس پی کر کلیجے کو ٹھنڈا کرتے ہیں لیکن دوزخیوں کو گرم پانی ملے گا ایسا کہ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ﴿سورۃ الکھف﴾ "چہروں کو جلادے گا۔" يَتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ ﴿ابراہیم: ۱۷﴾ "گھونٹ گھونٹ کر کے اتارے گا۔" اور قریب نہیں ہوگا کہ حلق سے اتار سکے۔ چند قطرے بھی اندر چلے گئے تو فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ﴿سورۃ محمد: ۱۵﴾ "پس کاٹ ڈالے گا ان کی آنتوں کو۔" آنتوں کو ریزہ ریزہ کر کے پاخانے کے راستے نکال دے گا۔ جس طرح جمال گوٹہ اندر سے سب کچھ نکال دیتا ہے۔

اور سورت حج آیت نمبر ۱۹-۲۰ میں ہے "اور بہایا جائے گا ان کے سروں پر گرم پانی یُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ پگھلایا جائے گا اس کے ساتھ جو ان کے پیٹوں میں ہے اور ان کی کھالیں بھی جلائی جائیں گی۔" سارا چمڑا اُدھڑ کر پاؤں سے اتر جائے گا۔ کوئی ایک قسم کا عذاب نہیں ہے۔ اور زخموں سے بہنے والی پیپ ہوگی۔ اور یہ معنیٰ بھی ہے کہ وہ پانی جس سے پیپ اور خون دھویا گیا ہو (پیپ اور خون آلود پانی) وہ پلایا جائے گا۔ آج ہم اس کو دیکھ نہیں سکتے کراہت ہوتی ہے۔ یہ ان کو پینے کے لیے دیا جائے گا۔

جَزَآءً وِّفَاقًا بدلہ ہوگا پورا پورا ان کے اعمال کا جو انھوں نے کیے ہیں۔ یہ بدلا ان کو کیوں ملے گا؟ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا بے شک وہ امید نہیں رکھتے تھے حساب کی۔ کہتے تھے کوئی قیامت نہیں کوئی حساب نہیں، کوئی میدان محشر نہیں، کوئی جنت دوزخ نہیں ہے وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا اور جھٹلایا انھوں نے ہماری آیتوں کو زور سے جھٹلانا۔ کَذَبَ کا معنیٰ ہے جھوٹ اور کِذَّاب کا معنیٰ ہوتا ہے زوردار طریقے سے جھٹلانا۔ مثلاً: کسی نے کہا یہ قرآن جادو ہے، کسی نے کہا خود گھڑ کے لایا ہے، کسی نے کہا اساطیر الاولین پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتارا ہوا نہیں ہے۔ کہہ لو جو کچھ کہنا ہے اور کر لو جو کچھ کرنا ہے وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا اور ہر چیز کو شمار کر رکھا ہے ہم نے کتاب میں۔ ہر چیز کا ہم نے احاطہ کیا ہوا ہے۔

بعض مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو پیدا کیا ہے اس وقت سے لے کر اس کے فنا ہونے تک کی ہر چیز لوح محفوظ میں درج ہے۔

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ کتاب سے مراد ہر آدمی کا اعمال نامہ ہے۔ اس نے جو کیا ہے وہ اس میں درج ہے۔ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اِقْرَاْ کِتٰبَكَ ﴿بنی اسرائیل: ۱۴﴾ "پڑھ اپنا اعمال نامہ۔" ہر آدمی اپنا اعمال نامہ خود پڑھے گا۔ چاہے پڑھا ہوا ہے یا ان پڑھ ہے۔ ان پڑھ کو اللہ تعالیٰ پڑھنے کی قوت عطا فرمائیں گے۔ خود پڑھے گا اور تعجب کرے گا اور کہے گا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَةً وَّلَا كَبِیْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا ﴿الکہف: ۴۹﴾ "کیا ہے اس کتاب کو، میرے اعمال نامے کو نہیں چھوڑتا کوئی چھوٹی بات اور نہ کوئی بڑی بات مگر اس نے اس کو سنبھال رکھا ہے۔"

سب کچھ اس میں درج ہے۔ آج دنیا میں انسان کئی نیکی، بدی کے کام کر کے بھول جاتا ہے۔ وہاں دماغ اتنا مضبوط اور قوی کر دیا جائے گا کہ ہر چیز اس کے ذہن میں آجائے گی۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں ہم کہیں گے فَذُوْقُوْا پس چکھو تم اے مجرمو! فَلَنْ نَّزِیْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا پس ہم نہیں زیادہ کریں گے تمہارے لیے مگر عذاب۔ روز بہ روز عذاب کا اضافہ ہوگا۔ مثلاً: آج اگر چار درجے کا ہے تو کل پانچ درجے کا ہوگا اور پرسوں چھ درجے کا ہوگا۔ جس طرح مومنوں کی خوشیوں میں اضافہ ہوگا کہ آج کے پھل کی اور لذت، کل کے پھل کی اور لذت اور پچھلے دن والے کی زیادہ لذت ہوگی۔ مقدار اور تعداد بھی بڑھتی جائے گی۔ کافروں کے عذاب میں اضافہ ہوگا۔ قیامت قائم ہونے کے بعد نافرمانوں اور سرکشوں کا یہ نتیجہ ہوگا۔ اب ان کے مدمقابل پرہیزگاروں کا حال سنو!

فرمایا اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازًا بے شک پرہیزگاروں کے لیے کامیابی ہے۔ متقین کا مادہ تقویٰ ہے اور تقویٰ کا معنیٰ ہے بچنا۔ بہترین تقویٰ کفر و شرک سے بچنا ہے، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنا ہے، پھر اس چیز سے بچنا ہے جس سے شریعت نے

بچنے کا حکم دیا ہے۔تو ایسے لوگ جو کفر، شرک سے لے کر کبیرہ اور صغیرہ گناہوں سے بچتے ہیں ان کے لیے کامیابی ہے۔ پھر مَفَازًا مصدر میمی بھی بن سکتا ہے جس کا معنیٰ ہے کامیابی اور اسم ظرف کا صیغہ بھی بن سکتا ہے جس کا معنیٰ ہے کامیابی کی جگہ۔ دونوں معنیٰ صحیح ہیں۔

فرمایا حَدَآئِقَ - یہ حدیقۃٌ کی جمع ہے۔ حدیقہ ایسے باغ کو کہتے ہیں جس کے اردگرد دیوار ہو۔ چاہے اینٹوں کی ہو، پتھروں کی ہو، مٹی کی ہو یا درختوں کی ہو۔ اور ایسا باغ جس کے اردگرد دیوار نہ ہو اسے عربی میں روضہ کہتے ہیں۔تو پرہیزگاروں کے لیے باغ ہوں گے جن کی حد بندی ہوگی وَاَعْنَابًا اور انگور ہوں گے۔ اَعْنَاب عِنَبٌ کی جمع ہے اور عِنَبٌ کا معنیٰ ہے انگور۔ دنیا کے انگور جنت کے انگوروں کے مقابلے کچھ حیثیت نہیں رکھتے وَّکَوَاعِبَ اَتْرَابًا اور نوجوان عورتیں ہم عمر۔ وَّکَوَاعِبَ یہ کَاعِبٌ کی جمع ہے اور کَاعِب اس عورت کو کہتے ہیں جو اب جوان ہوئی ہے یعنی اس کے پستان ابھرآئے ہوں، اُٹھتی جوانی۔ اور اَتْرَاب تِرْبٌ کی جمع ہے۔ تِرْبٌ کا معنیٰ ہے ہم عمر۔ یعنی وہ حوریں نوخیز اور ہم عمر ہوں گی۔ یعنی جنتی مردوں اور حوروں کی عمریں برابر ہوں گی۔

اور یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ وہ عورتیں آپس میں ہم عمر ہوں گی اور جنتیوں پر بڑھاپا نہیں آئے گا، شباب رہے گا۔ تیس سال کے لگ بھگ عمریں رہیں گی۔ کہتے ہیں کہ طبی اعتبار سے تیس سال کی عمر میں قوت بدنی اپنے عروج پر پہنچ جاتی ہے۔ اور آدمی جب چالیس سال کا ہو جاتا ہے تو قوت، عقل اور دماغ مکمل ہو جاتے ہیں۔ اور چالیس سال کے بعد قوت بدنی آہستہ آہستہ گھٹنی شروع ہو جاتی ہے (جتنی چاہے طاقت کی چیزیں

استعمال کرے اور سونے ہیرے کے کشتے کھائے۔مرتب)

توفرمایا نوجوان ہم عمر عورتیں ہوں گی وَّكَاۡسًا دِهَاقًا اور پیالے ہوں گے بھرے ہوئے، دودھ کے، شراب کے، شہد کے، خالص پانی کے اور جنت کے چشموں کا ذکر بھی ہو چکا ہے۔کافور، زنجبیل، سلسبیل اور کوثر کے چشمے۔ان ذائقوں سے آدمی کو لطف و سرور آئے گا اور پینے کے بعد طبیعت میں اتنی خوشی ہوگی کہ دنیا میں کسی شے کے کھانے سے طبیعت اتنی خوش نہیں ہوتی۔فرمایا لَا يَسۡمَعُوۡنَ فِيۡهَا نہیں سنیں گے جنت میں لَغۡوًا کوئی بے ہودہ بات۔جھوٹ، غیبت، گالی گلوچ، دل آزاری کی کوئی بات نہیں ہوگی وَّلَا كِذّٰبًا اور نہ ایک دوسرے کو جھٹلانے کی بات ہوگی۔

دنیا میں لوگ ایک دوسرے کو جھٹلاتے ہیں جیسے سیاسی لوگ ایک دوسرے کو جھٹلاتے رہتے ہیں۔ایک کہتا ہے وہ جھوٹا ہے، وہ (دوسرا) کہتا ہے یہ جھوٹا ہے۔ہم کہتے ہیں سب سچ کہتے ہیں۔کیونکہ ہیں تو سارے ہی جھوٹے۔لیکن جنت میں کوئی کسی کو نہیں جھٹلائے گا جَزَآءً مِّنۡ رَّبِّكَ بدلہ ہوگا آپ کے رب کی طرف سے عَطَآءً حِسَابًا دیا ہوا حساب سے۔یہاں حساب کا معنیٰ کافی ہے۔رب تعالیٰ کی طرف سے جنتیوں کو جو بدلہ ملے گا وہ کافی ہوگا رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وہ رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا وَمَا بَيۡنَهُمَا اور جو کچھ آسمانوں اور زمین کے درمیان ہے۔فضا اور خلا ہے اور اس میں جو کچھ ہے اس کا بھی رب ہے۔

رب کا معنیٰ ہے پالنے والا، تربیت کرنے والا الرَّحۡمٰنِ اور رحمان ہے بہت رحم کرنے والا ہے۔شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ رحمان اسے کہتے ہیں جو بن مانگے دے اور رحیم اسے کہتے ہیں

جو مانگنے پر دے۔ دیکھو! کتنی چیزیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں بن مانگے عطا فرمائی ہیں۔ وجود اللہ تعالیٰ نے ہمیں بن مانگے دیئے، زبان، آنکھیں، کان، ہاتھ، پاؤں، اللہ تعالیٰ نے بغیر مانگے عطا فرمائے۔ کیوں کہ اس وقت انسان کو کوئی شد بدھ نہیں تھی۔ تو یہ ساری چیزیں بن مانگے عطا فرمائیں۔ پھر جب شد بدھ حاصل ہوئی تو انسان نے اپنی ضروریات مانگنی شروع کیں۔ پھر اللہ تعالیٰ انسان کے حق میں جو چیز بہتر سمجھتا ہے عطا کر دیتا ہے۔

تو فرمایا وہ رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے۔ وہ رحمان ہے۔ اور یاد رکھو! لَا يَمۡلِكُوۡنَ مِنۡهُ خِطَابًا نہیں مالک ہوں گے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بات کرنے کے، گفتگو کرنے کے۔ محشر میں اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت قائم ہو گی، اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق جلوہ افروز ہوں گے جو اس کے لائق ہوگی۔ مخلوق بالکل خاموش ہوگی کوئی بات نہیں کر سکے گا يَوۡمَ يَقُوۡمُ الرُّوۡحُ روح سے مراد جبرئیل علیہ السلام ہیں کیوں کہ روح القدس جبرئیل علیہ السلام کا لقب ہے اور روح الامین بھی ان کا لقب ہے اور تمام فرشتوں کے سردار ہیں۔ یہ جبرئیل علیہ السلام بھی کھڑے ہوں گے وَ الۡمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا اور باقی فرشتے بھی صف بہ صف کھڑے ہوں گے۔

انسان الگ کھڑے ہوں گے، جنات الگ کھڑے ہوں گے، حیوان الگ کھڑے ہوں گے، عجیب منظر ہوگا ہر ایک کو اپنے اپنے نفس کی پڑی ہوگی۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس آدمی کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میرے بندے تیری نیکیاں اور بدیاں برابر ہیں ایک نیکی تلاش کر کے لا تاکہ تیرا نیکیوں والا پلہ بھاری ہو جائے۔ تو وہ بڑی چاہ کے ساتھ اپنے لنگوٹیے یار کے

پاس جائے گا کہ بھائی مجھے صرف ایک نیکی کی ضرورت ہے، دے دے۔ وہ کہے گا اِلَیكَ عَنِّی "میرے سے پیچھے ہٹ جا تجھے نیکی دے کر میں کہاں جاؤں گا۔" پھر اپنے بھائی کے پاس جائے گا، پھر باپ کے پاس جائے گا، سب جواب دے دیں گے۔ آخر میں اپنی ماں کے پاس جائے گا اور کہے گا اَتَعْرِفُنِیْ "کیا تو مجھے پہچانتی ہے؟" کہے گی ہاں تو میرا وہی بیٹا ہے جس کو میں نے پیٹ میں اٹھایا اور جنا اور پرورش کی۔ کہے گا امی! پھر بات یہ ہے کہ مجھے ایک نیکی کی ضرورت ہے ایک نیکی مجھے دے دے تاکہ میرا نیکیوں والا پلہ بھاری ہو جائے۔ وہ کہے گی اِلَیكَ عَنِّی "پیچھے ہٹ جا تجھے نیکی دے کر میں کہاں جاؤں گی؟"

سورۃ عبس پارہ ۳۰ میں ہے یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ ﴿۳۴﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ ﴿۳۵﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ "جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے اور بھاگے گا اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے۔" ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہو گی۔

تو فرمایا جس دن کھڑے ہوں گے روح یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام اور فرشتے قطار در قطار لَا یَتَكَلَّمُوْنَ نہیں کلام کر سکیں گے اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ مگر وہ جس کو اجازت دے گا رحمان۔ جس کو رحمان بولنے کی اجازت دے گا وہ بول سکے گا وَ قَالَ صَوَابًا اور کہے گا بات درست۔ آج دنیا میں ایسے ہوشیار قسم کے لوگ بھی ہیں جو دوسرے کو جھوٹ بول کر مطمئن کر دیتے ہیں مگر وہاں یہ داؤ نہیں چلے گا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت ہو گی وہ علیم بذات الصدور ہے، دلوں کے راز جانتا ہے۔ فرمایا ذٰلِكَ الْیَوْمُ الْحَقُّ یہ دن برحق ہے، سچا ہے، انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ تو

جب یہ حق ہے تو فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّهٖ مَاٰبًا پس جو شخص چاہے بنا لے اپنے رب کی طرف ٹھکانا۔ آج موقع ہے جو کر سکتے ہو کر لو آنکھیں بند ہونے کے بعد کچھ نہیں کر سکو گے۔ اگر کچھ نہ کیا، کفر شرک سے باز نہ آئے تو پھر کیا ہوگا؟ وَیَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْهِ "اور جس دن کاٹے گا ظالم اپنے ہاتھ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا ﴿فرقان: ۲۷﴾ کاش میں بنا لیتا اللہ تعالیٰ کے رسول کے ساتھ راستہ۔" مگر اس وقت چیخنا چلانا کس کام کا۔

تو فرمایا پس جو شخص چاہے بنا لے اپنے رب کی طرف ٹھکانا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِیْبًا بے شک ہم نے تمھیں ڈرایا ہے قریبی عذاب سے یَّوْمَ یَنْظُرُ الْمَرْءُ جس دن دیکھے گا آدمی مَا قَدَّمَتْ یَدٰهُ جو آگے بھیجا ہے اس کے ہاتھوں نے۔ نیکی اور بدی جو بھی کی ہے سب سامنے ہوگی وَیَقُوْلُ الْكٰفِرُ اور کہے گا کافر یٰلَیْتَنِیْ كُنْتُ تُرٰبًا کاش کہ میں ہوتا مٹی۔ بات توجہ سے سنیں! قیامت والے دن حساب تو جانوروں کا بھی ہونا ہے لیکن حساب کتاب کے بعد جانوروں کو اللہ تعالیٰ خاک بنا دیں گے سوائے تیرہ جانوروں کے کہ وہ جنت میں جائیں گے۔

ایک ان میں سے اصحاب الکہف کا کتا ہے، اور حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام کا ھدھد ہے، باقیوں کے نام بھی تفسیروں میں لکھے ہیں۔ باقی سب جانور خاک کر دیے جائیں گے۔ تو جس وقت جانوروں کو خاک کر دیا جائے گا تو کافر کہے گا کہ کاش میں بھی مٹی ہو جاتا کیوں کہ سامنے نظر آ رہی ہوگی وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِلْغٰوِیْنَ ﴿الشعراء: ۹۱﴾ ایک تفسیر یہ ہے۔

اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ کافر سے کافر اعظم مراد ہے، اور کافر اعظم ابلیس لعین

ہے۔جس کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا اور اس نے انکار کر دیا تھا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا مَامَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ "کس چیز نے روکا تجھے کہ تو نے سجدہ نہ کیا جب میں نے تجھے حکم دیا تھا۔ اس موقع پر ابلیس نے کہا اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ میں اس سے بہتر ہوں خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿الاعراف:۱۲﴾ آپ نے مجھے پیدا کیا آگ سے اور اس کو پیدا کیا مٹی سے۔" میں خاکی کو سجدہ کیوں کروں؟ لیکن اس دن ابلیس یہ کہے گا کہ میں بھی مٹی ہوتا کہ آج خاکیوں کو کیسے عہدے مل رہے ہیں کاش! کہ میں بھی مٹی ہوتا اور درجے پاتا۔ تو کافر سے مراد کافر اعظم ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر

سُورۃ النّازعات

(مکمل)

آیاتها ۴۶ ۷۹ سُوْرَۃُ النّٰزِعٰتِ مَکِّیَّۃٌ ۸۱ رکوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۙ﴿۱﴾ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۙ﴿۲﴾ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۙ﴿۳﴾ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۙ﴿۴﴾ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۘ﴿۵﴾ یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۙ﴿۶﴾ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ؕ﴿۷﴾ قُلُوْبٌ یَّوْمَىِٕذٍ وَّاجِفَةٌ ۙ﴿۸﴾ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۘ﴿۹﴾ یَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِی الْحَافِرَةِ ؕ﴿۱۰﴾ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ؕ﴿۱۱﴾ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۘ﴿۱۲﴾ فَاِنَّمَا هِیَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ﴿۱۳﴾ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ؕ﴿۱۴﴾ هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ مُوْسٰی ۘ﴿۱۵﴾ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی ۚ﴿۱۶﴾ اِذْهَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰی ۫ۖ﴿۱۷﴾ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰۤی اَنْ تَزَكّٰی ۙ﴿۱۸﴾ وَاَهْدِیَكَ اِلٰی رَبِّكَ فَتَخْشٰی ۚ﴿۱۹﴾ فَاَرٰىهُ الْاٰیَةَ الْكُبْرٰی ۫ۖ﴿۲۰﴾ فَكَذَّبَ وَعَصٰی ۫ۖ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ یَسْعٰی ۫ۖ﴿۲۲﴾ فَحَشَرَ فَنَادٰی ۫ۖ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی ۫ۖ﴿۲۴﴾ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰی ؕ﴿۲۵﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰی ۠﴿۲۶﴾ ع

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا قسم ہے ان فرشتوں کی جو جان کھینچ لاتے ہیں بدن میں ڈوب کر وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو گرہ کھول دیتے ہیں کھول دینا وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو تیرتے ہیں تیرنا

فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا قسم ہے ان فرشتوں کی جو سبقت لے جاتے ہیں سبقت لے جانا فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا پھر قسم ہے ان فرشتوں کی جو تدبیر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم کی یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ جس دن کانپے گی کانپنے والی تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ اس کے پیچھے لگے گی پیچھے لگنے والی قُلُوْبٌ یَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ کچھ دل اس دن کانپ رہے ہوں گے اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ آنکھیں ان کی جھکی ہوں گی یَقُوْلُوْنَ کہتے ہیں ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِی الْحَافِرَةِ کیا بے شک ہم لوٹائے جائیں گے پہلی حالت کی طرف ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً کیا جب ہم ہو جائیں گے ہڈیاں بوسیدہ قَالُوْا یہ کہتے ہیں تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ یہ لوٹ آنا تو نقصان دہ ہوگا فَاِنَّمَا هِیَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ پس پختہ بات ہے وہ جھڑک ہوگی ایک ہی فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ پس اچانک وہ میدان میں ہوں گے هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ مُوْسٰى کیا پہنچی ہے آپ کے پاس موسیٰ علیہ السلام کی بات اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ جب پکارا اس کو اس کے رب نے بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى پاکیزہ میدان میں جس کا نام طویٰ ہے اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ جاؤ فرعون کی طرف اِنَّهٗ طَغٰى بے شک اس نے سرکشی کی ہے فَقُلْ پس آپ کہیں هَلْ لَّكَ کیا تجھے رغبت ہے اِلٰۤى اَنْ تَزَكّٰى اس بات کی طرف کہ تو پاک ہو جائے وَاَهْدِیَكَ اور میں تیری راہ نمائی کروں اِلٰى رَبِّكَ تیرے رب کی طرف فَتَخْشٰى پس تیرے اندر

خوف پیدا ہو جائے فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى پس دکھائی موسیٰ علیہ السلام نے اس کو بڑی نشانی فَكَذَّبَ وَعَصٰى پس اس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی ثُمَّ اَدْبَرَ پھر اس نے پشت پھیری يَسْعٰى دوڑا فَحَشَرَ پس اس نے اکٹھا کیا لوگوں کو فَنَادٰى پس اس نے پکارا فَقَالَ پس کہنے لگا اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى میں تمہارا اعلیٰ رب ہوں فَاَخَذَهُ اللّٰهُ پس پکڑا اس کو اللہ تعالیٰ نے نَكَالَ الْاٰخِرَةِ آخرت کی سزا میں وَالْاُوْلٰى اور دنیا کی سزا میں اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً بے شک اس میں البتہ عبرت ہے لِّمَنْ يَّخْشٰى اس کے لیے جو ڈرا۔

نام، کوائف اور موضوع :

اس سورت کا نام نازعات ہے۔ پہلی آیت کریمہ میں یہ لفظ موجود ہے، اسی سے لیا گیا ہے۔ اس سورت کے دو رکوع اور چھیالیس ﴿۴۶﴾ آیتیں ہیں۔ اس سے پہلے اسی ﴿۸۰﴾ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ پچھلی سورت کی طرح اس سورت میں بھی قیامت کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قیامت کو ثابت کیا ہے۔

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا سے لے کر فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا تک کی مختلف تفسیریں بیان کی گئی ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تفسیر عزیزی میں ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ فرشتے مراد ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی قسمیں اٹھائی ہیں کہ قسم ہے ان فرشتوں کی جو جان کھینچ لاتے ہیں بدن میں ڈوب کر، غوطہ لگا کر۔ فرشتوں کے لیے جان کے اندر جانا آنا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ فرشتوں کے لیے تو دیواروں کی بھی

کوئی حیثیت نہیں ہے۔ فرشتوں کے لیے دیواریں ایسے ہی ہیں جیسے پرندوں کے لیے ہوا۔ ہم مرنے والے کو دفن کر کے منوں کے حساب سے اس کے اوپر مٹی ڈال دیتے ہیں اور فرشتے حساب کتاب کے لیے اندر پہنچ جاتے ہیں۔ حالانکہ نہ کوئی دروازہ ہے، نہ کھڑکی ہے، نہ کوئی سوراخ ہے۔ تو فرشتوں کے لیے یہ چیزیں کوئی شے نہیں ہیں یعنی بے حیثیت ہیں۔

سورت النساء آیت نمبر ۷۸ میں ہے اَیْنَ مَا تَكُوْنُوْا یُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ "تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمہیں پالے گی اگرچہ تم مستحکم اور مضبوط قلعوں میں ہو۔" بعض بچے جان پڑنے کے بعد ماں کے پیٹ ہی میں فوت ہو جاتے ہیں۔ فرشتے پیٹ میں ہوتے ہوئے جان نکال لیتے ہیں، پیٹ میں پہنچ جاتے ہیں۔ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو گرہ کھول دیتے ہیں گرہ کھول دینا۔ فرشتے مومنوں کی جان اس طرح آسانی سے نکال لیتے ہیں جس طرح کوئی گرہ آرام سے کھول لی جاتی ہے روح کو نکلنے میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو تیرتے ہیں تیرنا فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا قسم ہے ان فرشتوں کی جو سبقت لے جاتے ہیں رب تعالیٰ کے حکم میں سبقت لے جانا فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا پھر قسم ہے ان فرشتوں کی جو تدبیر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم کی۔ جو کام اللہ تعالیٰ ان کے سپرد کرتا ہے اس کی تدبیر کرتے ہیں۔ اس تفسیر کی رو سے یہ ساری صفات فرشتوں کی ہیں اور جواب قسم محذوف ہے اور وہ ہے لَتُبْعَثُنَّ البتہ تم ضرور اٹھائے جاؤ گے مرنے کے بعد۔ اللہ تعالیٰ نے پانچ قسم کے فرشتوں کی قسم اُٹھا کر فرمایا ہے تم ضرور اٹھائے جاؤ گے مرنے کے بعد۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ یہ مجاہدین کی صفتیں ہیں۔ معنیٰ ہوگا قسم ہے مجاہدین کی ان جماعتوں کی جو کھینچ لاتے ہیں اپنے قیدیوں کو دشمنوں کی فوجوں میں گھس کر لڑائی کے دوران میں۔ مجاہدین کے ساتھی بھی گرفتار ہوتے ہیں تو یہ اپنے ساتھیوں کو دشمنوں میں گھس کر کھینچ لاتے ہیں وَالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا اور قسم ہے ان مجاہدین کی جو قیدیوں کی گرہ کھول دیتے ہیں۔ کسی کو ہتھکڑی لگی ہوئی ہے، کسی کو بیڑی لگی ہوئی ہے، کسی کو رسی سے باندھا ہوا ہے، یہ ساری گرہیں کھول کر ساتھیوں کو نکال لاتے ہیں وَالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا اور ان کو لے کر اپنے مورچوں کی طرف تیرتے ہوئے جاتے ہیں فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا اور قسم ہے ان مجاہدین کی جو ایک دوسرے سے سبقت کرتے ہیں فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا اور قسم ہے ان مجاہدین کی جماعتوں کی جو تدبیر کرتے ہیں کام کی۔ حسن تدبیر سے جہاد کرتے ہیں، مورچے سنبھالتے ہیں، دفاع بھی کرتے ہیں، کافروں سے لڑتے بھی ہیں۔

تیسری تفسیر یہ ہے کہ علماء مراد ہیں کہ علماء کی جماعتیں علم کی گہرائی میں ڈوب کر نکات نکالتی ہیں۔ (نکتہ آفرینی کرتی ہیں) علماء لوگوں کے شکوک وشبہات کی گرہوں کو کھولتے ہیں اور تیرتے ہیں علمی میدان میں اور ایک دوسرے سے سبقت لے جاتے ہیں اور حسن تدبیر سے دین پہنچاتے ہیں۔

چوتھی تفسیر یہ ہے کہ اس سے واعظین مراد ہیں کہ پہلے زمانے میں علماء خود جا کر وعظ ونصیحت کرتے تھے۔ آج کل اس کا سمجھنا مشکل نہیں یوں سمجھ لو کہ معنیٰ ہے کہ جس طرح یہ تبلیغی جماعتیں آدمیوں کو کھینچ کر لاتی ہیں محلوں سے، دفتروں اور دکانوں سے، مسجدوں میں داخل کرتے ہیں اور ان کے حیلوں بہانوں کی گرہیں کھول کر کہ کوئی کہتا ہے میری دکان ہے، کوئی کچھ کہتا ہے، کوئی کچھ کہتا ہے، ایک دوسرے سے سبقت لے جاتے ہیں۔ یعنی

ایک دوسرے سے بڑھ کر تبلیغ کرتے ہیں۔ اور وہ جماعتیں حسن تدبیر سے کام کو چلاتی ہیں۔ جواب قسم ہے تم ضرور اٹھائے جاؤ گے قیامت ضرور آئے گی۔ کس دن آئے گی؟ یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ "جس دن کانپے گی کانپنے والی۔ یہ پہلا نفخہ ہوگا۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام جب صور پھونکیں گے تو ساری دنیا کانپے گی جیسے ریل گاڑی جب لائن پر سے گزرتی ہے تو آس پاس کی چیزیں کانپتی ہیں، زمین ہلتی ہے۔ ہوائی جہاز جب نزدیک ہو تو مکان کانپتے ہیں حالانکہ یہ چیزیں بندوں کی ایجاد ہیں۔ اور نفخہ اسرافیل تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے وہ جب پھونکیں گے تو ساری دنیا کانپے گی تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ "ان کے پیچھے لگے گی پیچھے لگنے والی۔ چالیس سال کے بعد اسرافیل علیہ السلام پھر صور پھونکیں گے اور ساری دنیا اٹھ کھڑی ہوگی۔

بخاری شریف کی روایت کے مطابق پہلے اور دوسرے نفخے کے درمیان چالیس سال کا وقفہ ہوگا۔ قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ "کچھ دل اس دن کانپ رہے ہوں گے، خوف زدہ ہوں گے۔ یہ وہ ہوں گے جو مجرم، نافرمان اور رب تعالیٰ کے باغی ہوں گے۔ مومنوں کو کوئی گھبراہٹ نہیں ہوگی۔ مومنوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ﴿الانبیاء: ۱۰۳﴾ "نہیں غم میں ڈالے گی ان کو بڑی گھبراہٹ اور ملیں گے ان سے فرشتے۔" صرف رب تعالیٰ کی جلالت کی گھبراہٹ ہوگی، مجرموں کی گھبراہٹ نہیں ہوگی۔ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ "آنکھیں ان کی جھکی ہوں گی شرمندگی کی وجہ سے کہ ہم انکار کرتے رہے ہیں قیامت کا، میدان محشر کا، پل صراط کا، تو جب یہ سب کچھ سامنے آجائے گا تو شرمندہ ہو جائیں گے اور جب آدمی شرمندہ ہوتا ہے تو آنکھیں جھکا لیتا ہے۔

اور آج يَقُوْلُوْنَ یہ کافر لوگ کہتے ہیں ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ کیا ہم لوٹائے جائیں گے پہلی حالت کی طرف جس میں ہمارا روح اور جسم اکٹھے ہیں اور ہم چلتے پھرتے ہیں۔ مر کے جب ہم ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، ہڈیاں ہو جائیں گے پھر ہم موجودہ حالت کی طرف لوٹائے جائیں گے ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً کیا جب ہم ہو جائیں گے ہڈیاں بوسیدہ۔ اگر ان کو ہاتھ لگاؤ تو چورا چورا ہو جاتی ہیں قَالُوْا کہتے ہیں تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ یہ لوٹ کر آنا تو نقصان دہ ہوگا۔ یہ استہزاء کرتے تھے کہ جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے خاک میں رل مل جائیں گے پھر ہم موجودہ حالت میں انسان بنا دیئے جائیں گے پھر تو بڑا نقصان ہوگا۔ یہ مذاق اڑاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ پس بے شک وہ جھڑک ہوگی ایک ہی۔ حضرت اسرافیل جب بگل پھونکیں گے سارے انسان جہاں بھی ہوں گے میدان میں آجائیں گے۔ چاہے درندوں نے کھائے ہیں یا مچھلیوں نے ہڑپ کیے ہیں یا پرندوں نے نوچے ہیں، کوئی ایک بھی غیر حاضر نہیں رہے گا فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ پس اچانک وہ میدان میں ہوں گے۔ سَاهِرَة کا معنیٰ ہے میدان۔

قریش مکہ کی اس ضد پر کہ ہم نے دوبارہ نہیں اٹھنا کوئی قیامت نہیں ہے اور توحید کے انکار کرنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا افسوس ہوتا تھا، بڑا صدمہ ہوتا تھا اور طبعی طور پر ہونا بھی چاہیے تھا کہ اپنی قوم کو اپنی زبان میں سمجھاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی فصاحت اور بلاغت عطا فرمائی تھی۔ جو فرماتے تھے سارے سمجھ جاتے تھے۔ پیغمبر کی پاک زبان ہو، قوم کی بولی میں سمجھائے، پھر معاوضے کا مطالبہ بھی کوئی نہ ہو اور یہ کہیں کہ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ "میری مزدوری اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔" پھر بھی

نہ مانیں تو کس قدر افسوس ہوتا ہے۔ پھر فائدہ بھی ان کا اور الٹا کہیں کہ جادوگر ہے، جھوٹا ہے۔ کاہن اور مفتری کہیں تو طبعی طور پر ان باتوں سے تکلیف ہوتی ہے۔ امام رازی ؒ نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تسلی کے لیے موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا کہ اگر آج یہ آپ ﷺ کی تکذیب کر رہے ہیں تو آپ پریشان نہ ہوں پہلے موسیٰ علیہ السلام کی بھی تکذیب کی گئی ہے۔ یہ سلسلہ پہلے سے چلا آرہا ہے۔

واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام :

فرمایا هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ مُوْسٰى کیا پہنچی ہے آپ کے پاس خبر موسیٰ علیہ السلام کی اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ جس وقت پکارا موسیٰ علیہ السلام کو اس کے رب نے بِالْوَادِ میدان میں الْمُقَدَّسِ جو پاکیزہ ہے طُوًى اس کا نام طویٰ ہے۔ طور پہاڑ کے دامن میں جو وادی ہے اس کا نام طویٰ ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین سے واپس آرہے تھے آپ کے ساتھ اہلیہ محترمہ حضرت صفورا علیہا السلام اور بعض روایتوں میں ہے کہ خادم بھی ساتھ تھا۔ رات کا وقت تھا، سردی کا موسم تھا، راستہ بھول گئے۔ ادھر اُدھر دیکھا کہ ایک طرف آگ نظر آئی تو فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْٓ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ﴿طٰہٰ:۱۰﴾ ”پس کہا اپنے گھر والوں کو تم ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے تاکہ میں لاؤں تمھارے پاس اس میں سے کوئی شعلہ سلگا کر یا پاؤں میں آگ پر کوئی راہ بتانے والا۔“ وہاں ایک درخت تھا بعض کہتے ہیں کہ عناب کا درخت تھا۔

بعض کہتے ہیں آکاس بیل جو کیکر وغیرہ درختوں پر پیلے رنگ کی چڑھی ہوتی ہے۔ عربی میں اس کو علیق کہتے ہیں۔ اس میں روشنی تھی جیسے ٹیوب جل رہی ہو۔ وہ ظاہری

آگ نہ تھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور تھا۔ وہاں جس وقت پہنچے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّكَ "میں آپ کا رب ہوں" میں تجھے نبوت دوں گا۔ اسی مقام پر موسیٰ علیہ السلام کو نبوت ملی اور عصا مبارک والا معجزہ اور ید بیضا والا معجزہ بھی ملا۔

اور فرمایا اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى جاؤ فرعون کی طرف بے شک اس نے سرکشی کی ہے فَقُلْ پس آپ کہیں هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى کیا تجھے رغبت ہے اس بات کی طرف کہ تو پاک ہو جائے شرک سے، کفر سے، ظلم و جبر سے اے ظالم! تیرے حکم سے بارہ ہزار بچے اس لیے قتل ہوئے کہ تیرا اقتدار خطرے میں ہے وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ اور میں تیری راہ نمائی کروں تیرے رب کی طرف فَتَخْشٰى پس تیرے اندر خوف پیدا ہو جائے کہ تو نہ بندوں کا حق مارے اور نہ اللہ تعالیٰ کا۔

چنانچہ جب موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس پہنچے اپنا عصا مبارک ڈالا تو وہ اژدہا بن گیا فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى پس دکھائی اس کو بڑی نشانی فَكَذَّبَ وَعَصٰى پس اس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی ثُمَّ اَدْبَرَ پھر اس نے پشت پھیری يَسْعٰى دوڑا، کوشش کی جادوگروں کو لانے کی فَحَشَرَ پس اس نے جمع کیا جادوگروں کو فَنَادٰى پس اس نے پکارا یعنی میدان میں آکر للکارا فَقَالَ پس کہا لوگوں سے اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى میں تمہارا اعلیٰ رب ہوں فَاَخَذَهُ اللّٰهُ پس پکڑا اس کو اللہ تعالیٰ نے نَكَالَ الْاٰخِرَةِ آخرت کی سزا میں وَالْاُوْلٰى اور دنیا کی سزا میں کہ بحر قلزم میں ڈبویا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً بے شک اس میں عبرت ہے کہ سرکشی کرنے والوں کا کیا انجام ہے لِّمَنْ يَّخْشٰى اس کے لیے جو ڈرا۔ ڈرنے والوں کے لیے اس میں نشانی ہے۔

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰىهَا ﴿۲۷﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿۲۸﴾ وَ اَغْطَشَ لَيْلَهَا وَ اَخْرَجَ ضُحٰىهَا ﴿۲۹﴾ وَ الْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿۳۰﴾ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَ مَرْعٰىهَا ﴿۳۱﴾ وَ الْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ﴿۳۲﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۳﴾ فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿۳۴﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿۳۵﴾ وَ بُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴿۳۶﴾ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿۳۷﴾ وَ اٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۳۸﴾ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۳۹﴾ وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۴۱﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ﴿۴۲﴾ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ﴿۴۳﴾ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ﴿۴۴﴾ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ﴿۴۵﴾ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْۤا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ﴿۴۶﴾ ع

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا کیا تم زیادہ سخت ہو پیدائش میں اَمِ السَّمَآءُ یا آسمان بَنٰىهَا کہ اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے اس کو رَفَعَ سَمْكَهَا بلند کی اللہ تعالیٰ نے اس کی چھت فَسَوّٰىهَا پس اس کو ہموار کیا وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا اور تاریک بنایا اس کی رات کو وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا اور نکالا اس کی روشنی کو وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا اور زمین کو اس کے بعد پھیلا دیا اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا نکالا زمین سے اس کا پانی وَمَرْعٰىهَا اور چارا وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا اور پہاڑوں کو زمین میں گاڑ دیا مَتَاعًا لَّكُمْ یہ تمھارے فائدے کے لیے

ہے وَلِاَنۡعَامِکُمۡ اور تمھارے مویشیوں کے لیے فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّۃُ الۡکُبۡرٰی پس جب آئے گا بڑا حادثہ یَوۡمَ یَتَذَکَّرُ الۡاِنۡسَانُ جس دن یاد کرے گا انسان مَا سَعٰی جو اس نے کوشش کی ہے وَبُرِّزَتِ الۡجَحِیۡمُ اور ظاہر کر دی جائے گی شعلہ مارنے والی آگ لِمَنۡ یَّرٰی اس کے لیے جو دیکھے فَاَمَّا مَنۡ طَغٰی بہرحال وہ شخص جس نے سرکشی کی وَاٰثَرَ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا اور ترجیح دی دنیا کی زندگی کو فَاِنَّ الۡجَحِیۡمَ ہِیَ الۡمَاۡوٰی پس بے شک شعلہ مارنے والی آگ ہی اس کا ٹھکانا ہے وَاَمَّا مَنۡ خَافَ اور بہرحال جو ڈرا مَقَامَ رَبِّہٖ اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے وَنَہَی النَّفۡسَ عَنِ الۡہَوٰی اور روکا اپنے نفس کو خواہشات سے فَاِنَّ الۡجَنَّۃَ ہِیَ الۡمَاۡوٰی پس بے شک جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ السَّاعَۃِ یہ لوگ پوچھتے ہیں آپ سے قیامت کے بارے میں اَیَّانَ مُرۡسٰہَا کب ہوگا اس کا قائم کرنا فِیۡمَ اَنۡتَ مِنۡ ذِکۡرٰىہَا تجھے کیا ضرورت ہے قیامت کے ذکر کے بارے میں اِلٰی رَبِّکَ مُنۡتَہٰىہَا آپ کے رب کی طرف ہے اس کی انتہاء اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُنۡذِرُ مَنۡ یَّخۡشٰىہَا پختہ بات ہے آپ ڈرانے والے ہیں اس شخص کو جو قیامت سے خوف کھاتا ہے کَاَنَّہُمۡ یَوۡمَ یَرَوۡنَہَا گویا کہ وہ جس دن دیکھیں گے قیامت کو لَمۡ یَلۡبَثُوۡۤا کہ وہ نہیں ٹھہرے دنیا میں اِلَّا عَشِیَّۃً اَوۡ ضُحٰىہَا مگر دن کا پچھلا پہر یا پہلا پہر۔

اثباتِ قیامت :

اس سے پہلے رکوع میں بھی قیامت کا اثبات تھا۔ اس رکوع میں بھی قیامت کا اثبات ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے قیامت کے منکرو! ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا کیا تم زیادہ سخت ہو خلقت اور پیدائش میں اَمِ السَّمَآءُ بَنٰهَا یا آسمان کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بنایا ہے۔ کیا تمھارا چھوٹا سا وجود بنانا مشکل ہے یا آسمان کا اتنا بڑا وجود بنانا مشکل ہے؟ پھر ایک آسمان نہیں سات آسمان ہیں جن کو رب تعالیٰ نے بنایا ہے رَفَعَ سَمْكَهَا بلند کی اللہ تعالیٰ نے آسمان کی چھت۔ نیچے نہ کوئی کھمبا، نہ ستون، نہ کوئی دیوار، اس رب کے لیے تمھاری پیدائش کیا مشکل ہے فَسَوّٰىهَا پس اس کو ہموار کیا۔ ایسا لیول، برابر کہ اس میں رتی برابر کوئی کمی نہیں ہے۔ آج مستری اپنا پورا زور لگا کر مکان بناتے ہیں، چھتیں ڈالتے ہیں پھر بھی تھوڑا بہت فرق رہ جاتا ہے لیکن رب تعالیٰ کے بنائے ہوئے آسمان میں کوئی فرق نہیں ہے۔

دوسری دلیل: وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا اور تاریک کیا اس کی رات کو۔ رب تعالیٰ نے رات کو پیدا کیا اور تاریک بنایا اس کے لیے تمھارا دوبارہ پیدا کرنا مشکل ہے؟

تیسری دلیل: وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا اور نکالا اس کی روشنی کو۔ دن پیدا کیا، دن بنانا مشکل ہے، رات بنانا مشکل ہے، آسمان بنانا مشکل ہے یا تمھارا دوبارہ پیدا کرنا مشکل ہے؟

اور دلیل: وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا اور زمین کو اس کے بعد پھیلا دیا۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے زمین کا مادہ بنا کر پیڑا بنا کر رکھ دیا پھر سات آسمان بنائے اس کے بعد زمین کو چاروں طرف پھیلا دیا۔ جس طرح پہلے آٹے کا پیڑا بنایا جاتا ہے پھر اس کی پھیلا کر

روٹی بنائی جاتی ہے۔ تو رب تعالیٰ نے زمین کا پیڑا بنا کر مکہ مکرمہ کے مقام پر رکھ دیا پھر شرقاً، غرباً، شمالاً، جنوباً، اس کو بچھا دیا۔ تو یہ مشکل ہے یا تمھارا دوبارہ بنانا مشکل ہے؟ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی شے مشکل نہیں ہے۔

اور دلیل سنو! اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا اللہ تعالیٰ نے زمین سے پانی نکالا۔ اسی پانی سے مخلوق پیدا فرمائی، کیا حیوانات، کیا نباتات۔ عالم اسباب میں ان کی بود و باش اس کے ساتھ ہے۔ تو یہ پانی کس نے پیدا کیا؟ وَمَرْعٰهَا اور چارا زمین میں پیدا کیا۔ یہ جانوروں کے لیے چارا زمین سے کس نے نکالا، تمھارے لیے سبزیاں کس نے پیدا فرمائیں؟ وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا اور پہاڑوں کو زمین میں گاڑ دیا، جما دیا۔ زمین کو پیدا کیا تو زمین حرکت کرنے لگی تو اس میں رب تعالیٰ نے پہاڑوں کی میخیں ٹھونک دیں تاکہ حرکت نہ کرے۔ اگر زمین حرکت کرتی رہتی تو لوگ نہ مکان بنا سکتے اور نہ آرام کے ساتھ رہ سکتے۔ آج معمولی سا زلزلہ آتا ہے تو لوگ گھروں سے باہر بھاگ جاتے ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے رات کو پیدا کیا، دن کو پیدا کیا، آسمان پیدا کیا، زمین پیدا کی، زمین سے پانی نکالا اور چارہ نکالا، پہاڑوں کو زمین میں گاڑ دیا مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ یہ تمھارے فائدے کے لیے ہے اور تمھارے مویشیوں کے لیے۔ اور یہ ساری چیزیں تم مانتے ہو۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم رب تعالیٰ کی قدرت کا انکار نہیں کر سکتے تو پھر یہی رب تمھیں دوبارہ پیدا کرے گا فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى پس جب آئے گا بڑا حادثہ۔

قیامت کوئی معمولی چیز نہیں ہے بڑی دہشت والی چیز ہے۔ پہلے نفخۂ اولیٰ ہوگا حضرت اسرافیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے بگل پھونکیں گے تو ساری کائنات فنا ہو جائے

گی یہاں تک کہ فرشتے بھی نہیں رہیں گے۔ جان نکالنے والوں کا انچارج فرشتہ بھی نہیں رہے گا کُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَۃُ الۡمَوۡتِ ﴿العنکبوت:۵۷﴾ کُلُّ مَنۡ عَلَیۡہَا فَانٍ ۚ﴿۲۶﴾ وَّ یَبۡقٰی وَجۡہُ رَبِّکَ ذُو الۡجَلٰلِ وَ الۡاِکۡرَامِ ﴿۲۷﴾ ﴿سورۃ الرحمان: پارہ، ۲۷﴾ ”جو کچھ بھی زمین پر ہے سب نے فنا ہو جانا ہے باقی رہے گی تیرے رب کی ذات جو بزرگ اور عظمت والا ہے۔“ حی و قیوم صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے باقی ہر شے کے لیے موت ہے۔ چاہے ہزاروں سال کوئی زندہ رہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تقریباً دو ہزار سال ہو گئے ہیں آسمانوں پر زندہ ہیں قیامت سے پہلے زمین پر نازل ہوں گے، یہود و نصاریٰ کا صفایا کریں گے، دجال لعین کو قتل کریں گے، چالیس سال حکمرانی کریں گے ثُمَّ یَمُوۡتُ وَ یُصَلِّیۡ عَلَیۡہِ الۡمُسۡلِمُوۡنَ ”پھر وہ فوت ہوں گے اور مسلمان ان کا جنازہ پڑھیں گے۔“ شیطان کی عمر بڑی لمبی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنات کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے پیدا فرمایا۔ ان میں سب سے پہلے ابلیس لعین کو پیدا کیا اور ابھی تک وہ زندہ ہے۔ اس نے رب تعالیٰ سے، اللہ تعالیٰ سے مہلت مانگی تھی کہ قبروں سے اٹھنے تک اَنۡظِرۡنِیۡۤ اِلٰی یَوۡمِ یُبۡعَثُوۡنَ ﴿الاعراف:۱۴﴾ گویا کہ وہ موت سے بچنا چاہتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا تجھے مہلت ہے اِلٰی یَوۡمِ الۡوَقۡتِ الۡمَعۡلُوۡمِ ﴿الحجر:۳۸﴾ جس وقت حضرت اسرافیل علیہ السلام فنا کے لیے بگل پھونکیں گے اس وقت تک تجھے مہلت ہے تو موت سے نہیں بچ سکتا۔ تو ابلیس پر بھی موت آئے گی۔

یَوۡمَ یَتَذَکَّرُ الۡاِنۡسَانُ مَا سَعٰی جس دن یاد کرے گا انسان جو اس نے کوشش کی

ہے۔ اس دن اللہ تعالیٰ حافظہ اتنا تیز کردیں گے کہ ہر چیز یاد آجائے گی وَمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا "جس دن پائے گا ہر نفس جو اس نے عمل کیا نیکی کا سامنے۔" ﴿آل عمران: ۳۰﴾ نیکی، بدی سب سامنے آجائے گی۔ تو فرمایا اس دن یاد کرے گا انسان جو اس نے کوشش کی ہے وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِمَنْ يَّرٰى اور ظاہر کردی جائے گی شعلہ مارنے والی آگ اس کے لیے جو دیکھے۔ جحیم کا معنٰی ہے، بھڑکنے والی آگ، شعلہ مارنے والی آگ۔

اللہ تعالیٰ اپنی عدالت میں تشریف فرما ہوں گے جو ان کی شان کے لائق ہے۔ نیک و بد ساری مخلوق موجود ہوگی اور دوزخ ان کو نظر آئے گی۔ اور سورت تکویر میں ہے وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ۝ "اور جب جنت کو قریب کردیا جائے گا۔" ابھی جنت، دوزخ میں کوئی داخل نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت میں کھڑے ہوں گے۔ پھر کیا ہوگا؟ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى بہرحال وہ شخص جس نے سرکشی کی۔ پیغمبروں کی نافرمانی کی، اللہ تعالیٰ کی کتابوں کو نہ مانا، حق بیان کرنے والوں کی مخالفت کی وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا اور ترجیح دی دنیا کی زندگی کو آخرت پر کہ دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ لیا اور آخرت کو بھلا دیا۔

ایک ہے دنیا میں رہ کر دنیاوی ضروریات پوری کرنے کے لیے جائز طریقے سے دولت کمانا۔ اسلام اس سے منع نہیں کرتا۔ ہاں! اس بات کی نفی کرتا ہے کہ دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ لے اور حلال و حرام کی تمیز نہ کرے، جائز و ناجائز کی پروانہ کرے، حق و باطل میں فرق نہ کرے۔ جیسا کہ آج کل اکثر یہی طریقہ چل رہا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ حرام سے بچنا بڑا مشکل ہوگا اور کچھ نہ ہوا تو حرام کا دھواں ہی ناک میں پہنچے گا۔

دیکھو! جو لوگ اپنی رقم محض حفاظت کے لیے بینکوں میں رکھتے ہیں اور سود نہیں لیتے مگر بنک والے تو اس مال کے ساتھ سودی کاروبار کرتے ہیں۔ ان کی رقم کو بینک میں تو بند کر کے نہیں رکھ دیتے (تو سودی کاروبار میں تعاون تو ہو گیا۔) لہٰذا مسئلہ سمجھ لو۔ اگر بینک سے سود ملے تو لے لو بینک میں نہ چھوڑو۔ ثواب کی نیت کے بغیر کسی غریب کو دے دو ورنہ بینک والے بابو کھا جائیں گے، ان کا حق نہیں ہے۔

بعض لوگ اس طرح کرتے ہیں کہ سود کی رقم لے کر سڑک بنوا دیتے ہیں، بعض گلی بنا دیتے ہیں، بعض بیت الخلا بنا دیتے ہیں۔ یہ ٹھیک نہیں ہے۔ کیوں کہ ان چیزوں کو غریب بھی استعمال کرتے ہیں اور امیر بھی استعمال کرتے ہیں۔ اس رقم کے امیر مستحق نہیں ہیں۔

تو فرمایا اور ترجیح دی دنیاوی زندگی کو فَاِنَّ الْجَحِیْمَ ھِیَ الْمَاْوٰی پس بے شک شعلہ مارنے والی آگ ہی اس کا ٹھکانا ہے وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ اور بہر حال جو ڈرا اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے کہ رب تعالیٰ کی سچی عدالت میں مَیں کھڑا ہوں گا اور رب تعالیٰ مجھ سے نیکی اور بدی کے بارے میں پوچھیں گے تو میں کیا جواب دوں گا؟ یہ خوف اس کے دل میں ہے وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى اور روکا اپنے نفس کو اُن خواہشات سے جو خلاف شرع ہیں۔ اور جو طبعی خواہشات ہیں ان پر شریعت نے کوئی پابندی نہیں لگائی۔ کھانے پینے کی خواہش ہے، سونے کی خواہش ہے، جنسی جائز خواہشات ہیں جو خلاف شرع نہ ہوں۔ تو جس نے خلاف شرع خواہشات سے اپنے آپ کو روکا فَاِنَّ الْجَنَّةَ ھِیَ الْمَاْوٰی پس بے شک جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے۔

مشرکین مکہ کو جب برے انجام سے ڈرایا جاتا تھا کہ قیامت برپا ہوگی، نیکی اور

بدی کا حساب ہوگا تو پھر پوچھتے تھے قیامت کب آئے گی؟ فرمایا یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا یہ لوگ پوچھتے ہیں آپ سے قیامت کے بارے میں کب ہوگا اس کا قائم کرنا کب لانی ہے قیامت؟ رب تعالیٰ فرماتے ہیں، فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ۔ آپ کو کیا ضرورت ہے قیامت کے ذکر کے بارے میں۔ قیامت کا علم صرف رب تعالیٰ جانتا ہے اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا آپ کے رب کی طرف ہے اس کی انتہاء۔ قیامت کا جو صحیح وقت ہے اس کو رب تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی نہیں جانتا وہ رب تعالیٰ کے پاس راز ہے۔

احادیث میں اتنا آتا ہے کہ جمعہ کا دن ہوگا، دس محرم کی تاریخ ہوگی۔ لیکن وہ جمعہ کس سال کا ہوگا، کس مہینے کا ہوگا، کون سی صدی کا ہوگا؟ اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اور جس روایت میں دس محرم کا ذکر ہے وہ نہایت ہی کمزور روایت ہے۔ اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ صحیح روایت اتنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن پیدا کیا، جمعہ کے دن جنت میں داخل کیا، جمعہ والے دن جنت سے نکالا اور جمعہ والے دن ہی قیامت قائم ہوگی۔

فرمایا اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا پختہ بات ہے آپ ڈرانے والے ہیں اس شخص کو جو قیامت سے ڈرتا ہے۔ قیامت کا علم آپ کے بس میں نہیں ہے آپ کا کام صرف ڈرانا ہے۔ آج تو یہ قیامت کا وقت پوچھتے ہیں مگر جب وہ برپا ہو جائے گی كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا گویا کہ وہ جس دن دیکھیں گے قیامت کو تو ایسے محسوس کریں گے لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا کہ وہ نہیں ٹھہرے دنیا میں مگر پچھلا پہر یا پہلا پہر۔ یعنی ایسے محسوس کریں گے کہ ہم دنیا میں تھوڑا عرصہ رہے ہیں۔ کوئی کہے گا سَاعَةً مِّنَ

النَّهَارِ ایک گھنٹہ رہے ہیں دنیا میں۔ کوئی ایک دن کہے گا۔ مختلف تعبیریں ہوں گی مگر اتنی بات قطعی اور یقینی ہے کہ آخرت کی طویل زندگی کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کچھ نہیں ہے۔ یہ سب تعبیریں قلت پر دال ہوں گی۔ لیکن جب قیامت قائم ہوگی تو نتیجہ سامنے آجائے گا۔

تفسیر

سُورۃ عَبَسَ

(مکمل)

جلد ۲۱

ایاتها ۴۲ ۸۰ سُورَةُ عَبَسَ مَكِّيَّةٌ ۲۴ رکوعها ۱

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

عَبَسَ وَتَوَلّٰىٓ ۙ﴿۱﴾ اَنۡ جَآءَهُ الۡاَعۡمٰى ؕ﴿۲﴾ وَمَا يُدۡرِيۡكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰىٓ ۙ﴿۳﴾ اَوۡ يَذَّكَّرُ فَتَنۡفَعَهُ الذِّكۡرٰى ؕ﴿۴﴾ اَمَّا مَنِ اسۡتَغۡنٰى ۙ﴿۵﴾ فَاَنۡتَ لَهٗ تَصَدّٰى ؕ﴿۶﴾ وَمَا عَلَيۡكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ؕ﴿۷﴾ وَاَمَّا مَنۡ جَآءَكَ يَسۡعٰى ۙ﴿۸﴾ وَهُوَ يَخۡشٰى ۙ﴿۹﴾ فَاَنۡتَ عَنۡهُ تَلَهّٰى ۚ﴿۱۰﴾ كَلَّاۤ اِنَّهَا تَذۡكِرَةٌ ۚ﴿۱۱﴾ فَمَنۡ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۘ﴿۱۲﴾ فِىۡ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۙ﴿۱۳﴾ مَّرۡفُوۡعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۙ﴿۱۴﴾ بِاَيۡدِىۡ سَفَرَةٍ ۙ﴿۱۵﴾ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ؕ﴿۱۶﴾ قُتِلَ الۡاِنۡسَانُ مَاۤ اَكۡفَرَهٗ ؕ﴿۱۷﴾ مِنۡ اَىِّ شَىۡءٍ خَلَقَهٗ ؕ﴿۱۸﴾ مِنۡ نُّطۡفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۙ﴿۱۹﴾ ثُمَّ السَّبِيۡلَ يَسَّرَهٗ ۙ﴿۲۰﴾ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقۡبَرَهٗ ۙ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنۡشَرَهٗ ؕ﴿۲۲﴾

عَبَسَ تیوری چڑھائی وَتَوَلّٰى اور اعراض کیا اَنۡ جَآءَهُ الۡاَعۡمٰى اس واسطے کہ آیا ان کے پاس نابینا وَمَا يُدۡرِيۡكَ اور آپ کو کس نے بتلایا لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰى شاید کہ وہ پاک ہوجائے اَوۡ يَذَّكَّرُ یا وہ نصیحت حاصل کرے فَتَنۡفَعَهُ الذِّكۡرٰى پس اس کو نفع دیتی نصیحت اَمَّا مَنِ اسۡتَغۡنٰى بہرحال جس شخص نے بے پروائی اختیار کی فَاَنۡتَ لَهٗ تَصَدّٰى پس آپ اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں وَمَا عَلَيۡكَ اَلَّا يَزَّكّٰى حالانکہ آپ کے

ذمہ نہیں ہے کہ وہ ضرور تزکیہ حاصل کرے وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى اور بہر حال جو دوڑتا ہوا آیا آپ کے پاس وَهُوَ يَخْشٰى اور وہ ڈرتا بھی ہے فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى پس آپ اس سے غفلت برتتے ہیں كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ خبردار یہ آیات نصیحت ہیں فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ پس جو شخص چاہے اس نصیحت کو قبول کرے فِيْ صُحُفٍ صحیفوں میں لکھی ہوئی ہے مُّكَرَّمَةٍ جو عزت والے ہیں مَّرْفُوْعَةٍ بلند ہیں مُّطَهَّرَةٍ پاک ہیں بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں كِرَامٍ جو بڑے بزرگ بَرَرَةٍ شریف ہیں (نیک ہیں) قُتِلَ الْاِنْسَانُ مارا جائے انسان مَآ اَكْفَرَهٗ کس چیز نے اس کو کفر پر آمادہ کیا ہے مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ کس چیز سے اس کو پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے مِنْ نُّطْفَةٍ نطفے سے خَلَقَهٗ پیدا کیا اس کو فَقَدَّرَهٗ پھر اندازہ رکھا اس کا ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ پھر راستہ آسان کیا اس کے لیے ثُمَّ اَمَاتَهٗ پھر اس کو موت دی فَاَقْبَرَهٗ پھر اس کو قبر میں ڈال دیا ثُمَّ اِذَا شَآءَ پھر جب چاہے گا اَنْشَرَهٗ اٹھا دے گا اس کو۔

نام اور کوائف:

اس سورۃ کا نام ہے سورت عبس۔ اس سورت کا پہلا لفظ ہی عبس ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے تیئس ۲۳ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔

نزول کے اعتبار سے اس کا چوبیسواں نمبر ہے۔ اس کا ایک رکوع اور بیالیس ﴿۴۲﴾ آیتیں ہیں۔ یہ پہلی سورت ہے جس کا ایک رکوع ہے۔ اس کے بعد جتنی سورتیں ہیں، ایک رکوع والی ہیں۔

ایک تو عمومی تبلیغ تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امیر، غریب، اعلیٰ، ادنیٰ، سب کو کرتے تھے۔ ایک خصوصی تبلیغ تھی کہ سرداروں اور بڑے لوگوں کو جا کر سمجھاتے تھے، توحید و رسالت کی دعوت دیتے تھے کہ یہ مسلمان ہو جائیں، ان کی اولاد مسلمان ہو جائے، ان کے دوست احباب مسلمان ہو جائیں۔ ان کی وجہ سے اور بہت سے لوگوں کو بھی اسلام لانے کی توفیق ہو جائے گی۔ مگر وہ لوگ بات کو قبول نہ کرتے تھے۔ کوئی تو ایسے بے رُخی کرتا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے جاتے تو اُٹھ کر چلا جاتا کہ مجھے کام ہے، کوئی منہ پھٹ ہوتا، کہتا یہاں کیا لینے آئے ہو؟ بعضے بڑے بڑے شریف بھی ہوتے تھے جو کہتے کہ دیکھو! ہم آپ کا کلمہ قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں ہمارے پاس اپنا وقت ضائع نہ کریں۔ الغرض جیسے جیسے جس کا مزاج ہوتا تھا اسی طرح کا برتاؤ کرتا تھا۔

شانِ نزول :

اتفاق کی بات ہے کہ ایک دن تقریباً سارے سردار اکٹھے ہو کر آ گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ چھیڑ خانی کے واسطے آئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں چند صحابی موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع کو غنیمت سمجھا کہ میں ان کے پیچھے پیچھے پھرتا تھا یہ قابو نہیں آتے تھے آج یہ خود آ گئے ہیں میں اپنا فریضہ ادا کرتا ہوں ان کے سامنے اسلام پیش کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑی توجہ اور اخلاص کے ساتھ ان کے سامنے توحید پیش کی، رسالت پیش کی، قیامت کا مسئلہ پیش کیا، قرآن پاک کی حقانیت سمجھائی۔ گفتگو کے

دوران میں ایک نابینا صحابی حضرت عبد اللہ بن عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آ گئے۔ گفتگو ہو رہی تھی وہ سنتے رہے۔ درمیان میں وقفہ ہوا نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی بات فرمائی نہ انھوں نے کوئی سوال کیا۔ انھوں نے سمجھا کہ بات ختم ہو گئی ہے، نابینا تھے اندازہ نہ لگا سکے اور اپنا سوال شروع کر دیا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناراضی کا اظہار فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی پر ناراضی کی وجہ سے شکن (بل) پڑ گئے۔ عَبَسَ کا معنیٰ ہے پیشانی پر بل پڑ جانا اور چہرے کا کچھ اُداس ہو جانا کہ ابھی میری گفتگو ان سے ہو رہی ہے اور اس نے درمیان میں اپنی بات شروع کر دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو کچھ کہا نہیں لیکن ان کے سوال کو پسند نہ کیا، ان کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔

سرداروں کے ساتھ گفتگو دوبارہ شروع ہو گئی۔ اب عبد اللہ بن عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے اندازہ لگایا کہ میری غلطی ہے میں درمیان میں بول پڑا۔ اپنی جگہ شرمندہ ہو کر اُٹھ کر چلے گئے۔ یہ جا رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سورت نازل ہوئی۔

فرمایا عَبَسَ اس کی ضمیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف راجع ہے۔ معنیٰ ہوگا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیوری چڑھائی، ترش روئی کا اظہار کیا وَتَوَلّٰٓی اور اعراض کیا اَنْ اس واسطے کہ جَآءَهُ الْاَعْمٰى آیا ان کے پاس نابینا وَمَا يُدْرِيْكَ اور آپ کو کس نے بتلایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب ہے لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى شاید کہ وہ نابینا پاک ہو جائے، صفائی حاصل کرتا۔ مسلمان تو وہ پہلے ہی تھا آپ اس کے سوال کا جواب دیتے اس کو پاکیزگی حاصل ہوتی اَوْ يَذَّكَّرُ یا وہ نصیحت حاصل کرے۔ آپ اس کے سوال کا جواب دے دیتے اس کو نصیحت حاصل ہوتی فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى پس نفع دیتی اس کو

نصیحت۔ خود بھی عمل کرتے دوسرے لوگوں کو بھی بتلاتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف توجہ نہیں کی اَمَّامَنِ اسۡتَغۡنٰی بہر حال جس شخص نے بے پروائی اختیار کی اسلام سے فَاَنۡتَ لَہٗ تَصَدّٰی پس آپ اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ یہ اسلام قبول کرنے کے لیے نہیں آئے چھیڑ خانی اور شرارت کے لیے آئے ہیں، ان کی نیت ٹھیک نہیں ہے وَمَا عَلَیۡکَ اَلَّا یَزَّکّٰی حالانکہ آپ کے ذمہ نہیں ہے کہ وہ ضرور تزکیہ حاصل کرے۔ ان کا ایمان لانا آپ کے ذمہ نہیں ہے۔

ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے :

ہدایت دینا رب تعالیٰ کا کام ہے۔ سورۃ القصص آیت نمبر ٥٦ میں ہے اِنَّکَ لَا تَھۡدِیۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ "بے شک آپ ہدایت نہیں دے سکتے اس کو جس سے آپ کو محبت ہو لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔"

اگر ہدایت پیغمبروں کے اختیار میں ہوتی تو حضرت آدم علیہ السلام اپنے بیٹے قابیل کو نافرمان نہ ہونے دیتے، حضرت نوح علیہ السلام اپنے بیٹے کنعان کو ہدایت دے دیتے جس نے ساری زندگی اپنے باپ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ مقابلہ کے رکھا آخر دم تک ایمان نہیں لایا۔ حضرت نوح علیہ السلام اپنی بیوی واعلہ کو ہدایت دے دیتے، حضرت لوط علیہ السلام اپنی بیوی کو ہدایت دے دیتے جو آخر تک مخالف ہی رہی ہے۔ بیٹیاں تھیں بیٹا کوئی نہیں تھا بیٹیوں نے بھی کہا اماں جی! ابا جی کا کلمہ پڑھ لو۔ بیٹیوں کو گھورتی تھی کہ میرے سامنے کلمے کا نام نہ لو۔ ہدایت اگر پیغمبر کے اختیار میں ہوتی تو جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد آزر کو ہدایت دے دیتے۔ اگر بس میں ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیاوی لحاظ سے اپنے مہربان چچا عبد مناف ابو طالب کو ہدایت دے دیتے۔

ایک روایت کے مطابق آٹھ سال کی عمر مبارک میں ان کی تحویل میں گئے۔ ایک تاریخی روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت بارہ سال تھی۔ تو بارہ سال سے لے کر پچاس سال کی عمر مبارک تک اس چچے نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی، لوگوں کا مقابلہ کیا، لوگوں سے ناراض ہوئے اور بہت کچھ ہوا مگر کلمہ نہیں پڑھا۔ اقرار کرنے کے باوجود کہ آپ جو کہتے ہیں صحیح ہے۔ ایک موقع پر کہا:

وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّ دِیْنَ مُحَمَّدٍ مِنْ خَیْرِ اَدْیَانِ الْبَرِیَّۃِ دِیْنًا

"تحقیق میں جانتا ہوں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دین دنیا کے تمام ادیان سے اچھا ہے۔" مگر میں نے دھرم نہیں چھوڑنا، تو ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

فرمایا کہ آپ کے ذمہ نہیں ہے کہ وہ ضرور تزکیہ حاصل کرے۔ یہ سردار لوگ نہیں سنورتے تو نہ سنوریں ان کا سنورنا آپ کے ذمہ نہیں ہے۔ آپ کے ذمے ہے پہنچا دینا یَآاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ﴿المائدہ: ۶۷﴾ "اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ پہنچا دیں وہ چیز جو نازل کی گئی آپ کی طرف آپ کے پروردگار کی طرف سے۔" جو احکام رب تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئے ہیں وہ پہنچا دیں پیچھے پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔

وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ یَسْعٰی اور بہر حال جو دوڑتا ہوا آیا آپ کے پاس وَهُوَ یَخْشٰی اور وہ ڈرتا بھی ہے اللہ تعالیٰ سے فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰی پس آپ اس سے غفلت برتتے ہیں۔ یہ نابینا بے چارہ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہے آپ کے پاس دوڑتا ہوا آیا ہے آپ نے اس کی طرف توجہ نہیں دی اور وہ سردار جو بے پرواہیں محض چھیڑ خانی کے لیے آئے ہیں نہ اسلام قبول کرنے کے لیے آئے ہیں اور نہ ہی انھوں نے

اسلام قبول کرنا ہے آپ اُن کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔

ان آیات کے نازل ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ صحابہ جو مجلس میں تھے ان سے فرمایا کہ فوراً نابینے کو تلاش کر کے لاؤ۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاصد ان کے پاس پہنچے تو وہ پریشان ہو گئے کہ میں نے غلطی کی تھی کہ گفتگو کے دوران میں خواہ مخواہ اپنی بات شروع کر دی شاید آپ مجھے سزا دیں۔

بہر حال بے چارہ کانپتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک چادر ہوتی تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کندھے پر رکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر بچھائی اور فرمایا کہ اس پر بیٹھو۔ کہنے لگا حضرت! میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر پر کس طرح بیٹھ سکتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں تو نے میری چادر پر بیٹھنا ہے۔ حکم تھا، بیٹھ گئے۔ سردار اس وقت چلے گئے تھے ان میں سے کوئی بھی مسلمان نہ ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سورت کریمہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن ام مکتوم کو سنائی اور فرمایا کہ تیری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے ڈانٹا ہے گو میری نیت غلط نہ تھی۔ میرا خیال تھا کہ یہ لوگ میرے قابو نہیں آتے تھے آج خود آ گئے ہیں تو میں ان کو دین اچھی طرح سمجھا دوں۔ تیری بے قدری مقصود نہیں تھی آپ تو پھر بھی پوچھ لیں گے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو پسند نہیں کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو دفعہ اپنی عدم موجودگی میں ان کو مدینہ طیبہ کا گورنر مقرر فرمایا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاد کے لیے تشریف لے گئے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی ذہانت بھری چال:

قادسیہ کی لڑائی جو بڑی سخت اور مشہور جنگ ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوئی

ہے۔ یہ کہنے لگے کہ میں نے بھی آپ کے ساتھ جانا ہے۔ لوگوں نے کہا حضرت! آپ حافظِ قرآن ہیں اور قرآن میں موجود ہے لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ نابینا اگر جہاد نہیں کرتا تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے، وہ معذور ہے۔ کہنے لگے ٹھیک ہے میں جانتا ہوں کہ رب تعالیٰ نے چھوٹ دی ہے مگر میرے جانے میں گناہ بھی تو نہیں ہے۔ ساتھیوں نے کہا حضرت! آپ کریں گے کیا؟ فرمایا اور کچھ نہیں تو میں اذانیں دوں گا تمھیں نمازیں پڑھاؤں گا۔

ایک دن صبح سویرے نماز سے فارغ ہوئے جنگ کی تیاری ہو رہی تھی۔ کہنے لگے دشمن ہم سے کتنا دور ہے؟ ساتھیوں نے بتلایا کہ ایک فرلانگ یا دو فرلانگ کے فاصلے پر ہے، مثال کے طور پر۔ کہنے لگے درمیان میں زمین ہموار ہے یا اونچ نیچ ہے؟ ساتھیوں نے بتلایا کہ ہموار ہے۔ کہنے لگے جھنڈا مجھے دو۔ اس وقت جھنڈا امیرِ لشکر کے پاس ہوتا تھا۔ ساتھیوں نے پوچھا حضرت! آپ جھنڈے کا کیا کریں گے؟ کہنے لگے جھنڈے کو ہاتھ لگانا تو کوئی گناہ نہیں ہے۔ جھنڈا ان کے ہاتھ میں پکڑا دیا گیا۔ جھنڈا لے کر دشمن کی طرف دوڑ لگا دی۔ ساتھی پریشان ہوئے کہ بزرگ صحابی ہیں، نابینا ہیں، وہ اِن کو شہید کر دیں گے۔ ان کی جان بچانے کے لیے ساتھی ان کے پیچھے دوڑے۔ دشمن کھانے پینے میں مصروف تھے اُنھوں نے سمجھا کہ حملہ ہو گیا ہے، وہ اسلحہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ان کا علاقہ بھی صحابہ کے قبضے میں آ گیا اور اسلحہ بھی۔ بعد میں ساتھیوں نے کہا حضرت! آپ نے یہ عجیب کام کیا ہے۔ کہنے لگے میرا بھی یہی مقصد تھا کہ ان کے ناشتے کا وقت ہے بے خبر ہیں جب ان کی طرف دوڑوں گا چونکہ میں نابینا ہوں میرے ساتھی میری مدد کے لیے آئیں گے اور ایسا ہی ہوا۔ ان کا علاقہ بھی تمھارے قبضے میں آ گیا اور اسلحہ بھی۔

یہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
بہرحال جو دوڑتا ہوا آیا آپ کے پاس اور وہ ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ سے آپ اس سے غفلت
برتتے ہیں کَلَّآ خبردار! اِنَّھَا تَذْکِرَۃٌ خبردار یہ قرآن پاک کی آیات نصیحت
ہیں فَمَنْ شَآءَ ذَکَرَہٗ پس جو شخص چاہے اس نصیحت کو قبول کرے۔ ہم جبر نہیں
کرتے رب تعالیٰ ہدایت اسے دیتا ہے جو ہدایت کو قبول کرے۔ اس نے اختیار دیا ہے
فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ ﴿الکھف:۲۹﴾ "پس جس کا جی چاہے ایمان
قبول کرے اپنی مرضی سے اور جو چاہے کفر اختیار کرے اپنی مرضی سے، کوئی جبر نہیں
ہے۔"

فِیْ صُحُفٍ مُّکَرَّمَۃٍ عزت والے صحیفوں میں لکھی ہوئی ہے۔ صحف
صحیفۃ کی جمع ہے، اس کا معنیٰ ہے کاپی۔ لوح محفوظ میں قرآن کریم کی سورتوں کی الگ
الگ کاپیاں ہیں مَّرْفُوْعَۃٍ جو بلند ہیں۔ یعنی بلند مقام میں ہیں مُّطَھَّرَۃٍ پاک
ہیں۔ وہ صحیفے بڑے پاکیزہ ہیں جن میں قرآن کریم ہے بِاَیْدِیْ سَفَرَۃٍ۔ سَفَرَۃ
سَافِرٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے لکھنے والا۔ لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ وہ کون
ہیں کِرَامٍ بَرَرَۃٍ۔ کرام کریم کی جمع ہے۔ معنیٰ ہے بزرگ۔ اور بَرَرَہ بَآرٌّ
کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے نیک صالح۔ اس کے لکھنے والے بڑے بزرگ، نیک اور
صالح ہیں قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَکْفَرَہٗ مارا جائے انسان کس چیز نے اس کو کفر پر آمادہ کیا
ہے۔

کافر انسان کی بات ہو رہی ہے کہ کافر انسان غارت ہو جائے اس کو علم نہیں ہے
مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَہٗ کس چیز سے اس کو پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے۔ تجھے اگر شرم آئے تو ہم بتا

دیتے ہیں مِنْ نُّطْفَةٍ نطفے سے پیدا کیا ہے۔ اے انسان! تو رب تعالیٰ کے ساتھ متکا (ضد) لگاتا ہے اور اپنی اصل کو نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے حقیر نطفے سے پیدا کیا ہے خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ پس پیدا کیا اس کو پھر اندازہ رکھا اس کا کہ کتنے فٹ لمبا ہوگا، کتنا موٹا ہوگا، کالا ہوگا، گورا ہوگا، ذہین ہوگا، غبی ہوگا۔ ساری تقدیریں رب تعالیٰ نے فرمائی ہیں ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ پھر راستہ آسان کر دیا اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے۔ ماں کے پیٹ سے اچھا خاصا تنومند بچہ کس طرح باہر نکلتا ہے؟ یہ رب تعالیٰ کی قدرت ہے۔ پھر بود و باش کے راستے کس نے آسان کیے؟ رب تعالیٰ نے کیے ثُمَّ اَمَاتَهٗ پھر اس کو رب تعالیٰ نے موت دی فَاَقْبَرَهٗ پھر اس کو قبر میں ڈال دیا۔ یعنی حکم دیا کہ اس کو قبر میں ڈال دو۔

جس سرزمین پر قرآن نازل ہوا ہے ان علاقوں میں مردوں کو دفن کرتے تھے۔ مشرکین بھی اور یہودی اور عیسائی بھی، جلاتے نہیں تھے۔ تو ان کو سامنے رکھ کر فرمایا ہے ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ پھر جب چاہے گا اس کو اٹھا دے گا اور وہ رب تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہوگا۔

كَلَّا لَمَّا

يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ﴿۲۳﴾ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ﴿۲۴﴾ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴿۲۵﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴿۲۶﴾ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ﴿۲۷﴾ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ﴿۲۸﴾ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ﴿۲۹﴾ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿۳۰﴾ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ﴿۳۱﴾ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۲﴾ فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿۳۳﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿۳۴﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿۳۵﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ﴿۳۶﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿۳۷﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿۳۸﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿۳۹﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿۴۰﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿۴۱﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿۴۲﴾ ع

كَلَّا خبردار لَمَّا يَقْضِ ابھی تک پورا نہیں کیا (انسان نے) مَآ اَمَرَهٗ وہ جس کا اس کو حکم دیا فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ پس چاہیے کہ دیکھے انسان اِلٰى طَعَامِهٖ اپنے کھانے کی طرف اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا بے شک ہم نے برسایا پانی کو برسانا ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا پھر پھاڑا ہم نے زمین کو پھاڑنا فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا پھر اگایا ہم نے اس میں اناج وَّعِنَبًا اور انگور وَّقَضْبًا اور ترکاریاں وَّزَيْتُوْنًا اور زیتون وَّنَخْلًا اور کھجوریں وَّحَدَآئِقَ اور باغات غُلْبًا گھنے وَّفَاكِهَةً اور

پھل وَّاَبًّا اور چارا مَّتَاعًا لَّكُمْ تمھارے فائدے کے لیے وَ لِاَنْعَامِكُمْ اور تمھارے مویشیوں کے لیے فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ پس جب آئے گی چیخ (کانوں کو پھوڑنے والی) يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ جس دن بھاگے گا آدمی مِنْ اَخِيْهِ اپنے بھائی سے وَاُمِّهٖ اور اپنی ماں سے وَاَبِيْهِ اور اپنے باپ سے وَصَاحِبَتِهٖ اور اپنی بیوی سے وَبَنِيْهِ اور اپنی اولاد سے لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ ہر آدمی کے لیے ان میں سے يَوْمَئِذٍ اُس دن شَاْنٌ حال ہوگا يُّغْنِيْهِ جو بے پروا کردے گا اس کو (دوسروں سے) وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ کچھ چہرے اس دن مُّسْفِرَةٌ روشن ہوں گے ضَاحِكَةٌ ہنسنے والے مُّسْتَبْشِرَةٌ خوشیاں منانے والے وَوُجُوْهٌ اور کچھ چہرے يَّوْمَئِذٍ اس دن عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ان پر گردو غبار ہوگا تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ چھا جائے گی ان کے چہروں پر تارکول (سیاہی) اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ یہی لوگ ہیں کفر کرنے والے فسق وفجور کرنے والے۔

ربط آیات:

ان آیات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا قُتِلَ الْاِنْسَانُ مارا جائے انسان مَآ اَكْفَرَهٗ کس چیز نے اس کو کفر پر آمادہ کیا ہے۔ کس چیز سے اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا کیا، حقیر نطفے سے پیدا کیا، پھر اس کا اندازہ ٹھہرایا، پھر ماں کے پیٹ سے باہر آنے کے لیے راستہ آسان فرمایا، پھر اس کو موت دی اور حکم دیا اس کو قبر میں ڈالنے کا، پھر

قبر سے اُٹھائے گا اور اس سے دنیاوی زندگی کا حساب کتاب لیا جائے گا۔

مگر اس کی حالت یہ ہے کہ اس کے ذمے جو کام لگایا تھا وہ اس نے ابھی تک نہیں کیا۔ کَلَّا ۔ یہ لفظ قرآن کریم میں تین معانی میں استعمال ہوا ہے۔

❶..... ایک حقًّا کے معنٰی میں، یعنی پکی بات ہے۔

❷..... دوسرا ہرگز نہیں کے معنٰی میں استعمال ہوا ہے۔

❸..... تیسرا خبردار کے معنٰی میں استعمال ہوا ہے۔

تینوں معنٰی صحیح ہیں۔ کَلَّا لَمَّا یَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ پکی بات ہے، ہرگز نہیں، خبردار! ابھی تک پورا نہیں کیا انسان نے وہ جس کا اس کو حکم دیا۔ رب تعالیٰ نے انسان کو جو حکم دیا مجموعی طور پر انسان نے اس کو پورا نہیں کیا۔ اور یہ مشاہدے کی بات ہے کہ انسان نے وہ بات پوری نہیں کی جس کا اس کو حکم دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے انسان! میری نعمتوں کو دیکھ اور ان سے میری قدرت کو سمجھ کہ جو نعمتیں رب تعالیٰ نے پیدا کی ہیں اور کوئی پیدا کر سکتا ہے؟ جس ذات نے یہ سب کچھ کیا ہے وہی قیامت قائم کر کے حساب کتاب بھی لے گا۔

فرمایا فَلْیَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰی طَعَامِهٖۤ پس چاہیے کہ دیکھے انسان اپنے کھانے کی طرف کہ کتنی قوتیں اس کے تیار کرنے میں لگی ہوئی ہیں۔ وہ قوتیں کس نے پیدا کی ہیں۔ کھانے کے تیار کرنے میں رب تعالیٰ کی قدرت دیکھ۔ فرمایا اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا بے شک برسایا ہم نے پانی آسمان کی طرف سے برسانا ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا پھر ہم نے پھاڑا زمین کو پھاڑنا۔ ہم اگر نہ پھاڑتے تو اتنا نرم و نازک پودا زمین سے باہر کس طرح آسکتا تھا۔ یہ بارش برسانے والا کون ہے؟ زمین کو پھاڑ کر فصلیں

اُگانے والا کون ہے؟ انگوری سے لے کر پھل تک پہنچانے والا کون ہے؟ جب زمین سے نکلتا ہے تو اکیلا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے وحدہٗ لاشریک ہونے کی گواہی دے رہا ہوتا ہے۔ ع

ہر گیا ہے کہ از زمیں روید
وحدہٗ لا شریک لہٗ گوید

وہ زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ میرا پیدا کرنے والا ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

فرمایا ہم نے پانی برسایا پھر زمین کو پھاڑا فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا پھر اُگایا ہم نے اس میں اناج، دانے اُگائے، فصلیں اُگائیں وَّعِنَبًا اور انگور اُگائے وَّقَضْبًا اور ترکاریاں اُگائیں۔ ساگ، پالک، مولی، گاجر، آلو، گوبھی وغیرہ رب تعالیٰ کے سوا کون اُگانے والا ہے۔ یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے پیدا کی ہیں

زیتون کی خوبیاں :

وَّزَيْتُوْنًا اور زیتون اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا جسے ہم خوراک کے طور پر بھی استعمال کرتے ہیں۔ مالش اور چراغ کے طور پر بھی استعمال کرتے ہیں۔ وہ گھی جو جانوروں سے حاصل ہوتا ہے طبی اعتبار سے زیتون اس سے زیادہ فائدے مند ہے۔ گائے، بھینس کا گھی ان لوگوں کے لیے تو مفید ہے جو بدن سے مشقت کا کام لیتے ہیں۔ اور جو لوگ بدنی مشقت کا کام نہیں کرتے ان کے اعصاب کو آہستہ آہستہ کمزور کر دیتا ہے۔ اعصاب میں ایسا مواد پیدا ہو جاتا ہے کہ اس کی وجہ سے ان پر ضعف آجاتا ہے۔ اور زیتون کے تیل میں اللہ تعالیٰ نے یہ خوبی رکھی ہے کہ اعصاب کے اندر جو نالیاں ہیں ان کو صاف رکھتا ہے۔ جیسے اصل سرمہ آنکھوں کے پیچھے جو نالیاں ہیں اور دماغ کے ساتھ

ملتی ہیں ان کو صاف رکھتا ہے۔ خصوصاً اثمد سرمہ۔ ورنہ نالیوں میں سوداوی، بلغمی، مواد جمع ہو جاتا ہے، جو بینائی پر اثر انداز ہوتا ہے اور روشنی کی ٹیوبیں ختم ہو جاتی ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا عَلَيْكُمْ بِالْإِثْمِدِ فَإِنَّهُ يَجْلُو الْبَصَرَ "اثمد سرمے کا استعمال کرو وہ آنکھوں کی بینائی کو بڑھاتا ہے۔" اثمد سرمہ سرخ رنگ کا ہوتا ہے مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ اور جدہ سے ملتا ہے۔ (یہ ڈلی کی شکل میں لینا چاہیے اور خود پیسنا چاہیے وہاں سے جو پسا ہوا ملتا ہے اس میں اکثر ملاوٹ ہوتی ہے۔ مرتب) ہر مقام میں آج کل دھوکا بازی ہے اور یہ مسلمانوں کا شیوہ بن گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بچائے۔

وہ مذہب جس میں نری صداقت اور دیانت تھی آج اس مذہب کے ماننے والے برائیوں کے ٹھیکے دار بن گئے ہیں۔ یہ جن چیزوں کو مٹانے کے لیے آئے تھے آج ان چیزوں کی آبیاری کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے!

عرب چاول اور اخروٹ سے آشنا نہ تھے :

فرمایا وَّنَخْلًا اور کھجوریں پیدا کیں۔ کھجوریں عرب کی خوراک تھیں۔ آج تو ذرائع پیدا ہو گئے ہیں اور ہر چیز وہاں پہنچنے لگ گئی ہے ورنہ ایک وقت تھا کہ چاول وغیرہ جو چیزیں ہم استعمال کرتے ہیں ان کو وہ پہچانتے بھی نہیں تھے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فاتح مصر نے جب مصر فتح کیا تو وہاں سے چاولوں کی بوریاں ملیں تو انھوں نے ان کو استعمال نہ کیا کہ نہ معلوم یہ کیا چیز ہے۔ جانوروں کی خوراک ہے یا دشمنوں نے ہمارے لیے زہر ڈال رکھا ہے۔

پھر کہنے لگے ایسا کرو کہ ان کو گھوڑوں کے آگے ڈالو دیکھو! کیا اثر کرتے ہیں؟ کوئی مرتا ہے یا نہیں۔ ایک دن چاول ڈالے، دوسرے دن چاول ڈالے، گھوڑے پہلے سے

زیادہ موٹے تازے ہو گئے۔ پھر وہاں کے مقامی لوگوں سے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ یہ ہماری خوراکوں میں سے بہترین خوراک ہے اور پکانے کا طریقہ بتایا۔

ترکی کے علاقے میں دو اخروٹ ملے، گول مول۔ بالکل علم نہ تھا کہ یہ کیا چیز ہے؟ وہاں کے چرواہوں نے ایک دانہ توڑ کر دکھایا، اس میں سے گری نکال کر دکھائی۔ جب عرب مجاہدوں نے اخروٹ توڑ کر مغز نکال کر کھایا تو کہنے لگے سُبْحَانَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْزَاقَ بِالْاَحْجَارِ "پاک ہے وہ ذات جس نے پتھروں میں روزی پیدا کی ہے۔" تو ان کو چاولوں کا علم نہ تھا، اخروٹ کا علم نہ تھا، کھجور ستو وغیرہ ان کی خوراک تھی۔

فرمایا وَّحَدَآئِقَ۔ یہ حدیقۃٌ کی جمع ہے اور حدیقۃٌ کا معنٰی ہے باغ۔ مگر ایسا باغ کہ جس کے ارد گرد دیوار ہو۔ پتھروں کی ہو چاہے اینٹوں کی ہو، مٹی کی ہو یا درختوں کی ہو۔ معنٰی ہوگا اور باغات پیدا کیے غُلْبًا گھنے۔ غُلْبًا غُلْبٰی کی جمع ہے۔ اس کا معنٰی ہے وہ عورت جس کی گردن موٹی ہو۔ اور ظاہر بات ہے کہ جس کی گردن موٹی ہو گی اس کی رگیں نظر نہیں آئیں گی۔ تو مراد ہے ایسے باغ جن کی ٹہنیاں ٹہنیوں میں گھسی ہوئی ہوں کوئی تمیز نہ ہو کہ یہ کس درخت کی ٹہنی ہے اور یہ کس درخت کی ٹہنی ہے؟ معنٰی ہوگا گھنے باغ وَّفَاکِهَةً اور پھل۔ رب تعالیٰ نے پیدا کیے وَّاَبًّا اور چارا پیدا کیا ہے مَّتَاعًا لَّکُمْ فائدہ ہے تمھارے لیے وَلِاَنْعَامِکُمْ اور تمھارے جانوروں کے لیے فائدہ ہے۔ یاد رکھو! جس رب نے ان سب چیزوں کو پیدا کیا ہے وہی قیامت قائم کرے گا اس کے لیے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔

فرمایا فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ پس جس وقت آئے گی چیخ جو کانوں کے پردے پھاڑ دے گی۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام جس وقت صور پھونکیں گے اس کو دور والے بھی ایسے

ہی سنیں گے جیسے قریب والے سنیں گے۔ایسی سخت آواز ہوگی کہ کانوں کے پردے پھٹ جائیں گے۔آج بھی تیز آواز سے کانوں کے پردے پھٹ جاتے ہیں۔بعض دفعہ بجلی کی کڑک کی وجہ سے کانوں کے پردے پھٹ جاتے ہیں۔اطباء لکھتے ہیں کہ جس وقت بجلی چمکے اس کی طرف نہیں دیکھنا چاہیے۔ہوسکتا ہے بجلی کی طرف دیکھنے کی وجہ سے تمھاری آنکھوں کی بینائی ختم ہوجائے۔

میدانِ محشر میں لوگوں کا حشر :

وہ ایسا دن ہوگا یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے وَاُمِّهٖ اور اپنی ماں سے بھاگے گا وَاَبِیْهِ اور اپنے باپ سے بھاگے گا وَصَاحِبَتِهٖ اور اپنی بیوی سے بھاگے گا وَبَنِیْهِ اور اپنی اولاد سے دوڑے گا۔

روایت تم پہلے سن چکے ہو کہ ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی۔نیکیوں کا پلہ بھاری ہو تو جنت میں چلے جائیں اور بدیوں کا پلہ بھاری ہو تو دوزخ میں۔اب ایک آدمی کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہیں۔مثلاً: نیکیاں بھی پچاس ہیں اور بدیاں بھی پچاس ہیں۔رب تعالیٰ اس آدمی سے فرمائیں گے کہ ایک نیکی تلاش کر کے لا تاکہ تیرا نیکیوں والا پلہ بھاری ہوجائے۔وہ بڑا خوش ہوگا کہ ایک نیکی میں آسانی کے ساتھ تلاش کرلوں گا۔اپنے بھائی کے پاس جائے گا۔جو دنیا میں اس کا دست و باز و تھا۔کہے گا بھائی جان! میرے پاس ایک نیکی کی کمی ہے مجھے ایک نیکی دے دو۔وہ کہے گا یہ بات نہ کرنا۔پریشان ہوکر دوست کے پاس جائے گا جس کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا تھا، کھاتا پیتا تھا۔کہے گا یار! ایک نیکی کی کمی ہے مجھے دے دو تاکہ میری نیکیوں کا پلہ بھاری ہوجائے۔وہ بھی انکار کردے گا۔پھر خاوند ہے تو بیوی کے پاس جائے گا، بیوی ہے تو خاوند کے پاس جائے

گی ۔ وہ بھی انکار کر دے گا۔ پھر والد کے پاس جائے گا وہ بھی کہے گا جا اپنا کام کر میں تجھے نیکی دے کر خود کہاں جاؤں گا۔ آخر میں ماں کے پاس جائے گا۔ کہے گا اَتَعْرِفُنِیْ "کیا مجھے پہچانتی ہے۔" وہ کہے گی ہاں! تجھے پہچانتی ہوں تو میرا بیٹا ہے۔ میں نے تجھے تکلیف کے ساتھ پیٹ میں اُٹھایا، پھر تجھے جنا، پھر تجھے دودھ پلایا، پھر تجھے پالا کہ تو چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا۔ کہے گا امی! مجھے ایک نیکی دے دو تا کہ میرا نیکیوں والا پلہ بھاری ہو جائے۔ ماں کہے گی پیچھے ہٹ جا تجھے نیکی دے کر میں کہاں جاؤں گی۔

میدان محشر میں ہر ایک کو اپنی اپنی فکر ہو گی۔ آج دنیا میں بے شمار مثالیں ہیں کہ بھائی بھائی کے لیے جان دے دیتا ہے، ماں کے لیے جان دے دیتا ہے، بیوی کی عزت بچانے کے لیے جان دے دیتا ہے، یاروں دوستوں کے لیے جان دے دیتا ہے لیکن وہاں ایک نیکی دینے کے لیے تیار نہیں ہوگا۔ بڑا مشکل دن ہوگا لِکُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ ہر آدمی کے لیے ان میں سے یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ اُس دن حال ہوگا یُّغْنِیْهِ جو بے پروا کر دے گا اس کو دوسروں سے۔ ہر ایک کو اپنی جان کی مصیبت پڑی ہوگی کوئی کسی کی طرف توجہ نہیں کر سکے گا۔ نہ ماں، نہ باپ، نہ بیوی، نہ اولاد، نہ کوئی دوست عزیز، کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ﴿النجم: ۳۸﴾ کوئی کسی کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔

آج دنیا میں یاری دوستی نبھانے کے لیے قتل تک کے بوجھ اُٹھا لیتے ہیں یار کی جان بچانے کے لیے۔ وہاں کوئی کسی کا نہیں ہوگا وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ کچھ چہرے اس دن روشن ہوں گے۔ یہ مومن ہوں گے نیک عمل کرنے والے جنھوں نے توحید و سنت پر چل کر رب تعالیٰ کو راضی کیا اور بدعات اور خرافات سے بچے ضَاحِکَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ

ہنسنے والے خوشیاں منانے والے ہوں گے وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ اور کچھ چہرے اس دن عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ان پر گردو غبار ہوگا تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ چھا جائے گی ان کے چہروں پر تارکول۔ یہ جو سڑکوں پر لُک ڈالی جاتی ہے وہ ان کے چہروں پر ملی جائے گی۔ یہ علامت ہوگی مشرکوں اور بدعتیوں کی۔ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ "اس دن کئی چہرے سیاہ ہوں گے اور کئی چہرے سفید ہوں گے۔" ﴿آل عمران:۱۰۶﴾

اہل سنت والجماعت کے چہرے سفید ہوں گے اور اہل بدعت کے سیاہ ہوں گے۔ یہ معنیٰ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کرتے ہیں اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ۔ کفرۃٌ کافر کی جمع ہے اور فجرۃٌ فاجر کی جمع ہے۔ یہی لوگ ہیں کفر کرنے والے، فسق و فجور کرنے والے۔ عقیدے کے لحاظ سے کافر ہوں گے، عمل کے لحاظ سے فاجر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان میں سے نہ کرے۔ پہلوں میں سے کرے۔

تفسیر

سُورَۃُ التَّکْوِیر

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتھا ۲۹ ۸۱ سُوْرَةُ التَّكْوِيْرِ مَكِّيَّةٌ ۷ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ﴿۱﴾ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ﴿۲﴾ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ﴿۳﴾ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ﴿۴﴾ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ﴿۵﴾ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ﴿۶﴾ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ﴿۷﴾ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ﴿۸﴾ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ﴿۹﴾ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ﴿۱۰﴾ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ﴿۱۱﴾ وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ﴿۱۲﴾ وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ﴿۱۳﴾ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ﴿۱۴﴾

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ جس وقت سورج کو لپیٹ دیا جائے گا وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ اور جس وقت ستارے گر پڑیں گے وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ اور جس وقت پہاڑ چلائے جائیں گے وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ اور جس وقت (دس ماہ کی) گابھن اُونٹیاں چھوڑ دی جائیں گی وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ اور جس وقت وحشی جانور اکٹھے کر دیئے جائیں گے وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ اور جس وقت سمندروں کو آگ لگا دی جائے گی وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ اور جس وقت جانوں کو جوڑ دیا جائے گا وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ اور جس وقت زندہ درگور کی گئی بچی سے سوال کیا جائے گا بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ

کس گناہ کے بدلے وہ قتل کی گئی وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ اور جس وقت صحیفے کھول دیئے جائیں گے وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ اور جس وقت آسمان کا چھلکا اتار دیا جائے گا وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ اور جس وقت دوزخ کو بھڑکا دیا جائے گا وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ اور جس وقت جنت کو قریب کر دیا جائے گا عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ جان لے گا ہر نفس جو اس نے حاضر کیا ہے۔

نام وکوائف:

اس سورت کا نام تکویر ہے۔ اس کی پہلی آیت کریمہ میں كُوِّرَتْ کا لفظ موجود ہے۔ جس سے سورت کا نام تکویر ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس کا ایک رکوع اور انتیس ۲۹ آیتیں ہیں۔ تکویر کا لفظی معنیٰ ہے کسی چیز کو غلاف میں لپیٹ دینا۔ ایک وقت آئے گا اللہ تبارک وتعالیٰ سورج کی روشنی کو سلب کر لیں گے۔ جیسے کسی چیز کو غلاف میں لپیٹ کر رکھ دیا جاتا ہے اسی طرح سورج کو تہہ کر کے رکھ دیا جائے گا۔

آج سورج ہم سے کروڑوں میل دور ہے۔ سائنس دان کہتے ہیں چوتھے آسمان پر ہے۔ اور اس کی روشنی اور تپش بالکل ظاہر ہے۔ ظاہر چیز کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہ سورج کی روشنی لپیٹ دی جائے گی۔

موضوع سورت:

اس سورت میں قیامت کی نشانیوں کا ذکر ہے۔ کچھ نفخہ اولیٰ سے پہلے کی ہیں اور کچھ نفخۂ ثانیہ کے بعد کی ہیں۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام جب بگل پھونکیں گے دنیا کی تباہی و

بربادی کے لیے، اس کو نفخۂ اولیٰ کہتے ہیں۔ یعنی پہلی دفعہ کی پھونک۔ پھر چالیس سال کے بعد دوبارہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بگل پھونکیں گے، اس کو نفخۂ ثانیہ کہتے ہیں۔

نفخہ اولیٰ کی نشانیاں:

یہ پہلے نفخے کی نشانی ہے اِذَا الشَّمۡسُ کُوِّرَتۡ جس وقت سورج کو لپیٹ دیا جائے گا، سورج کی روشنی ختم کردی جائے گی۔

دوسری علامت: وَ اِذَا النُّجُوۡمُ انۡکَدَرَتۡ اور جس وقت ستارے گر پڑیں گے تو کیا حال ہوگا کہ ایک ایک ستارہ زمین سے بڑا ہے۔

آج سے دو تین سال پہلے کی بات ہے کہ سائنس دانوں نے شوشہ چھوڑا تھا ممکن ہے صحیح ہو کہ ایک ستارے کا تھوڑا سا حصہ الگ ہو کر گرنے والا ہے۔ اس کی وجہ سے سارے لوگوں کی نیندیں اڑ گئی تھیں۔ امریکہ والے کہہ رہے تھے کہ ہم پر گرا تو ہم مر جائیں گے، برطانیہ والوں نے کہا کہ ہم پر گرا تو ہم تباہ ہو جائیں گے، فرانس، چین والے سب پریشان تھے۔ پھر سارے سائنس دانوں نے اتفاق کیا کہ وہ ان کی طرف نہیں آئے گا دوسری طرف جائے گا۔ (پاکستانیوں کو کوئی فکر نہیں تھی۔ کیوں کہ یہ حالات کے پہلے ہی مارے ہوئے ہیں۔ مرتب)

تو ایک ستارہ بھی زمین پر گر جائے تو زمین میں کچھ بھی نہ رہے۔ تو فرمایا جب ستارے گر پڑیں گے آسمان سے نیچے زمین پر۔ نجوم نجم کی جمع ہے اور نجم کا معنیٰ ہے ستارہ۔

تیسری علامت: وَ اِذَا الۡجِبَالُ سُیِّرَتۡ۔ جِبَال جَبَلٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے پہاڑ۔ اور جس وقت یہ پہاڑ چلائے جائیں گے۔ یہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر

گرد وغبار ہو جائیں گے۔ یہ بڑے بڑے مضبوط پہاڑ کوہ ہمالیہ جیسے جو دنیا کا سب سے بلند پہاڑ ہے۔ ریزہ ریزہ ہو کر گرد وغبار کی طرح اڑیں گے وَ اِذَا الۡعِشَارُ عُطِّلَتۡ ۔ عِشار عُشَرَاءُ کی جمع ہے۔ عُشَرَاء اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو دس ماہ کی گابھن (حاملہ) ہو۔ جب اونٹنی کو گابھن ہوئے دس ماہ ہو جائیں تو اس کی بڑی دیکھ بھال کی جاتی ہے۔ کیوں کہ اب بچے کی پیدائش کا وقت ہوتا ہے۔ اونٹنی اگر کھڑے کھڑے بچہ دے دے تو بچے کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ اور اگر بیٹھ کر دے تو بچے کے ضائع ہونے کا خطرہ ہوتا ہے اس لیے اونٹنی پر نگاہ رکھتے ہیں۔ لیکن جب قیامت برپا ہوگی تو ایسی افراتفری ہوگی کہ اس کو کوئی نہیں پوچھے گا۔ معنیٰ ہوگا اور جس وقت گابھن اُونٹنیاں چھوڑ دی جائیں گی۔ ہر ایک کو اپنی پڑی ہوگی۔

دیکھو! ۶۵ء اور ۷۱ء کی دو لڑائیاں تمھارے سامنے ہیں کہ جب انڈیا نے حملہ کیا تو بارڈر کے لوگوں نے دوڑ کر اپنی جانیں بچائیں۔ مال، ڈنگر کی کسی کو فکر نہیں تھی کہ ان کا کیا کرنا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بے شمار جانور ہندو، سکھ، ڈوگر، مرہٹے لے گئے۔ آدمی خود امن میں ہو تو جانوروں کی بھی حفاظت کرتا ہے۔ اگر اپنی جان مصیبت میں ہو تو جانوروں کو کون پوچھتا ہے؟ وَ اِذَا الۡوُحُوۡشُ حُشِرَتۡ اور جس وقت وحشی جانور اکٹھے کر دیئے جائیں گے۔ بھیڑیئے، شیر، چیتے، ہرن وغیرہ اس افراتفری میں ڈر کے مارے دوڑ کر شہروں کی طرف جمع ہو جائیں گے اور ایسا ہولناک منظر ہوگا کہ کوئی کسی کو نہیں چھیڑے گا وَ اِذَا الۡبِحَارُ سُجِّرَتۡ اور جس وقت سمندروں کو آگ لگا دی جائے گی جس طرح آج پیٹرول کو آگ لگتی ہے اس طرح سمندروں کو آگ لگ جائے گی اور وہ جل سڑ جائیں گے۔

جغرافیہ دان کہتے ہیں کہ دنیا کے سو حصوں میں سے اکہتر (۷۱) حصوں پر پانی ہے اور انتیس (۲۹) حصوں پر دنیا کی بادشاہی ہے۔ یہ جو انتیس حصے خشک ہیں اس میں امریکہ، برطانیہ، افریقہ، چین، جاپان، انڈیا، پاکستان وغیرہ دنیا کے سارے ممالک ہیں۔ باقی حصوں پر پانی ہے۔ تو بحر محیط کو آگ لگ جائے گی پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں رہے گا۔ یہ نشانیاں نفخۂ اولیٰ کی ہیں۔ اس کے بعد سات نشانیاں نفخۂ ثانیہ کی ہیں۔

نفخۂ ثانیہ کی سات نشانیاں :

دوسری دفعہ حضرت اسرافیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے بگل پھونکیں گے تو وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ اور جس وقت جانوں کو جوڑ دیا جائے گا۔ یہودیوں کو یہودیوں کے ساتھ، عیسائیوں کو عیسائیوں کے ساتھ، ہندوؤں کو ہندوؤں کے ساتھ، سکھوں کو سکھوں کے ساتھ، مسلمانوں کو مسلمانوں کے ساتھ، نافرمانوں کو نافرمانوں کے ساتھ اور فرماں برداروں کو فرماں برداروں کے ساتھ۔ یہ ان کی اُصولی قسمیں ہوں گی۔ اصحاب الیمین وہ خوش نصیب جن کو نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور اصحاب الشمال وہ بدقسمت جن کو نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اور ایک طبقہ ہوگا السابقون السابقون کا جو نیکیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے والے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بغیر حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے۔

اور یہ تفسیر بھی کرتے ہیں کہ روحوں کو جسموں کے ساتھ جوڑا جائے گا۔ جس طرح اس وقت ہماری روح کا جسم کے ساتھ تعلق ہے اور ہم نقل و حرکت کرتے ہیں اور ہماری نقل و حرکت کو دوسرے بھی دیکھتے ہیں۔ مرنے کے بعد روح کو جسم سے الگ کر دیا جاتا ہے لیکن الگ کرنے کے باوجود روح اور جسم کا آپس میں تعلق ہوتا ہے۔ وہ تعلق دوسروں کو

محسوس نہیں ہوتا۔ قبر میں روح کا جسم کے ساتھ تعلق ہوتا ہے جس سے مرنے والے کو ادراک وشعور حاصل ہوتا ہے۔ اور اسی ادراک وشعور کی وجہ سے فرشتوں کے سوالوں کو سمجھتا اور جواب دیتا ہے مَنْ رَّبُّكَ مَنْ نَّبِيُّكَ مَا دِيْنُكَ یہ جواب دے گا "میرا رب اللہ ہے، میرا نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے، میرا دین اسلام ہے۔"

سوالات میں کامیابی کے بعد جنت کی خوشبوؤں کا احساس ہوگا اور برے کو عذاب محسوس ہوگا۔ لیکن یہ زندگی دوسروں کو محسوس نہیں ہوتی۔ علم کلام والے کہتے ہیں کہ ایسے سمجھو جیسے سکتے کا مریض ہوتا ہے۔ سکتے کا مریض نہ سانس لیتا ہے اور نہ ہی اس کی نبض چلتی ہے۔ حالانکہ روح جسم کے اندر ہوتی ہے۔ ایسے ہی قبر میں، برزخ میں، روح کا جسم کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور اس تعلق کی بنا پر مرنے والا راحت وآرام محسوس کرتا ہے لیکن ہمارے شعور میں نہیں آسکتا۔ عالم برزخ کی زندگی غیر شعوری ہے۔ اگر کسی کی قبر کو اکھیڑا جائے اور اس کی باڈی صحیح سالم پڑی ہو تو اس کی نقل وحرکت ہمیں نظر نہیں آئے گی۔ لیکن قیامت والے دن روح کو جسم کے ساتھ اس طرح جوڑا جائے گا کہ اس کی نقل وحرکت کو دوسرے بھی سمجھیں گے۔

تو فرمایا جس وقت جانوں کو جوڑا جائے گا نیکوں کو نیکوں کے ساتھ اور بدوں کو بدوں کے ساتھ۔ ہر ایک طبقے کے لوگوں کو علیحدہ علیحدہ کیا جائے گا وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ اور جس وقت زندہ درگور کی ہوئی بچی سے سوال کیا جائے گا۔ عرب کے کچھ خاندانوں میں یہ رسم بد تھی کہ لڑکی پیدا ہوتی تو اس کو زندہ دفن کر دیتے تھے، مارتے نہیں تھے۔ کہتے تھے مارنے سے گناہ ہوتا ہے۔ بھائی! سوال یہ ہے کہ قبر میں کتنی دیر زندہ رہے گی؟ تازہ ہوا نہ ملے تو پانچ، دس منٹ کے بعد مر جائے گی۔ ایسا وہ اس واسطے کرتے تھے کہ اس کی شادی

کا انتظام کرنا پڑے گا، اس کا خرچہ ہمیں اٹھانا پڑے گا۔ اس لیے یہ حرکت کرتے تھے۔

تو فرمایا جس وقت زندہ درگور کی ہوئی بچی سے پوچھا جائے گا بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ کس گناہ کے بدلے وہ قتل کی گئی۔ تیرا کیا گناہ تھا؟ مسئلہ یہ ہے کہ نابالغ بچی۔ بچے سے اگر کوئی گناہ ہو جائے تو شریعت ان کو سزا نہیں دیتی، گناہ گار تصور نہیں کرتی کہ معصوم ہیں، غیر مکلف ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ صحت اور آب و ہوا کے ماحول کی بنا پر کوئی جلدی بالغ ہو جاتا ہے اور کوئی دیر سے ہوتا ہے۔ جلدی بلوغت کے لیے کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ فلمیں دیکھنے والے ہو سکتا ہے دس بارہ سال میں بالغ ہو جائیں اور پہاڑی لوگ ہو سکتا ہے پندرہ سال میں بھی بالغ نہ ہوں۔

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ پندرہ سال کا لڑکا لڑکی ہر صورت بالغ ہوتا ہے۔ لیکن اس سے پہلے کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ چودہ (۱۴) سال کی عمر میں بالغ ہو جائے، تیرہ (۱۳) سال کی عمر میں بالغ ہو جائے، بارہ (۱۲) سال کی عمر میں بالغ ہو جائے، ہو سکتا ہے۔

حسن بن صالح بن حی رحمہ اللہ بڑے چوٹی کے محدث ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پڑوس میں ایک بچی اکیس (۲۱) سال کی عمر میں دادی بن گئی۔ دس سال کی عمر میں بالغ ہوئی، نکاح ہو گیا، بچہ پیدا ہوا، بالغ ہوتے ہی نکاح کر دیا۔ اکیس (۲۱) سال کی عمر میں دادی بن گئی۔

فقہائے کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ چوبیس (۲۴) سال کا آدمی دادا ہو سکتا ہے۔ اس زمانے میں لوگ بالغ ہوتے ہی بچی، بچے کی شادی کر دیتے تھے۔ آج کل دیر کرتے ہیں اسی لیے بیماریاں پھیلی ہوئی ہیں۔ رب تعالیٰ نے انسان کا ایک مزاج اور طبیعت بنائی

ہے۔ بچیوں کی شادی دیر سے ہو تو طبی نقطہ نظر سے عورت کے رحم میں جو خاص قسم کی ٹیوبیں ہوتی ہیں وہ سڑ جاتی ہیں اور اولاد پیدا نہیں ہوتی۔ پھر بھاگتے پھرتے ہیں۔ بروقت شادی ہو جائے تو پھر نظام قدرت ہے کچھ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا خاص انتظام رکھا ہے۔

فرمایا وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ۔ صحف صحیفۃٌ کی جمع ہے۔ صحیفہ کا معنی ہوتا ہے کاپی، کتاب، نامہ عمل۔ معنیٰ ہوگا اور جس وقت صحیفے کھول دیئے جائیں گے۔ میرا میرے سامنے آجائے گا، آپ کا آپ کے سامنے آجائے گا۔ ہر ایک کا نامہ اعمال اس کے سامنے ہوگا۔ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ اور جس وقت آسمان کا چھلکا اتار دیا جائے گا، کھال اتار دی جائے گی۔ آج جو آسمان ہمیں نیلگوں نظر آتا ہے، سبز سبز نظر آتا ہے ایک وقت آئے گا فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿سورۃ الرحمن﴾ "پس ہو جائے گا سرخ چمڑے کی طرح یا جیسے تلچھٹ ہوتی ہے۔"

وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ اور جس وقت دوزخ کی آگ بھڑکا دی جائے گی۔ میدان محشر میں دوزخ کی آگ کے شعلے نظر آرہے ہوں گے۔ دیکھ کر بندے توبہ توبہ کریں گے مگر اس وقت توبہ توبہ کرنے کا کیا فائدہ؟ وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ اور جس وقت جنت کو قریب کر دیا جائے گا۔ میدان محشر ہی میں جنت کی خوشبوؤں کو، راحتوں کو، جنت کے باغوں کو آنکھوں سے دیکھیں گے۔ ہر ایک کی قلبی خواہش ہوگی کہ میں جلدی سے اس میں داخل ہو جاؤں۔ جس وقت یہ نشانیاں واضح ہو جائیں گی عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ جان لے گا ہر نفس جو اس نے حاضر کیا ہے۔ جس نے جو نیکی بدی کی ہے سامنے آجائے گی۔ رتی برابر بھی کسی چیز کا خفا نہیں رہے گا۔

فَلَآ اُقۡسِمُ بِالۡخُنَّسِ ﴿۱۵﴾ الۡجَوَارِ الۡكُنَّسِ ﴿۱۶﴾ وَالَّیۡلِ اِذَا عَسۡعَسَ ﴿۱۷﴾ وَالصُّبۡحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾ اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِیۡمٍ ﴿۱۹﴾ ذِیۡ قُوَّةٍ عِنۡدَ ذِی الۡعَرۡشِ مَكِیۡنٍ ﴿۲۰﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیۡنٍ ﴿۲۱﴾ وَمَا صَاحِبُكُمۡ بِمَجۡنُوۡنٍ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدۡ رَاٰهُ بِالۡاُفُقِ الۡمُبِیۡنِ ﴿۲۳﴾ وَمَا هُوَ عَلَی الۡغَیۡبِ بِضَنِیۡنٍ ﴿۲۴﴾ وَمَا هُوَ بِقَوۡلِ شَیۡطٰنٍ رَّجِیۡمٍ ﴿۲۵﴾ فَاَیۡنَ تَذۡهَبُوۡنَ ﴿۲۶﴾ اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۲۷﴾ لِمَنۡ شَآءَ مِنۡكُمۡ اَنۡ یَّسۡتَقِیۡمَ ﴿۲۸﴾ وَمَا تَشَآءُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۲۹﴾ ع

فَلَآ اُقۡسِمُ پس میں قسم اٹھاتا ہوں بِالۡخُنَّسِ پیچھے ہٹ جانے والے (ستاروں) کی الۡجَوَارِ تیزی سے چلنے والے کی الۡكُنَّسِ چھپ جانے والوں کی وَالَّیۡلِ اِذَا عَسۡعَسَ اور قسم ہے رات کی جب وہ آنے لگے وَالصُّبۡحِ اِذَا تَنَفَّسَ اور قسم ہے صبح کی جب وہ سانس لے اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِیۡمٍ بے شک یہ قرآن عزت والے قاصد کا قول ہے ذِیۡ قُوَّةٍ بڑی طاقت والا ہے عِنۡدَ ذِی الۡعَرۡشِ مَكِیۡنٍ عرش والے کے پاس عزت پانے والا ہے مُّطَاعٍ اس کی اطاعت کی جاتی ہے ثَمَّ اَمِیۡنٍ وہاں بڑا امین ہے وَمَا صَاحِبُكُمۡ بِمَجۡنُوۡنٍ اور تمھارا ساتھی دیوانہ نہیں ہے وَلَقَدۡ رَاٰهُ اور البتہ تحقیق اس نے دیکھا ہے اس کو

بِالْاُفُقِ الْمُبِیْنِ روشن کنارے پر وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ اور نہیں ہے وہ غیب کی بات پر بخل کرنے والا وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ اور نہیں ہے یہ قول شیطان رجیم کا فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ پھر تم کدھر جا رہے ہو اِنْ هُوَ اِلَّا نہیں ہے یہ قرآن مگر ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ نصیحت تمام جہانوں کے لیے لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ اس کے لیے جو چاہے تم میں کہ وہ قائم رہے وَمَا تَشَآءُوْنَ اور تم نہیں چاہتے اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ مگر یہ کہ چاہے اللہ تعالیٰ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

ضابطہ یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی شے کے متعلق دعویٰ کرتا ہے تو اپنے دعوے پر گواہ پیش کرے گا تو دعویٰ ثابت ہوگا۔ اگر مدعی گواہ نہ پیش کر سکے تو پھر مدعا علیہ جس کے خلاف دعویٰ کیا گیا ہے قسم دے گا کہ مدعی نے میرے خلاف جھوٹا دعویٰ کیا ہے اور معاملہ رفع دفع ہو جائے گا۔ تو گویا قسم گواہی کا بدلہ ہے، اس کے قائم مقام ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں بہت سی چیزوں کی قسمیں اٹھائی ہیں۔ یعنی ان چیزوں کو بطور گواہ کے پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مکلف نہیں ہے، کسی چیز کا پابند نہیں ہے۔ وہ جس چیز کی چاہے قسم اٹھا سکتا ہے۔ ہم مکلف ہیں، پابند ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے بغیر کسی چیز کی قسم نہیں اُٹھا سکتے۔ حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَكَ بِاللّٰهِ "جس نے غیر اللہ کی قسم اُٹھائی اس نے شرک کیا۔" کعبہ کی قسم اُٹھانا، نبی کی قسم اُٹھانا، پیغمبر کی قسم، پتر کی قسم، ماں کی قسم، باپ کی قسم، بیٹے کی قسم کسی بزرگ کی قسم اُٹھانا، یہ سب شرک کی قسمیں ہیں۔ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز کی قسم نہ اُٹھاؤ۔ ہم قانون کے پابند ہیں۔ اللہ تعالیٰ قانون بنانے والا ہے اور

نافذ کرنے والا ہے اس پر کسی قسم کا کوئی قانون لاگو نہیں ہوتا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ جس چیز کی چاہے قسم اٹھا سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ عربی کا یہ ضابطہ بھی سمجھ لیں کہ قسم ہو یا حرف قسم ہو اور اس پر حرف لا داخل ہو تو وہ زائدہ ہوتا ہے اس کا کوئی معنٰی نہیں ہوتا۔ لہٰذا فَلَآ اُقْسِمُ کا معنٰی ہوگا میں قسم اٹھاتا ہوں۔ اگر لَآ کا معنٰی کریں تو معنٰی ہوگا میں قسم نہیں اٹھاتا۔ تو ضابطے کے مطابق لَآ کا ترجمہ نہیں ہوگا۔ معنٰی ہوگا میں قسم اُٹھاتا ہوں بالخُنَّسِ۔ خُنَّس خَنْسَاءُ کی جمع ہے (اور خُنَّس اَخْنَس کی جمع بھی آتی ہے)۔ اس کا معنٰی ہے پیچھے ہونا۔ اور کُنَّس کَنْسَاءُ کی جمع ہے (اور اَکْنَس کی جمع بھی آتی ہے) اس کا معنٰی ہے چھپ جانا۔

ستاروں کی تفصیل :

ستارے دو قسم کے ہیں۔ ثوابت: جو اپنی جگہ قائم رہتے ہیں اور سیارات: حرکت والے، چلنے والے۔ کوئی مغرب کی طرف چلتا ہے، کوئی مشرق کی طرف چلتا ہے، کوئی شمال کی طرف چلتا ہے، کوئی جنوب کی طرف چلتا ہے۔ جو ستارے اپنی جگہ قائم رہتے ہیں انہی سے متعلق ہے وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿النحل:۱۶﴾ "اور ستاروں کے ذریعے یہ لوگ راہ پاتے ہیں۔" ان ستاروں کے ذریعے لوگ راہ نمائی حاصل کرتے ہیں۔ سمندری اور صحرائی سفر ستاروں کو دیکھ کر کرتے تھے کہ ہم اس طرف سے آئے ہیں اور اس طرف کو جانا ہے۔ اس جگہ چلنے والے ستاروں کا ذکر ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے نام تو نہیں لیا مگر صفت ان کی بیان فرمائی ہے۔ یہ پانچ سیارے ہیں۔

❀ ۱..... زحل، ❀ ۲..... مشتری، ❀ ۳..... مریخ،

❀ ۴..... زہرہ، ❀ ۵..... عطارد۔

ان کو ریاضی والے خَمْسَہ مُتَحَیِّرَہ کہتے ہیں۔یعنی پانچ حیران کن سیارے۔یہ بڑی تیزی کے ساتھ چلتے ہیں۔چلتے چلتے رب تعالیٰ کے حکم سے واپس ہو جاتے ہیں پھر چھپ جاتے ہیں،نظر نہیں آتے۔ان آیتوں میں ان پانچ ستاروں کا ذکر ہے۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں میں قسم اُٹھاتا ہوں بِالْخُنَّسِ پیچھے ہٹ جانے والے ستاروں کی اَلْجَوَارِ تیزی سے چلنے والے ہیں اَلْكُنَّسِ چھپ جانے والوں کی۔بڑی رفتار کے ساتھ چلتے ہیں پھر واپس آجاتے ہیں پھر چھپ جاتے ہیں، غائب ہو جاتے ہیں۔یہ بڑا عجیب نظام ہے جو عام لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا۔ان ستاروں کی قسم اُٹھا کر اللہ تعالیٰ نے یہ بات سمجھائی ہے کہ جیسے ان ستاروں کی حقیقت تم پوری طرح نہیں سمجھ سکتے اسی طرح یہ قرآن پاک حق اور سچ ہے لیکن تم اس کو پوری طرح نہیں سمجھ سکتے۔ستاروں کو نہ سمجھنے کے باوجود مانتے ہو اسی طرح قرآن کریم کو بھی مانو۔

وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ اور قسم ہے رات کی جب وہ آنے لگے۔ عَسْعَسَ اضداد میں سے ہے۔اس کا معنی آنے کا بھی ہے اور جانے کا بھی ہے۔اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے رات بھی ایک بہت بڑی نشانی ہے وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ اور قسم ہے صبح کی جب وہ سانس لے یعنی روشن ہو جائے۔یہ رات اور دن رب تعالیٰ کی قدرت کی ایسی نشانیاں ہیں کہ جن کو ہر آدمی سمجھتا اور دیکھتا ہے۔ان کو سمجھانے کے لیے دلیل کی ضرورت نہیں ہے کہ رات اس کو کہتے ہیں اور دن اس کو کہتے ہیں۔ان کی قسم اُٹھا کر فرمایا:

حضرت جبرئیل علیہ السلام کی صفات:

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ بے شک یہ قرآن بولا ہوا ہے بڑی عزت والے

قاصد کا۔ رسول کریم سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ کہ ان کے ذریعے یہ قرآن اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچایا ہے۔

پہلے پڑھ چکے ہو وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿الشعراء: ۱۹۲﴾ "اور بے شک یہ قرآن اتارا ہوا ہے رب العالمین کی طرف سے۔" جبرئیل علیہ السلام تمام فرشتوں کے سردار ہیں، معزز ہیں، وہ لے کر آئے ہیں ذِیْ قُوَّةٍ بڑی طاقت والا ہے۔ اس کی طاقت کا اندازہ اس سے لگاؤ کہ جب اللہ تعالیٰ نے لوط کی بستیوں کو اُٹھا کر پھینکنے کا حکم دیا تو پورے کا پورا علاقہ ایسے سمجھو جیسے لاہور سے وزیر آباد تک کا علاقہ ہے۔ اتنا بڑا علاقہ۔ پَر مارا جیسے کسّی یا بیلچہ مارو تو زمین میں چلا جاتا ہے۔ اس طرح پَر مارا اور زمین کو پَر پر اُٹھا کر بلندی پر لے جا کر اُلٹا کر کے پھینک دیا۔ تو رب تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو بڑی قوت دی ہے عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِيْنٍ عرش والے کے ہاں بڑی عزت والے ہیں۔ تمام فرشتوں کے سردار اور امام ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم ہیں مُطَاعٍ اس کی اطاعت کی جاتی ہے۔ تمام فرشتے اس کے مطیع ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکم دیتے ہیں تمام فرشتے بلا قیل وقال اس کو بجا لاتے ہیں ثَمَّ اَمِيْنٍ وہاں بڑا امین ہے۔ روح الامین، روح القدس، یہ جبرئیل علیہ السلام کے لقب ہیں۔

مشرک، کافر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیوانہ کہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چند آدمی تھے باقی ساری قوم ایک طرف تھی۔ پھر یہ لفظ اتنا مشہور کیا ہوا تھا کہ بچے بچے کی زبان پر تھا کہ یہ دیوانہ ہے۔ اور دور دراز تک پھیلا یا ہوا تھا۔

حضرت ضماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ اور تمہارا ساتھی دیوانہ نہیں

ہے۔ یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ ازدشنوءہ قبیلے کا ایک آدمی تھا جس کا نام ضماد تھا۔ یہ پاگلوں کا دم کے ذریعے علاج کرتا تھا اللہ تعالیٰ شفا دے دیتا تھا۔ یہ ازدشنوءہ بستی سے چل کر مکہ مکرمہ پہنچا۔ پتا پوچھتے پوچھتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ گیا۔ کہنے لگا حضرت! آپ نے سنا ہوگا کہ ازدشنوءہ قبیلے کا ایک آدمی دیوانوں کو دم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ شفا دے دیتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں! سنا ہے۔ کہنے لگا وہ عاجز میں ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ کعبۃ اللہ کے متولیوں کا بیٹا پاگل ہو گیا ہے۔ میں انسانی ہمدردی کے تحت آیا ہوں میں نے آپ سے کچھ نہیں لینا اگرچہ فیس میری کافی زیادہ ہے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے یہ بات سنی تو مسکرائے اور فرمایا کہ میں آپ کی تشریف آوری کی قدر کرتا ہوں، آپ نے بڑی تکلیف اُٹھائی ہے مگر میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے پاگل نہیں ہوں۔ کہنے لگا لوگ کیوں کہتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوگوں کی زبانوں پر تو میرا کنٹرول نہیں ہے۔ کہنے لگا آپ کیا کہتے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعہ والا خطبہ پڑھا اور اس کے بعد سورہ والسماء والطارق پڑھی۔ وہ چونکہ عربی تھا اور شاعر اور خطیب بھی تھا۔ وہ عربی زبان کی خوبیوں کو جانتا تھا۔ ہم چونکہ عربی زبان سے واقف نہیں ہے اس لیے اس کی خوبیوں کا علم نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھتے جاتے تھے اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورہ طارق پڑھ لی تو کہنے لگا یہ مخلوق میں سے کسی کا کلام نہیں ہے، یہ رب تعالیٰ کا کلام ہے۔ آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہو کر واپس چلا گیا۔

مشرکوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ابولہب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سگا چچا تھا۔ ابوجہل اور ابولہب نے باری مقرر کی ہوئی تھی کہ ایک دن

تردید کے لیے میں نے اس کے ساتھ رہنا ہے اور ایک دن تو نے ساتھ رہنا ہے۔ اسلام میں حج ۹ھ میں فرض ہوا ہے۔ لیکن لوگ اس سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقے کے مطابق حج کرتے تھے۔ عرفات، منیٰ میں بڑا اجتماع ہوتا تھا۔ ابوجہل نے کہا کہ یہ جب عرفات میں تقریر کرے گا تو میں تردید کروں گا اور جب منیٰ میں کرے گا تو تو نے تردید کرنی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے کہ لوگ اکٹھے ہیں اور لوگوں کو توحید و رسالت کا مسئلہ، قیامت کا مسئلہ سمجھاتے۔ لوگ بڑے اطمینان سے سنتے۔ ابوجہل بھی بڑے اطمینان کے ساتھ بیٹھ کر سنتا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان ختم ہوتا تو یہ کھڑا ہو جاتا اور کہتا لوگو! میرا نام عمرو بن ہشام ہے۔ بڑا مشہور آدمی تھا کیوں کہ مکہ مکرمہ کا ابوالحکم تھا ،چیئرمین۔ یہ جس کی تقریر تم نے سنی ہے یہ میرا بھتیجا ہے۔ یہ پاگل ہے اس کی بات نہ ماننا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جتنی تقریر کرتے تھے یہ دو جملوں میں اس پر پانی پھیر دیتا تھا۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منیٰ میں تقریر کرتے مسجد خیف کے پاس۔ جب بیان ختم ہوتا تو ابولہب اُٹھ کر کھڑا ہو جاتا اور کہتا اَيُّهَا النَّاس لوگو میری بات سنو! اس کا نام محمد ہے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کے والد کا نام عبداللہ ہے۔ عبداللہ میرا چھوٹا بھائی تھا۔ میں اس کا تایا ہوں۔ یہ صابی ہے، کاذب ہے، پاگل ہے، اس کے پھندے میں نہ آنا (معاذ اللہ تعالیٰ)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھنٹہ دو گھنٹہ بیان فرماتے یہ اُٹھ کر اس پر پانی پھیر دیتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ اور نہیں ہے تمھارا ساتھی دیوانہ وَلَقَدْ رَاٰهُ اور البتہ تحقیق اس نے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا ہے اس رسول کریم کو یعنی جبرئیل علیہ السلام کو بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ روشن کنارے پر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام

کو اصل شکل میں دو دفعہ دیکھا ہے۔ ایک دفعہ زمین پر لَہٗ سِتُّمِائَۃِ اَجْنِحَۃٍ "اس کے چھ سو پر تھے۔" جب آپ ﷺ پر نبوت کی ذمہ داری ڈالی گئی جبل نور پر مکہ مکرمہ میں۔ اور دوسری مرتبہ معراج کی رات عِنْدَ سِدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی۔ اس کے علاوہ جتنی دفعہ بھی جبرئیل علیہ السلام آئے ہیں کبھی دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں اور کبھی کسی دیہاتی کی شکل میں، کبھی کسی کی شکل میں۔ اس کا حوالہ اللہ تعالیٰ دیتے ہیں کہ تمھارے ساتھی نے اس رسول کریم کو دیکھا ہے۔ وَمَا ھُوَ اور نہیں ہے وہ تمھارا ساتھی عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ غیب کی بات پر بخل کرنے والا۔ آنحضرت ﷺ کو جب کوئی غیب کی خبر معلوم ہوتی تھی تو آپ ﷺ اس کو ظاہر کرنے میں کوئی بخل نہیں کرتے تھے بلکہ ٹھیک ٹھیک دوسروں تک پہنچا دیتے تھے۔ دوزخ کیا ہے؟ میدان محشر کیا ہے؟ فرشتے کیا ہیں؟ پل صراط کیا ہے؟ سارا قرآن کریم غیب سے آیا ہے۔ یہ تمام غیب کی خبریں ہیں جو آپ ﷺ نے بتلائی ہیں۔ آپ ﷺ نے اس پر بخل نہیں کیا۔

اہل بدعت اس آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سارا غیب جانتے تھے آپ ﷺ اس میں بخل نہیں کرتے تھے۔ یہ ان کی نادانی ہے۔ اس لیے کہ یہ سورت ساتویں نمبر پر نازل ہوئی ہے اس کے بعد ایک سو سات سورتیں نازل ہوئی ہیں۔ اگر آپ کو سارا غیب معلوم ہو گیا تھا تو ایک سو سات سورتوں کے بعد میں نازل ہونے کا کیا معنیٰ ہے۔ اگر اس غیب سے سارا غیب مراد ہے تو پھر یہ آیت کریمہ قرآن کی آخری آیت ہونی چاہیے تھی۔ اس کے بعد قرآن کا کوئی حصہ نازل نہ ہوتا۔ حالانکہ اس کے بعد بڑی بڑی سورتیں نازل ہوئی ہیں۔ تو یہاں غیب کی خبریں مراد ہیں۔

فرمایا وَمَا ھُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ اور نہیں ہے یہ کہا ہوا شیطان مردود کا۔

چند دن وحی نہ آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چچی ابولہب کی بیوی جس کا نام عوراء اور کنیت اُم جمیل تھی اور ابوسفیان کی سگی بہن تھی۔ یہ خاندان طبعی طور پر سخت، کرخت مزاج والا تھا۔ آ کر کہنے لگی قَدْ تَرَكَكَ شَيْطَانُكَ "تیرے شیطان نے تجھے چھوڑ دیا ہے جو وحی لے کر تیرے پاس آتا تھا۔" یعنی جبرئیل علیہ السلام (العیاذ باللہ تعالیٰ)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ شیطان مردود کا قول نہیں ہے فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ پھر تم کدھر جا رہے ہو اِنْ هُوَ نہیں ہے یہ قرآن اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ مگر نصیحت تمام جہانوں کے لیے لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ اس کے لیے کہ جو چاہے کہ وہ قائم رہے۔ جو مانے نصیحت اس کے لیے ہے۔ جو نہیں مانتا اس کے لیے کیا ہے۔ دیکھو! کھانا اللہ تعالیٰ نے بھوک ختم کرنے کے لیے بنایا ہے، پانی پیاس بجھانے کے لیے پیدا کیا ہے۔ مگر بھوک پیاس اسی کی بجھے گی جو کھائے گا، پیے گا۔ ویسے اگر زبانی طور پر سارا دن کہتا رہے کھانے سے پیٹ بھر جاتا ہے، پانی سے پیاس بجھ جاتی ہے، تو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ استعمال کرے گا تو فائدہ ہوگا۔ یہ کتاب نصیحت ہے مگر اس کے لیے جو چاہے گا وَ مَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ چاہے اللہ تعالیٰ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ جو رب ہے تمام جہانوں کا۔ تم اکیلے کچھ نہیں کر سکتے جب تک رب تعالیٰ نہ کرے۔ بندے کو ایمان لانے کا، کفر اختیار کرنے کا، نیکی بدی کرنے کا اختیار اور قدرت ہے۔ مگر یہ قدرت تو رب نے دی ہے اس کے استعمال کرنے میں تم مختار ہو۔

مثال کے طور پر دیکھو! یہ ٹیوبیں ہیں، بلب ہیں، پنکھے ہیں، ہم بٹن دبا کر چلا سکتے ہیں مگر کب؟ جب کہ بجلی ہو۔ اگر بجلی پیچھے سے بند ہو جائے تو ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ بندے کو اتنا ہی اختیار ہے۔ اگر پیچھے سے رب تعالیٰ کی طرف سے بجلی بند ہو جائے تو پھر کوئی کچھ

بھی نہیں کرسکتا۔تم نہیں چاہ سکتے مگر جو رب چاہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

تفسیر

سُورَةُ الانفطار

(مکمل)

جلد ۲۱
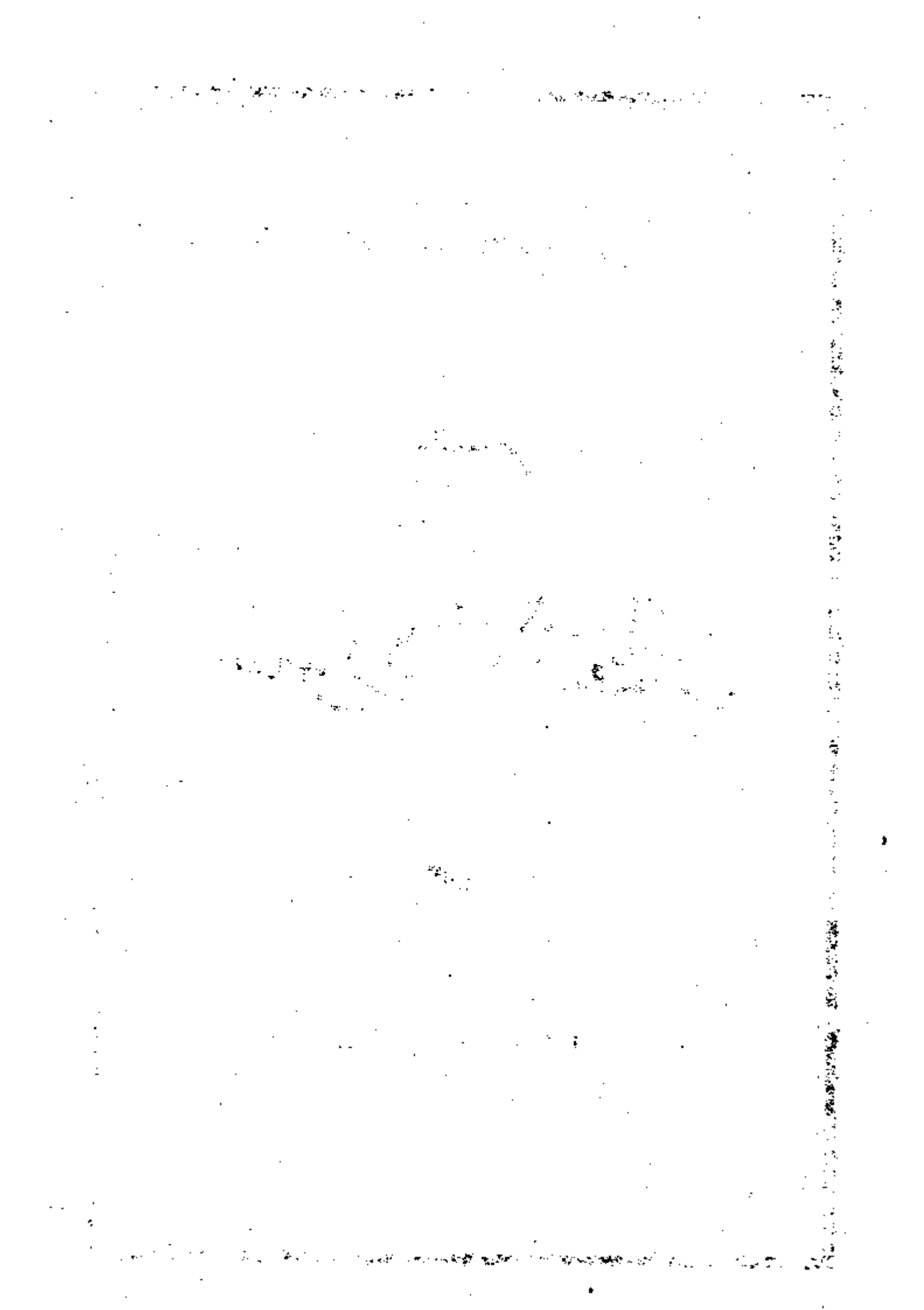
آیاتها ۱۹ ۸۲ سُوْرَةُ الْاِنْفِطَارِ مَكِّيَّةٌ ۸۲ رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۙ﴿۱﴾ وَ اِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۙ﴿۲﴾ وَ اِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۙ﴿۳﴾ وَ اِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۙ﴿۴﴾ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَ اَخَّرَتْ ؕ﴿۵﴾ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۙ﴿۶﴾ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۙ﴿۷﴾ فِيْۤ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ؕ﴿۸﴾ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۙ﴿۹﴾ وَ اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۙ﴿۱۰﴾ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۙ﴿۱۱﴾ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۱۲﴾ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۙ﴿۱۳﴾ وَ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ۙ﴿۱۴﴾ يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۱۵﴾ وَ مَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ؕ﴿۱۶﴾ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۙ﴿۱۷﴾ ثُمَّ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ؕ﴿۱۸﴾ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ؕ وَ الْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ﴿۱۹﴾ ع

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ جس وقت آسمان پھٹ جائے گا وَ اِذَا الْكَوَاكِبُ اور جس وقت ستارے انْتَثَرَتْ بکھر جائیں گے

وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ اور جس وقت سمندر چلائے جائیں گے وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ اور جس وقت قبریں اکھیڑ دی جائیں گی عَلِمَتْ نَفْسٌ جان لے گا ہر نفس مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ جو اس نے آگے بھیجا ہے اور جو پیچھے

چھوڑا ہے یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اے انسان مَا غَرَّكَ کس چیز نے تجھے دھوکا دیا بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ رب کریم کے بارے میں الَّذِیْ خَلَقَكَ وہ جس نے تجھے پیدا کیا فَسَوّٰىكَ پھر تجھے درست کیا فَعَدَلَكَ پھر تجھے برابر کیا فِیْۤ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ جس صورت میں چاہا رَكَّبَكَ تجھے جوڑ دیا كَلَّا خبردار بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّیْنِ بلکہ تم جھٹلاتے ہو بدلے کے دن کو وَ اِنَّ عَلَیْكُمْ لَحٰفِظِیْنَ اور بے شک تمھارے اوپر البتہ نگران ہیں كِرَامًا كَاتِبِیْنَ وہ بڑے شریف لکھنے والے ہیں یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو اِنَّ الْاَبْرَارَ بے شک نیک لوگ لَفِیْ نَعِیْمٍ البتہ نعمتوں میں ہوں گے وَ اِنَّ الْفُجَّارَ اور بے شک نافرمان لَفِیْ جَحِیْمٍ شعلے مارنے والی آگ میں ہوں گے یَّصْلَوْنَهَا یَوْمَ الدِّیْنِ داخل ہوں گے اس میں بدلے والے دن وَ مَا هُمْ عَنْهَا بِغَآىٕبِیْنَ اور نہیں ہوں گے وہ اس سے غیر حاضر وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ اور آپ کو کس نے بتلایا مَا یَوْمُ الدِّیْنِ کیا ہے بدلے کا دن ثُمَّ مَاۤ اَدْرٰىكَ پھر آپ کو کس نے بتلایا مَا یَوْمُ الدِّیْنِ کیا ہے بدلے کا دن یَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ جس دن مالک نہیں ہوگا کوئی نفس لِّنَفْسٍ شَیْــٴًـا کسی نفس کے لیے کسی شے کا وَ الْاَمْرُ یَوْمَىٕذٍ لِّلّٰهِ اور حکم اور معاملہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہوگا۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ الانفطار ہے۔پہلی ہی آیت کریمہ میں انفطرت کا لفظ موجود ہے،اس سے لیا گیا ہے۔اکیاسی سورتیں ۸۱ اس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں۔ نزول کے اعتبار سے اس کا بیاسیواں نمبر ۸۲ ہے۔اس کا ایک رکوع اور انیس ۱۹ آیتیں ہیں۔

قرآن کریم میں جن مسائل پر زیادہ زور دیا گیا ہے ان میں توحید کا مسئلہ ہے، رسالت کا مسئلہ ہے اور قیامت کا مسئلہ ہے۔اور توحید کا مسئلہ اس وقت تک سمجھ نہیں آ سکتا جب تک شرک کا علم نہ ہو۔اس لیے شرک کی بھی بڑی سختی کے ساتھ تردید کی ہے۔مشرکین مکہ قیامت کی بڑے زوردار الفاظ میں تردید کرتے تھے۔اس لیے زوردار الفاظ میں قیامت کا اثبات کیا گیا ہے کئی سورتوں میں۔کسی کا نام الحاقہ ہے، کسی کا نام القارعہ ہے۔ یہ سب قیامت کے متعلق ہیں۔مکہ مکرمہ میں جتنی سورتیں نازل ہوئی ہیں ان میں انھی مسائل پر زور دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ جس وقت آسمان پھٹ جائے گا۔پھٹنے کے بعد اکٹھا ہو جائے گا۔جس طرح سائبان کو اکٹھا کیا جاتا ہے۔اس کے بعد آسمان کو اس طرح لپیٹ دیا جائے گا جس طرح بستے میں کتابوں کو لپیٹ دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ كَطَیِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ﴿الانبیاء:۱۰۴﴾ "جس دن ہم لپیٹ دیں گے آسمانوں کو مثل لپیٹ دینے طومار کے کتابوں کو۔" ساتوں آسمانوں میں سے کوئی بھی نہیں بچے گا وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ اور جس وقت ستارے بکھر جائیں گے۔کواکب کوکبٌ کی جمع ہے اور کوکب کا معنیٰ ہے

ستارہ۔ جس وقت یہ ستارے بکھر کر زمین پر گر جائیں گے۔ آسمان کو جب حرکت دی جائے گی تو ستارے اپنی جگہ چھوڑ کر بکھر جائیں گے انکدرت زمین پر گر جائیں گے۔ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ۔ بحار بحر کی جمع ہے۔ اس کا معنی ہے سمندر۔ اور جس وقت سمندر چلائے جائیں گے۔ سات سمندر (بحرًا واحدًا) ایک سمندر ہو جائیں گے۔ یہ نفخۂ اولیٰ کے وقت ہوگا۔ پھر نفخۂ ثانیہ کے بعد کیا ہوگا وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ اور جس وقت قبریں اکھاڑ دی جائیں گی۔

حضرت اسرافیل علیہ السلام جب دوبارہ بگل پھونکیں گے تو سب قبروں سے نکل آئیں گے۔ جن کو جلایا گیا یا پرندے، درندے کھا گئے، سب آجائیں گے۔ یہ قبر کا لفظ اس لیے استعمال کیا ہے کہ عرب کے باشندے مشرکین، یہودی، عیسائی، مردوں کو قبروں میں دفن کرتے تھے۔ اس کا یہ مطلب نہ سمجھنا کہ قبروں والے تو آجائیں گے اور باقیوں کو چھٹی مل جائے گی۔ بلکہ سب آئیں گے عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ جان لے گا ہر نفس جو اس نے آگے بھیجا ہے اور جو پیچھے چھوڑا ہے۔ آگے سے مراد وہ نیکیاں جو اس نے زندگی میں کی ہیں وہ آخرت میں جمع ہو گئیں۔ اور پیچھے چھوڑنے کا مطلب یہ ہے کہ صدقہ جاریہ کا کوئی کام کر گیا۔ مسجد بنوائی۔ دینی مدرسہ بنوایا، یتیم خانہ کھول گیا، نلکا لگا گیا، رفاہِ عام کا کوئی بھی کام کر گیا۔ جب تک یہ چیزیں رہیں گی بدستور اجر اس کو پہنچتا رہے گا۔ نیک اولاد بھی صدقہ جاریہ ہے۔

اسی طرح جس نے برے کام کیے وہ بھی آگے پہنچ چکے ہیں اور جو پیچھے چھوڑے ہیں مثلاً: سینما گھر بنایا ہے، شراب خانہ کھولا ہے، بری اولاد چھوڑی ہے، سب جان لے گا اور اس کا وبال بھگتے گا۔

يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اے انسان! مَا غَرَّكَ۔ غَرَّ يَغُرُّ کا معنی ہے دھوکا دینا۔ کس چیز نے تجھے دھوکا دیا ہے بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ اپنے رب کے بارے میں جو کریم ہے، مہربان ہے۔ کیوں دھوکے میں پڑا ہوا ہے، اس کا حق کیوں ادا نہیں کرتا، کیوں غفلت میں پڑا ہوا ہے؟ الَّذِيْ خَلَقَكَ جس نے تجھے پیدا کیا وہ تیرا خالق ہے فَسَوّٰىكَ پس اس نے تجھے درست کیا۔ ساری مخلوق سے تیری شکل وصورت اچھی بنائی اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ میں تجھے پیدا کیا فَعَدَلَكَ پھر اس نے تجھے برابر کیا خاص اعتدال کے ساتھ۔ ایک ٹانگ اتنی ہی رہتی اور دوسری نصف میل جتنی لمبی ہوتی تو بندہ کیسے چلتا؟ ایک بازو اتنا ہی ہوتا اور دوسرا دس فٹ لمبا ہوتا تو کیسی شکل بنتی؟ (ایک کان ہمارا اتنا ہی ہوتا اور دوسرا ہاتھی کے کان جتنا ہوتا، ایک ہاتھ اتنا ہی ہوتا اور دوسرا ہاتھی کی ٹانگ جتنا ہوتا، ایک لات اتنی ہی ہوتی اور دوسری گدھے کی ٹانگ کی طرح کر دیتا، ایک آنکھ اتنی ہی ہوتی اور دوسری اتنی بڑی ہوتی جیسے سر ہے۔ لیکن اس نے اعتدال کے ساتھ سب کچھ بنایا ہے۔ اب اگر ہماری آنکھیں رب تعالیٰ ٹخنوں میں لگا دیتا تو پھر جو ہوتا ہمارے ساتھ وہ عیاں ہے۔ عیاں را چہ بیاں۔ ہر چیز کو رب نے اپنے اپنے مقام پر رکھا۔)

وہ ایسا کر سکتا تھا مگر اس نے ہر چیز برابر لگائی ہے، اعتدال کے ساتھ رکھی ہے۔ جس طرح اس نے بنا دیا ہے اس سے بہتر صورت نہیں ہو سکتی تھی فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَاۗءَ رَكَّبَكَ جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ دیا۔ مردوں کی شکلیں جدا، عورتوں کی شکلیں جدا۔ کروڑوں انسان دیکھیں ایک کی شکل کا دوسرا ہے ہی نہیں۔ جس ذات کی یہ کاریگریاں ہیں اس کی نافرمانی کرتے ہو كَلَّا خبردار بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ بلکہ تم جھٹلاتے

ہو بدلے کے دن کو، حساب کے دن کو جھٹلاتے ہو۔ زوردار الفاظ میں کہتے ہو قیامت نہیں آئے گی۔ یقین رکھو! قیامت آئے گی وَ اِنَّ عَلَیۡکُمۡ لَحٰفِظِیۡنَ اور بے شک تمہارے اوپر البتہ نگران ہیں، حفاظت کرنے والے ہیں کِرَامًا۔ کریم کی جمع ہے، بڑے شریف ہیں کَاتِبِیۡنَ لکھنے والے یَعۡلَمُوۡنَ مَا تَفۡعَلُوۡنَ وہ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو۔

دائیں اور بائیں کندھوں پر بیٹھنے والے فرشتے :

سورت ق میں تفصیلاً تم پڑھ چکے ہو عَنِ الۡیَمِیۡنِ وَ عَنِ الشِّمَالِ قَعِیۡدٌ "ایک فرشتہ دائیں کندھے پر بیٹھا ہے اور ایک بائیں کندھے پر بیٹھا ہے مگر ہمیں ان کا احساس نہیں ہوتا مَا یَلۡفِظُ مِنۡ قَوۡلٍ اِلَّا لَدَیۡهِ رَقِیۡبٌ عَتِیۡدٌ نہیں بولتا انسان کوئی لفظ مگر اس کے پاس ایک نگران ہوتا ہے وہ فوراً لکھ لیتا ہے۔"

لیکن اس میں تفصیل ہے... دائیں کندھے والا فرشتہ نیکیاں لکھنے والا ہے اور بائیں کندھے والا برائیاں لکھنے والا ہے۔ اور بائیں کندھے والا فرشتہ دائیں کندھے والے فرشتے کا ماتحت ہے۔ احادیث میں تفصیل اس طرح آتی ہے کہ آدمی جب زبان سے کوئی اچھی بات نکالتا ہے تو دائیں کندھے والا فرشتہ فوراً لکھ لیتا ہے۔ اگر زبان سے بری بات نکلے تو بائیں کندھے والا لکھنا چاہتا ہے مگر دائیں والا اس کو روک دیتا ہے کہ ہو سکتا ہے توبہ کر لے۔ کچھ دیر تک انتظار کرتا ہے۔ جب توبہ نہیں کرتا تو پھر وہ حکم دیتا ہے کہ اُکۡتُبۡ "لکھ لو۔"

مجلسوں میں واہی تباہی باتیں ہو جاتی ہیں، لوگوں کی غیبتیں آدمی سنتا رہتا ہے۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی جس وقت مجلس سے کھڑا ہو تو یہ دعا پڑھے

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَ اَتُوْبُ اِلَيْكَ

جو گناہ مجلس میں ہوئے ہیں وہ معاف ہو جائیں گے۔ اگر مجلس میں صرف نیکیاں ہوئی ہیں تو ان پر مہر لگ جائے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا امت کی تعلیم کے لیے۔

تو فرمایا جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔ سوال یہ ہے کہ انسان جو ارادہ کرتا ہے نیکی، بدی کا، وہ لکھا جاتا ہے یا نہیں؟ تو اس کے متعلق کافی تفصیل ہے۔ علمائے کرام کا ایک گروہ کہتا ہے کہ نیکی کا ارادہ بھی لکھتے ہیں اور برائی کا ارادہ بھی لکھتے ہیں۔ اس پر پھر یہ سوال ہوتا ہے کہ علیم بذات الصدور تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے دلوں کے راز تو رب تعالیٰ جانتا ہے فرشتوں کو دل کی بات کا کیسے پتا چلتا ہے۔ انسان جو کرتا ہے وہ فعل ہے۔ فعل کو فرشتہ دیکھتا ہے۔ اور جو بات زبان سے نکلتی ہے وہ قول ہے اس کو فرشتہ سنتا ہے۔ لیکن دل کے ارادے کا اس کو کیسے علم ہوتا ہے؟

اس بات کا علمائے کرام جواب دیتے ہیں کہ بندہ جب نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو رائحۃٌ طیبۃٌ اچھی خوشبو دل سے باہر نکلتی ہے اور برا ارادہ کرتا ہے تو رائحۃٌ کریھۃٌ بدبو دل سے باہر نکلتی ہے جس سے یہ فرشتے سمجھ جاتے ہیں اور لکھ لیتے ہیں۔ تفصیلی علم تو فرشتوں کو نہیں ہوتا کہ اچھا برا کیا ارادہ کیا؟ بس اجمالی طور پر وہ لکھتے ہیں کہ اس نے برا ارادہ کیا یا اچھا ارادہ کیا ہے۔ قول، فعل کا لکھنا قرآن سے ثابت ہے اور ارادے کا لکھنا روایتوں سے ثابت ہے۔

تو یہ لکھنے والے فرشتے دو دن کے لیے مقرر ہیں اور دو رات کے لیے۔ دن والوں کی ڈیوٹی صبح کی نماز کے وقت شروع ہوتی ہے۔ جب فجر کی نماز شروع ہوئی جس وقت میں نے کہا اللہ اکبر! تو رات والے فرشتوں کی ڈیوٹی ختم ہو گئی اور دن والے آ گئے۔ اس

مسجد کے ساتھ جن لوگوں کا تعلق ہے سارے محلے والوں کی ڈیوٹی بدل گئی۔ پھر جب عصر کا وقت ہوگا امام اللہ اکبر! کہے گا تو دن والے فرشتوں کی ڈیوٹی بدل جائے گی اور رات والے فرشتے چارج سنبھال لیں گے۔ اس محکمے کا نام ہے کراماً کاتبین۔ یہ کسی وقت بھی آدمی کا پیچھا نہیں چھوڑتے سوائے دو وقتوں کے۔ ایک قضائے حاجت کے وقت اور دوسرا جس وقت خاوند بیوی آپس میں ملتے ہیں۔ لیکن نگرانی کرتے رہتے ہیں۔ ایسے مقام پر کھڑے ہو جاتے ہیں جہاں سے بندے کے قول و فعل کو دیکھتے رہتے ہیں کہ باتھ روم میں بیٹھا کیا کر رہا ہے؟ گا رہا ہے یا کچھ اور کر رہا ہے۔

یہ تمام زندگی کا ریکارڈ محفوظ ہے اور قیامت والے دن گلے میں لٹکا دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا اِقْرَاْ کِتٰبَكَ "یہ اپنا اعمال نامہ پڑھ۔" ایک دو صفحے پڑھے گا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ذرا ٹھہر جا یہ جو تیرا اعمال نامہ لکھا ہے ھَلْ ظَلَمَكَ کَتَبَتِیْ "کیا میرے لکھنے والوں نے تیرے ساتھ زیادتی کی ہے۔" کوئی بات اپنی طرف سے تیرے ذمہ لگا دی ہو؟ بندہ کہے گا نہیں پروردگار! جو میں نے کیا ہے وہی درج ہے۔ چند صفحے اور پڑھے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے بتا بندے فرشتوں نے تیرے ساتھ زیادتی تو نہیں کی ہے؟ کہے گا نہیں پروردگار! کوئی زیادتی نہیں کی میں نے جو کہا اور کیا ہے وہی درج ہے۔

تو آدمی اپنا نامہ اعمال خود پڑھے گا ہر آدمی کی فائل جدا جدا ہوگی۔ پھر کیا ہوگا؟ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ بے شک نیک لوگ البتہ نعمتوں میں ہوں گے۔ ابرار کا مفرد بَرٌّ بھی آتا ہے اور بَارٌّ بھی آتا ہے۔ آج ہم جنت کی نعمتوں اور خوشیوں کا تصور بھی نہیں کر سکتے وَاِنَّ الْفُجَّارَ۔ یہ فاجر کی جمع ہے، نافرمان۔ اور بے شک رب تعالیٰ

کے نافرمان، باغی لَفِيْ جَحِيْمٍ البتہ جحیم ہوں گے۔ جحیم کا معنیٰ ہے شعلے مارنے والی آگ۔ وہ آگ دنیا کی آگ سے اُنہتر گنا تیز ہوگی۔ آج دنیا کی آگ میں لوہا پگھل جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مومنین اور مومنات کو اس آگ سے بچائے۔ يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ داخل ہوں گے اس میں بدلے والے دن۔ جس دن حساب کتاب ہوگا وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ اور وہ نہیں ہوں گے اس آگ سے غیر حاضر۔ مشرک کو ایک دفعہ داخل ہونے کے بعد نکلنا نصیب نہیں ہوگا۔ دنیا میں تو آدمی ایک مکان چھوڑ کر دوسرے مکان میں چلا جاتا ہے۔ وہ وہیں رہیں گے۔ البتہ جہنم کے اوپر والے طبقے میں گناہ گار مسلمان ہوں گے۔ اہل توحید جو گناہوں میں مبتلا رہے۔ یہ اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر جنت میں چلے جائیں گے اور یہ سارا طبقہ خالی ہو جائے گا۔

فرمایا وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ اور اے مخاطب! تجھے کس نے بتلایا کہ بدلے والا دن کیا ہے؟ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ پھر تجھے کس نے بتلایا کہ بدلے والا دن کیا ہے؟ سن لو! يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا وہ دن ہے جس دن نہیں مالک ہوگا کوئی نفس کسی نفس کے لیے کسی شے کا۔ پہلے پڑھ چکے ہو کہ آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا، اپنی ماں سے بھاگے گا، اپنی بیوی سے بھاگے گا، اپنے باپ سے بھاگے گا، اپنی اولاد سے بھاگے گا وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ اور حکم اور معاملہ سارا اس دن اللہ تعالیٰ کے لیے ہوگا۔ آج کہتے ہیں میری حکومت، میری شاہی۔ یہ میری تیری کہنے والوں نے قوم کا ستیاناس کر دیا ہے۔ وہاں کوئی بولے گا بھی نہیں سب حکم اللہ تعالیٰ کا ہوگا اور وہ نافذ کرے گا اور کوئی ٹال نہیں سکے گا۔

تفسیر

سُورَةُ المُطَفِّفِین

(مکمل)

ایاتھا ۳۶ ۸۳ سُوْرَةُ الْمُطَفِّفِيْنَ مَكِّيَّةٌ ۸۶ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝۱ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝۲ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝۳ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝۴ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝۵ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۶ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝۷ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝۸ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝۹ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۱۰ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝۱۱ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝۱۲ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۳ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝۱۴ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝۱۵ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ۝۱۶ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝۱۷

وَيْلٌ بربادی ہے لِّلْمُطَفِّفِيْنَ کمی کرنے والوں کے لیے

الَّذِيْنَ وہ لوگ اِذَا اكْتَالُوْا جب ماپ کر لیتے ہیں عَلَى النَّاسِ

لوگوں سے يَسْتَوْفُوْنَ پورا پورا لیتے ہیں وَاِذَا كَالُوْهُمْ اور جب ماپ کر

دیتے ہیں ان کو اَوْ وَّزَنُوْهُمْ یا ان کو تول کر دیتے ہیں يُخْسِرُوْنَ

کمی کرتے ہیں اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِكَ کیا یہ یقین نہیں کرتے اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ کہ بے شک وہ کھڑے کیے جائیں گے لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ بڑے دن میں يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ جس دن کھڑے ہوں گے لوگ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رب العالمین کے سامنے كَلَّآ پکی بات ہے اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ بے شک نافرمانوں کا دفتر لَفِيْ سِجِّيْنٍ سجین میں ہے وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ اور آپ کو کس نے بتایا کہ سجین کیا ہے كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ یہ ایک دفتر ہے لکھا ہوا وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ بربادی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے الَّذِيْنَ وہ لوگ يُكَذِّبُوْنَ جو جھٹلاتے ہیں بِيَوْمِ الدِّيْنِ بدلے کے دن کو وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اور نہیں جھٹلاتا اس کو اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ مگر ہر زیادتی کرنے والا اَثِيْمٍ گناہ گار اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا جب پڑھی جاتی ہیں اس کے سامنے ہماری آیتیں قَالَ کہتا ہے اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں كَلَّا پکی بات ہے بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ بلکہ زنگ چڑھ گیا ہے ان کے دلوں پر مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ اس کمائی کی وجہ سے جو وہ کرتے ہیں كَلَّآ خبردار اِنَّهُمْ بے شک وہ عَنْ رَّبِّهِمْ اپنے رب سے يَوْمَئِذٍ اس دن لَّمَحْجُوْبُوْنَ پردے میں رکھے جائیں گے ثُمَّ اِنَّهُمْ پھر بے شک یہ لوگ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ البتہ داخل ہوں گے شعلے مارنے والی آگ میں

ثُمَّ يُقَالُ پھر کہا جائے گا هٰذَا الَّذِيْ یہ ہے وہ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ جس کو تم جھٹلاتے تھے۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورت المطففین ہے۔ پہلی آیت کریمہ ہی میں مطففین کا لفظ موجود ہے جس سے اس کا نام رکھا گیا ہے۔ مطففین کا معنیٰ ہے ناپ تول میں کمی کرنے والے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے پچاسی "۸۵" سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ (یہ چھیاسیویں "۸۶" نمبر پر نازل ہوئی)۔ اس کا ایک رکوع اور "۳۶" چھتیس آیتیں ہیں۔

وَيْلٌ - ویل کا لفظی معنیٰ ہے ہلاکت، بربادی، تباہی۔ اور ویل جہنم میں ایک طبقے کا نام بھی ہے۔ تو ویل کن لوگوں کے لیے ہے؟ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ کمی کرنے والوں کے لیے ہے تول میں اور ناپ میں۔ اللہ تعالیٰ نے خود وضاحت فرمادی الَّذِيْنَ وہ لوگ ہیں اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ جب ماپ کر لیتے ہیں لوگوں سے يَسْتَوْفُوْنَ پورا پورا لیتے ہیں۔ اپنا حق پورا وصول کرنا اچھی بات ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ خرابی اگلی بات میں ہے وَاِذَا كَالُوْهُمْ اور جب ماپ کر دیتے ہیں ان کو اَوْ وَّزَنُوْهُمْ یا ان کو تول کر دیتے ہیں يُخْسِرُوْنَ کمی کرتے ہیں۔ اپنا حق پورا لیتے ہیں دوسروں کو پورا حق نہیں دیتے۔

خرید و فروخت کے بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ مثلاً: ایک آدمی دکان دار سے کہتا ہے کہ ایک کلو گھی دے دے یا فروٹ دے دے یا دال دے دے، کوئی چیز بھی ہے۔ دکان دار کہتا ہے کہ میں سو روپے کی دوں گا، مثال کے طور پر اور خریدنے والا کہتا ہے ٹھیک

ہے تول دے۔ یہ سودا ہو گیا۔ اگر دکان دار اس میں سے ایک دانے کی بھی کمی کرے گا تو قیامت والے دن اس کو دینا پڑے گا۔ کیوں کہ قیمت اس نے ایک کلو کی لی ہے۔ اس میں جو اس نے کمی کی ہے یہ اس کا حق مارا ہے۔

حقوق العباد اور غنیۃ الطالبین کے دو واقعات :

یاد رکھنا! حقوق العباد کا مسئلہ بڑا سخت ہے۔ کئی دفعہ سن چکے ہو کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "غنیۃ الطالبین" میں ایک بزرگ کا واقعہ نقل کیا ہے۔ ایک بڑے نیک آدمی تھے، فوت ہو گئے۔ اپنے ساتھی کو خواب میں ملے۔ انھوں نے پوچھا کہ آپ کے ساتھ کیا گزری؟ کہنے لگے امتحان میں تو کامیاب ہو گیا ہوں لیکن جنت کے دروازے سے مجھے اندر داخل نہیں ہونے دے رہے۔ فرشتے کہتے ہیں اِسْتَعَرْتَ اِبْرَۃً مِّنَ الْجَارِ فَلَمْ تَرُدَّھَا "تو نے اپنے پڑوسی سے سوئی مانگ کر لی تھی وہ تو نے واپس نہیں کی، آپ کے وارث وہ سوئی واپس کریں گے تو داخل ہونے کی اجازت ہو گی"۔ صرف ایک سوئی کی وجہ سے جنت میں داخلے سے محروم ہیں۔ یہاں تو لوگ کارخانے غائب کر جاتے ہیں، مشینیں کھا جاتے ہیں۔

ایک دوسرا واقعہ بھی بیان کیا ہے کہ ایک آدمی دعوت کھا کر باہر نکلا تو کسی کے کھیت سے پودا توڑ کر اس سے خلال کیا، دانتوں سے بوٹی نکالی۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ جنت میں نہیں داخل ہو سکتا کہ اس نے بغیر اجازت کے تنکا توڑ کر خلال کیا تھا۔ جب تک اس کے وارث اس کا نقصان نہیں بھریں گے۔ معاف رکھنا! یہاں تو قربانی کے بکرے چھترے لوگوں کی فصلیں چرتے ہیں۔ ہم نے حقوق العباد کو کچھ نہیں سمجھا حالانکہ حقوق العباد کا مسئلہ بڑا سخت مسئلہ ہے۔ کسی قسم کی ہیرا پھیری سنگین جرم ہے۔

ابوداؤد شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ کی غلہ منڈی میں تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ مختلف اجناس کے بڑے بڑے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ گندم، جو، باجرہ وغیرہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑے خوش ہوئے کہ ہر چیز وافر مقدار میں موجود ہے۔ ایک بڑا ڈھیر دیکھا کہ ماشاءاللہ بڑا ڈھیر ہے۔ جبرئیل تشریف لائے اور کہنے لگے حضرت! اس ڈھیر کو اوپر سے نہ دیکھیں ہاتھ ڈال کر اندر سے دیکھو۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ مبارک اندر ڈالا تو دانے بھیگے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے بندے! یہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا حضرت! اَصَابَتْهُ السَّمَآءُ "بارش کی وجہ سے بھیگ گئے ہیں۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بارش ہوگئی تھی تو تیرا فرض تھا اس کو خشک کرنا۔ یہ تو دھوکا ہے۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا "جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔" بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آج تو کوئی چیز بھی خالص نہیں ملتی۔ چینی، نمک تک جیسی سستی چیز بھی اگر دیانت دار پیس کر نہ دے تو اس میں بھی ملاوٹ ہوتی ہے۔ ماشاءاللہ! ہم مسلمان کہلانے والے ہیں۔

یاد رکھنا! گاہک کے ساتھ جو طے کیا ہے وہی اس کو دو۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر کسی چیز میں کوئی عیب ہے تو وہ عیب بتلانا ضروری ہے۔ اگر بغیر عیب بتلائے بیچ دی تو اس کی کمائی حلال نہیں ہوگی۔ اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم عیب چھپاتے ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا کاروباری معاملات میں احتیاط کا ایک واقعہ:

امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کپڑے کا کاروبار کرتے تھے اور اس کی کمائی

محدثین، فقہائے کرام، بیوہ عورتوں، یتیم بچوں اور غریبوں، مسکینوں پر خرچ کرتے تھے۔ بہت بڑی دکان تھی۔ کسی کام جانا تھا تو شاگرد کو کہا بیٹا! مجھے کام پیش آ گیا ہے تھانوں کی قیمت سمجھ لے۔ اس کی اتنی قیمت ہے، اس کی اتنی قیمت ہے اور اس کی اتنی قیمت ہے۔ مگر اس میں عیب ہے جب بیچنا ہے تو عیب بتلا کر بیچنا ہے۔ جب واپس تشریف لائے تو شاگرد سے پوچھا کہ کون کون سا تھان بکا ہے، کتنی رقم ملی ہے۔ شاگرد نے بتلایا کہ فلاں فلاں تھان بک گئے ہیں اور وہ گرم تھان جس میں عیب تھا وہ بھی بک گیا ہے۔ فرمایا گاہک کو عیب بتلایا تھا؟ شاگرد نے کہا کہ مجھے بتلانا یاد نہیں رہا۔ امام صاحب نے فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن میری کمائی میں خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ فرمایا جنھوں نے خریدا ہے وہ قافلہ کس طرف گیا ہے؟ شاگرد نے بتلایا۔

اصطبل خانے پہنچے جس طرح آج کل یہاں ٹیکسیوں کے اڈے ہیں، بسوں کے اڈے ہیں، اس زمانے میں شہر سے باہر اصطبل ہوتے تھے۔ گھوڑے، گدھے، اونٹ کرایہ پر ملتے تھے۔ اصطبل والے سے کہا بھائی! جو تیرے پاس تیز رفتار گھوڑا ہے وہ مجھے دے۔ گھوڑا لیا اور قافلے والوں کے پاس پہنچ گئے۔ خریدار کا حلیہ پوچھ کر گئے تھے اس کو پہچان لیا۔ اس سے فرمایا کہ آپ نے کوفے کی فلاں دکان سے ایک گرم تھان خریدا ہے؟ اس نے کہا ہاں! خریدا ہے، پیسے دے کر آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا اسی طرح ہی ہے۔ مگر بات یہ ہے کہ اس تھان میں عیب ہے میرے شاگرد کو بتلانا یاد نہیں رہا میں وہ عیب بتلانے کے لیے آیا ہوں۔ تھان ہے اتنے ہی پیسوں کا۔

آج ایسے آدمی کہاں ملیں گے؟ آج کل تو عیب چھپاتے ہیں۔ یقین جانو! ان چیزوں نے ہمیں اسلام کی خوبیوں سے محروم کر دیا ہے۔ کئی دفعہ سن چکے ہو کہ حرام کا ایک

لقمہ کھانے سے چالیس دن تک دعا قبول نہیں ہوتی۔ اور ہمارے تو پیٹ حرام سے بھرے ہوئے ہیں۔

ابوداؤد شریف میں روایت ہے کہ اگر کسی نے دس روپے کا کرتہ خریدا اس میں ایک روپیہ حرام کا ہے جب تک وہ کرتہ جسم پر رہے گا اس کی نماز قبول نہیں ہوگی۔ آج تو ہمارا دور ہی ہیرا پھیری کا ہے۔ یہ بڑے اہم مسئلے ہیں قرآن وحدیث کے، ان کو یاد کرلو۔

تو فرمایا لوگوں سے ماپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب ان کو ماپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو گھٹا کر دیتے ہیں اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِكَ۔ ظن کے معنٰی یقین کے بھی آتے ہیں اور گمان کے بھی آتے ہیں۔ یہاں یقین کے معنٰی ہیں۔ کیا وہ یقین نہیں کرتے اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ کہ بے شک وہ کھڑے کیے جائیں گے مرنے کے بعد۔ ان کو یقین نہیں آتا کہ ہم نے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے۔ اور کھڑے کیے جائیں گے لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ بڑے دن میں جو پچاس ہزار سال کا لمبا دن ہوگا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا ﴿سورۃ المزمل﴾ "جو کردے گا بچوں کو بوڑھا۔"

يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ جس دن کھڑے ہوں گے لوگ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رب العالمین کے سامنے۔ اور رب العالمین ایک ایک رتی کا حساب لیں گے فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ "پس جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کا کام کیا ہوگا دیکھ لے گا وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ اور جس نے ذرہ برابر بھی برائی کا کام کیا ہوگا دیکھ لے گا۔"

فرمایا كَلَّآ۔ یہاں كَلَّا کا معنٰی حَقًّا ہے، پکی بات ہے اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ بے شک نافرمانوں کا دفتر سجین میں ہے۔ سجین سات زمینوں کے نیچے ایک جگہ کا نام ہے جو کافروں اور نافرمانوں کی ارواح کا ٹھکانا ہے۔ اگلی آیات میں علیین کا لفظ

آمدہا ہے وہ سات آسمانوں کے اوپر ایک مقام کا نام ہے جو نیک لوگوں کی ارواح کا مقام ہے۔ لیکن سجین اور علیین میں روحوں کے ہونے کے باوجود قبروں میں جسموں کے ساتھ تعلق ہوتا ہے جس کی وجہ سے ایک قسم کی حیات مرنے والے کو حاصل ہوتی ہے۔ اس حیات کی وجہ سے فرشتوں کے سوالوں کو من ربك من نبيك ما دينك سمجھتا ہے اور جواب دیتا ہے۔ پھر راحت و آرام نصیب ہو تو اس کو محسوس کرتا ہے سزا اور تکلیف ہو تو اس کو بھی محسوس کرتا ہے۔ اتنی حیات ہر نیک و بد کو قبر میں قطعی طور پر حاصل ہے۔ اس کا انکار بے دینی اور الحاد ہے۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ اور آپ کو کس نے بتایا کہ سجین کیا ہے كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ وہ ایک دفتر ہے جس میں مجرموں کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ جس وقت کوئی مرتا ہے تو باقاعدہ وہاں اس کا نام درج ہے کہ آج یہ ہمارے پاس پہنچا ہے۔ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ بربادی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ وہ لوگ جو جھٹلاتے ہیں بدلے اور حساب کتاب کے دن کو۔ عرب کے مشرکوں کی اکثریت بڑے زوردار الفاظ میں قیامت کا انکار کرتی تھی۔ جب قیامت کا ذکر ہوتا تو کہتے هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿المومنون:۳۶﴾ "بعید ہے یہ بات بعید ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔" اور کہتے تھے ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيْدٌ ﴿ق:۳﴾ "کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی یہ لوٹ کر آنا تو بہت بعید ہے۔" اور کبھی کہتے مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ﴿یٰسین:۷۸﴾ "کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو حالانکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی۔"

تو فرمایا وہ لوگ جو جھٹلاتے ہیں بدلے کے دن کو وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ

اَثِیْمٍ اور نہیں جھٹلاتا اس کو مگر ہر زیادتی کرنے والا، تجاوز کرنے والا گناہ گار۔ جو اپنے رب کی حدود سے تجاوز کرتے ہیں وہی قیامت کا انکار کرتے ہیں اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا جب پڑھی جاتی ہیں اس پر ہماری آیتیں قَالَ کہتا ہے اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ۔ اساطیر اُسْطُوْرَۃٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ قصہ، کہانی۔ کہتا ہے یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ، حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ، حضرت ہود علیہ السلام کا قصہ، قارون، فرعون اور ہامان کا قصہ۔ حالانکہ یہ محض قصے نہیں ہیں بلکہ ان میں عبرت اور سبق ہیں۔ نیک لوگوں کے قصے اس لیے بیان کیے ہیں کہ ان کو اپناؤ، ان کے نقش قدم پر چلو۔ اور برے لوگوں کے قصے اس لیے بیان کیے ہیں کہ ان کا حشر دیکھ کر، ان کا انجام دیکھ کر برے کاموں سے بچو۔ اور کافر یہ کہہ کر بات کو ٹال دیتے تھے کہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں، قصے ہیں۔

فرمایا کَلَّا پکی بات ہے بَلْ بلکہ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ زنگ چڑھ گیا ہے ان کے دلوں پر مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ اس کمائی کی وجہ سے جو وہ کرتے ہیں۔ لوہے پر جب زنگ چڑھ جاتا ہے تو اس کی پہلے والی ویلیو (حیثیت) نہیں رہتی، بے کار سا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح حدیث پاک میں آتا ہے اِذَا اَذْنَبَ الْعَبْدُ نُكِتَتْ عَلٰی قَلْبِهٖ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ "جس وقت کوئی بندہ گناہ کرتا ہے اس کے دل پر ایک دھبا پڑ جاتا ہے، کالا سا نقطہ لگ جاتا ہے۔" دوسرا گناہ کیا دوسرا دھبا پڑ گیا، تیسرا گناہ کیا تیسرا نقطہ لگ گیا، چوتھا گناہ کیا چوتھا دھبا لگ گیا (مرد کا دل تقریباً ایک پاؤ ہوتا ہے عورت کا دل ہلکا ہوتا ہے تقریباً تین چھٹانک ہوتا ہے۔) کالے نقاط سے دل پر غلاف چڑھ جاتا ہے اس کو رَین کہتے ہیں۔ یہ گناہوں کا زنگ ہوتا ہے۔

اس کی علامت یہ ہے کہ جب دل پر زنگ چڑھ جائے تو نیکی کی رغبت ختم ہو جاتی ہے اور انسان گناہ کرنے سے جھجکتا نہیں ہے۔ یہ حالت انتہائی بُری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس حالت سے بچائے۔ پھر دیکھو بعض دھبے کچے ہوتے ہیں پانی سے دور ہو جاتے ہیں۔ اور بعض پانی سے نہیں صابن سے جاتے ہیں اور بعض کے لیے رنگ کاٹ استعمال کرنا پڑتا ہے۔

اسی طرح آپ گناہوں کو سمجھیں کہ صغیرہ گناہ نیکیوں کی برکت سے خود بخود دھل جاتے ہیں۔ نماز کی برکت سے، روزے کی برکت سے، وضو کی برکت سے، مسجد کی طرف آنے کی برکت سے۔ بعض کے لیے صابن درکار ہے کہ حقوق العباد جب تک ادا نہیں کرو گے تو یہ دھبے نہیں اتریں گے۔ اور بعض کے لیے رنگ کاٹ کی ضرورت ہے کہ توبہ استغفار گناہوں کا رنگ کاٹ ہے۔ لیکن محض زبانی توبہ توبہ کرنے سے نہیں۔ مثلاً: چوری کی ہے تو اس میں رب تعالیٰ کا بھی حق توڑا ہے اور بندے کا بھی۔ تو اللہ تعالیٰ سے سچے دل سے معافی مانگے اور بندے کا حق اس کو دے۔ نہیں دے سکتا تو اس سے معاف کرائے۔ اگر کسی کو گالی دی ہے، کسی سے بدتمیزی کی ہے، کسی کی غیبت کی ہے، تو جب تک اس سے معافی نہیں مانگے گا اس وقت تک کوئی توبہ نہیں ہے۔ تو یہ رنگ کاٹ ہے مگر شرائط کے ساتھ کہ حق ادا کرے۔ محض منہ سے توبہ توبہ کہنا دھوکا ہے۔

تو فرمایا کَلَّآ خبردار! اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ بے شک یہ مجرم لوگ اپنے رب سے اس دن پردے میں رکھے جائیں گے۔ (اب اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ رب سے روکے جائیں گے جب کہ دوسری آیات یہ بتلاتی ہیں کہ رب کے سامنے ہوں گے رب ان کو دیکھے گا وہ رب کو دیکھیں گے۔ تو محجوب کا یہ معنیٰ ہے کہ جس

پیار، شفقت، محبت اور رحمت سے مومن دیکھے گے اس شفقت سے یہ محروم ہوں گے۔)
رب تعالیٰ کی رحمت سے دوری کا حجاب ہوگا ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ پھر بے شک وہ دوزخ میں داخل ہوں گے۔ جحیم کا معنیٰ ہے شعلے مارنے والی آگ ثُمَّ يُقَالُ پھر کہا جائے گا هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ یہ ہے وہ جس کو تم جھٹلاتے تھے۔ کہتے تھے قیامت کوئی نہیں ہے، میدان محشر کوئی نہیں ہے۔ آج دیکھ لیا ہے کہ نہیں؟ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا ہی میں ان چیزوں سے آگاہ کر دیا ہے کہ بروقت تیاری کرلو۔

كَلَّآ إِنَّ كِتَٰبَ ٱلْأَبْرَارِ لَفِى عِلِّيِّينَ ﴿۱۸﴾ وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا عِلِّيُّونَ ﴿۱۹﴾ كِتَٰبٌ مَّرْقُومٌ ﴿۲۰﴾ يَشْهَدُهُ ٱلْمُقَرَّبُونَ ﴿۲۱﴾ إِنَّ ٱلْأَبْرَارَ لَفِى نَعِيمٍ ﴿۲۲﴾ عَلَى ٱلْأَرَآئِكِ يَنظُرُونَ ﴿۲۳﴾ تَعْرِفُ فِى وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ ٱلنَّعِيمِ ﴿۲۴﴾ يُسْقَوْنَ مِن رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ ﴿۲۵﴾ خِتَٰمُهُۥ مِسْكٌ ۚ وَفِى ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ ٱلْمُتَنَٰفِسُونَ ﴿۲۶﴾ وَمِزَاجُهُۥ مِن تَسْنِيمٍ ﴿۲۷﴾ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا ٱلْمُقَرَّبُونَ ﴿۲۸﴾ إِنَّ ٱلَّذِينَ أَجْرَمُوا۟ كَانُوا۟ مِنَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ يَضْحَكُونَ ﴿۲۹﴾ وَإِذَا مَرُّوا۟ بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ ﴿۳۰﴾ وَإِذَا ٱنقَلَبُوٓا۟ إِلَىٰٓ أَهْلِهِمُ ٱنقَلَبُوا۟ فَكِهِينَ ﴿۳۱﴾ وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوٓا۟ إِنَّ هَٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّونَ ﴿۳۲﴾ وَمَآ أُرْسِلُوا۟ عَلَيْهِمْ حَٰفِظِينَ ﴿۳۳﴾ فَٱلْيَوْمَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مِنَ ٱلْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ ﴿۳۴﴾ عَلَى ٱلْأَرَآئِكِ يَنظُرُونَ ﴿۳۵﴾ هَلْ ثُوِّبَ ٱلْكُفَّارُ مَا كَانُوا۟ يَفْعَلُونَ ﴿۳۶﴾ ع ۴۲

كَلَّآ پکی بات ہے إِنَّ كِتَٰبَ ٱلْأَبْرَارِ بے شک نیکوں کا دفتر لَفِى عِلِّيِّينَ علیین میں ہے وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا عِلِّيُّونَ اور آپ کو کس نے بتلایا کہ علیین کیا ہے كِتَٰبٌ مَّرْقُومٌ ایک دفتر ہے لکھا ہوا يَشْهَدُهُ ٱلْمُقَرَّبُونَ حاضر ہوتے ہیں اس میں مقرب بندے إِنَّ ٱلْأَبْرَارَ بے شک نیک لوگ لَفِى نَعِيمٍ البتہ نعمتوں میں ہوں گے عَلَى ٱلْأَرَآئِكِ آرام دہ کرسیوں پر يَنظُرُونَ دیکھیں گے تَعْرِفُ (اے مخاطب)

تو پہچانے گا فِیْ وُجُوْهِهِمْ ان کے چہروں پر نَضْرَةَ النَّعِيْمِ نعمتوں کی تروتازگی يُسْقَوْنَ پلائے جائیں گے مِنْ رَّحِيْقٍ خالص شراب مَّخْتُوْمٍ مہر لگی ہوئی خِتٰمُهٗ مِسْكٌ اس کی مہر کستوری کی ہوگی وَفِيْ ذٰلِكَ اور اس میں فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ چاہیے کہ رغبت کریں رغبت کرنے والے وَمِزَاجُهٗ اور ملاوٹ اس شراب کی مِنْ تَسْنِيْمٍ تسنیم سے ہوگی عَيْنًا وہ ایک چشمہ ہے يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ پئیں گے اس سے مقرب بندے اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ اَجْرَمُوْا جنھوں نے جرم کیا كَانُوْا تھے وہ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہنستے تھے وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ اور جب وہ گزرتے تھے ان کے پاس سے يَتَغَامَزُوْنَ آپس میں اشارے کرتے تھے وَاِذَا انْقَلَبُوْا اور جب وہ لوٹتے تھے اِلٰٓى اَهْلِهِمُ اپنے گھر والوں کی طرف انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ لوٹتے تھے دل لگی کرتے ہوئے وَاِذَا رَاَوْهُمْ اور جس وقت وہ دیکھتے تھے ان کو قَالُوْا کہتے تھے اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ بے شک یہ البتہ گمراہ ہیں وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ اور حالانکہ نہیں بھیجے گئے ان پر حٰفِظِيْنَ نگران فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ پس آج کے دن وہ لوگ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ کافروں پر ہنسیں گے عَلَى الْاَرَآئِكِ کرسیوں پر بیٹھ کر يَنْظُرُوْنَ دیکھ رہے ہوں گے هَلْ

ثُوِّبَ الْكُفَّارُ تحقیق بدلہ دیا جائے گا کافروں کو مَا اس کا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ جو وہ کرتے تھے۔

اس سے پہلے بدوں کے انجام کا ذکر تھا۔ اب نیکوں کے انجام کا ذکر ہے۔ جان نکالنے والے فرشتے الگ ہیں جن کی تعداد اٹھارہ آتی ہے۔ ان سے وصول کر کے آسمانوں کی طرف لے جانے والے فرشتے اور ہیں۔ بدآدمی کی روح کو نکال کر جب پہلے آسمان تک لے جاتے ہیں تو لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ "نہیں کھولے جاتے ان کے لیے آسمان کے دروازے۔" پھر فرشتے اس کو ساتویں زمین کے نیچے سجین کے مقام پر جو دفتر ہے وہاں پہنچاتے ہیں۔ اب اس کے مقابلے میں نیک لوگوں کا ذکر ہے۔

فرمایا كَلَّآ یہ حَقًّا کے معنیٰ میں ہے، پکی بات ہے اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ - اَبْرار کا مفرد بَارٌّ ہے اور بَرٌّ بھی آتا ہے۔ بے شک نیک لوگوں کا دفتر لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ علیین میں ہے وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ اور (اے مخاطب) تجھے کس نے بتلایا کہ علیین کیا ہے؟ كِتٰبٌ دفتر ہے مَّرْقُوْمٌ لکھا ہوا۔ اس میں نیک لوگوں کے نام لکھے جاتے ہیں يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ حاضر ہوتے ہیں اس میں مقرب بندے۔

ارواح کا اجسام کے ساتھ تعلق :

میں نے عرض کیا تھا کہ اگرچہ نیک لوگوں کی ارواح کا مقام علیون ہے اور بد لوگوں کی ارواح کا مقام سجین ہے لیکن اس کے باوجود قبر میں مردے کے ساتھ بھی تعلق ہوتا ہے۔ اس کی حقیقت مرنے کے بعد کھلے گی۔ اس وقت ہم اس کی حقیقت اور کیفیت نہیں سمجھ سکتے مگر احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور امت مسلمہ کا اس پر اجماع و اتفاق

ہے کہ قبر میں جو بدن ہے اس کے ساتھ روح کا اتنا تعلق ہے کہ جس سے جسم میں ایک قسم کی حیات ہوتی ہے جس سے وہ فرشتوں کے سوالوں کے جواب دیتا ہے۔ نیک آدمی ہو تو اس کے لیے قبر میں راحتیں اور خوشیاں ہوتی ہیں اور بد ہے تو اس کو سزا ہوتی ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے اَلْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النِّيْرَانِ "قبر جنت کے باغوں میں سے باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے گڑھا ہے۔" یہ سوال و جواب روح اور جسم دونوں سے ہوتا ہے۔ اور جزا، سزا بھی روح اور جسم دونوں کو ہوتی ہے۔ یہ اہل سنت والجماعت کا اتفاقی مسئلہ ہے اس میں کسی قسم کی قیل وقال کی گنجائش نہیں ہے۔ اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ سوال صرف روح سے ہوتا ہے وہ غلط کہتے ہیں۔ اور جو کہتے ہیں کہ جسم سے ہوتا ہے وہ بھی غلط کہتے ہیں۔ اور جو کہتے ہیں کہ جسد مثالی سے ہوتا ہے وہ بھی غلط کہتے ہیں۔ اسی دنیا والے بدن کے ساتھ روح کا تعلق قائم ہوتا ہے اور اسی بدن کو روح کے ساتھ تعلق کی وجہ سے حیات اور زندگی حاصل ہوتی ہے۔

فرمایا اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ بے شک نیک لوگ البتہ نعمتوں میں ہوں گے۔ ان کے جسم بھی نعمتوں میں ہوتے ہیں اور روح بھی عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ۔ اَرَآئِك اَرِيْكَةٌ کی جمع ہے۔ اَرِيْكَه کا معنیٰ ہے آرام دہ کرسی۔ وہ آرام دہ کرسیوں پر بیٹھے ہوں گے، دیکھ رہے ہوں گے تَعْرِفُ اے مخاطب تو پہچانے گا، دیکھے گا فِيْ وُجُوْهِهِمْ ان کے چہروں میں نَضْرَةَ النَّعِيْمِ نعمتوں کی تر و تازگی۔ نعمتوں سے ان کو نوازا جائے گا جس کی وجہ سے ان کے چہرے ہشاش بشاش ہوں گے۔ آج بھی خوش حال آدمی کے چہرے پر آثار نمایاں ہوتے ہیں اور بھوکے آدمی کے چہرے پر بھی

آثار نمایاں ہوتے ہیں۔

جنت کی شراب :

یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ ۔ رحیق کا معنیٰ ہے خالص شراب اور مختوم کا معنیٰ ہے مہر لگی ہوئی۔ پلائے جائیں گے خالص شراب مہر لگی ہوئی خِتٰمُهٗ مِسْكٌ مہر اس کی کستوری کی ہوگی۔ آج بھی قیمتی اور اعلیٰ چیزوں پر کمپنی کی مہر لگی ہوتی ہے۔ اس شراب کی صفت اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بیان فرمائی ہے لَا فِیْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا یُنْزَفُوْنَ ﴿صٰفّٰت: ۴۷﴾ "نہ اس میں سرگردانی ہوگی نہ پیٹ مروڑ۔" اور نہ اس کی وجہ سے وہ بدمست ہوں گے۔ یہ شرابی لوگ جانتے ہیں کہ پینے کے بعد سر درد ہوتا ہے یا نہیں، پیٹ میں مروڑ اُٹھتا ہے یا نہیں؟ بدحواس ہونا تو سارے جانتے ہیں۔

آخرت کی شراب کا ہم دنیا میں تصور بھی نہیں کر سکتے۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دنیا میں شراب پیے گا ان دَخَلَ الْجَنَّةَ "اگر جنت میں داخل ہو گیا تو جنت کی شراب سے محروم رہے گا۔" یہ بڑے خسارے کا سودا ہے۔ دنیا میں کوئی کتنا عرصہ پی لے گا؟ دس سال، بیس سال، تیس سال، چالیس سال، پچاس سال؟ اور جنت کی زندگی کا تو حساب ہی کوئی نہیں۔ اس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے شراب طہور سے محروم ہو گیا۔ اور جوں جوں قیامت قریب آئے گی زنا، شراب میں روز بہ روز اضافہ ہوگا کیوں کہ نیک لوگ کم رہ جائیں گے، مغلوب ہوں گے۔ غنڈوں اور بدمعاشوں، چوروں اور ڈاکوؤں کا غلبہ ہوگا۔ حکومت میں بھی یہی لوگ ہوں گے۔

تو فرمایا مہر اس کی کستوری کی ہوگی۔ آج کستوری سونے سے بھی مہنگی ہے وَفِیْ

ذٰلِكَ اور اس کے لیے فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ چاہیے کہ رغبت کریں رغبت کرنے والے وَ مِزَاجُهٗ اور اس شراب کی ملاوٹ مِنْ تَسْنِيْمٍ تسنیم سے ہوگی۔ تسنیم کیا ہے؟ عَيْنًا وہ چشمہ ہے يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ پییں گے اس چشمے سے مقرب بندے۔ جنت کے چشموں میں سلسبیل کا بھی ذکر آتا ہے، کوثر کا بھی ذکر آتا ہے، کافور کا بھی۔ اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے صرف وہی پییں گے۔ دوسروں کو اس کے ساتھ (پانی) ملا کر پلایا جائے گا۔

یہ مومنوں کا ذکر تھا آگے مجرموں کے متعلق فرمایا جو کافر ہیں اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا بے شک وہ لوگ جو مجرم ہیں كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ تھے وہ ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہنستے تھے۔ مومنوں کا مذاق اڑاتے تھے۔ ٹنڈ کا مذاق اڑاتے ہیں، ڈاڑھی کا مذاق اڑاتے ہیں، شلوار اگر ٹخنوں سے اوپر ہو تو اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ بعض جاہل تو یہاں تک کہتے ہیں کہ یہ دنیا میں جوئیں تقسیم کرتے ہیں۔ ان کے سر جوؤں سے بھرے ہوئے ہیں۔ یاد رکھنا! ان چیزوں سے حق تو نہیں رک سکتا۔ حق پر چلنے والے ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک زندہ رہیں گے۔

تو فرمایا مجرم لوگ ایمان والوں کا مذاق اڑاتے ہیں وَ اِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ اور جب ان کے پاس سے گزرتے ہیں تو اشارے کرتے ہیں کہ اس کی ڈاڑھی کو دیکھو، اس کی لنگی کو دیکھو، یہ جنتی جا رہا ہے۔ یہ مشاہدے کی بات ہے۔ وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ اور جب مجرم لوگ لوٹتے ہیں اپنے گھر والوں کی طرف انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ لوٹتے ہیں دل لگی کرتے ہوئے، مذاق کرتے ہوئے۔ کہتے ہیں آج میں نے فلاں آدمی کا اس طرح مذاق اڑایا، فلاں کے ساتھ اس طرح استہزاء کیا ہے۔ یعنی گھر کے

افراد کا بھی ذہن بگاڑتے ہیں وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا اور جس وقت مجرم لوگ مومنوں کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں إِنَّ هَؤُلَاءِ لَضَالُّونَ بے شک یہ لوگ گمراہ ہیں۔

کئی صدیوں تک عرب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذہب پر چلتے رہے اور ابراہیم علیہ السلام کا سچا مذہب عرب میں رائج رہا ہے۔ پہلا بد بخت جس نے ابراہیم علیہ السلام کے مذہب کو بدلا اور بت پرستی شروع کی وہ عمرو بن لُحی تھا۔ یہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت سے اڑھائی سو سال پہلے ہوا ہے۔

جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں اس وقت کعبۃ اللہ کی بیرونی دیواروں پر تین سو ساٹھ بت نصب تھے۔ اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بت بھی تھا، حضرت اسماعیل علیہ السلام کا بت بھی تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ہابیل رحمۃ اللہ علیہ کا بت بھی تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر کعبۃ اللہ کو بتوں سے پاک کیا، توحید کا سبق دیا، شرک کی جڑیں اکھاڑیں۔

میں باوضو ہوں الحمد للہ! شرک و بدعت کی جتنی تردید فقہ حنفی میں ہے اتنی اور کسی فقہ میں نہیں ہے۔ مگر آج تیجہ، ساتاں، دسواں، چالیسواں جیسی بدعات کرنے والے اور عرس اور میلاد منانے والے اپنے آپ کو حنفی کہلاتے ہیں۔ اور توحید و سنت کا پرچار کرنے والوں اور شرک و بدعت کی تردید کرنے والوں کو گمراہ کہتے ہیں۔

تو فرمایا مجرم مومنوں کو گمراہ کہتے ہیں وَمَا أُرْسِلُوا عَلَيْهِمْ حَافِظِينَ حالانکہ نہیں بھیجے گئے ان پر نگران۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ مجرم ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجے گئے کہ ان کی نگرانی کریں اور ان کو نمبر دیں فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا پس آج کے دن یعنی قیامت کے دن وہ لوگ جو ایمان لائے مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ کافروں سے ہنسیں

گے۔ یہ دنیا میں کیے جانے والے مذاق کا جواب ہوگا عَلَى الْأَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ۔
اَرَائِك اَرِيكَة کی جمع ہے، آرام دہ کرسی۔ آرام دہ کرسیوں پر بیٹھے ہوئے دیکھ رہے
ہوں گے هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ تحقیق بدلہ دیا جائے گا کافروں کو مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ
اس کا جو وہ کرتے تھے۔ هَلْ قَدْ کے معنیٰ میں ہے۔ جیسے سورۃ الدھر میں ہے هَلْ
اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ "تحقیق آیا انسان پر ایک وقت زمانے میں
سے کہ یہ کچھ بھی نہیں تھا۔"

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ الانشقاق

(مکمل)

جلد ۲۱

ایاتھا ۲۵ ۸۴ سُوْرَۃُ الْاِنْشِقَاقِ مَکِّیَّۃٌ ۸۳ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ﴿۱﴾ وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ ﴿۲﴾ وَ اِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ﴿۳﴾ وَ اَلْقَتْ مَا فِیْهَا وَ تَخَلَّتْ ﴿۴﴾ وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ ﴿۵﴾ یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِیْهِ ﴿۶﴾ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ﴿۷﴾ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا ﴿۸﴾ وَّ یَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ﴿۹﴾ وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ﴿۱۰﴾ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا ﴿۱۱﴾ وَّ یَصْلٰى سَعِیْرًا ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ كَانَ فِیْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ﴿۱۳﴾ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ ﴿۱۴﴾ بَلٰۤى اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِیْرًا ﴿۱۵﴾ فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ﴿۱۶﴾ وَ الَّیْلِ وَ مَا وَسَقَ ﴿۱۷﴾ وَ الْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ﴿۱۸﴾ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿۱۹﴾ فَمَا لَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَ اِذَا قُرِئَ عَلَیْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا یَسْجُدُوْنَ ﴿۲۱﴾ بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا یُوْعُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۴﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿۲۵﴾

اِذَا السَّمَآءُ جس وقت آسمان انْشَقَّتْ پھٹ جائے گا وَ اَذِنَتْ

لِرَبِّهَا اور وہ اپنے رب کی بات سنے گا وَ حُقَّتْ اور ثابت کیا گیا ہے

اس کے لیے یہی وَاِذَا الْاَرْضُ اور جس وقت زمین مُدَّتْ پھیلا دی جائے گی وَاَلْقَتْ مَا فِیْهَا اور نکال دے گی جو کچھ اس میں ہے وَتَخَلَّتْ اور خالی ہو جائے گی وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا اور زمین سنے گی اپنے رب کے حکم کو وَحُقَّتْ اور ثابت کیا گیا ہے اس کے لیے یہی یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اے انسان اِنَّكَ كَادِحٌ بے شک تو تکلیف اُٹھانے والا ہے اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا اپنے رب کی طرف تکلیف اُٹھانا فَمُلٰقِیْهِ پس ملنے والا ہے اس سے فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ پس بہر حال جس کو دیا گیا اس کا اعمال نامہ بِیَمِیْنِهٖ اس کے دائیں ہاتھ میں فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا پس عن قریب اس سے حساب لیا جائے گا آسان حساب وَّیَنْقَلِبُ اور وہ لوٹے گا اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا اپنے گھر والوں کی طرف خوش خوش وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ اور بہر حال وہ شخص جس کو دیا گیا اس کا اعمال نامہ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ پشت کے پیچھے سے فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا پس عن قریب وہ مانگے گا ہلاکت وَّیَصْلٰى سَعِیْرًا اور داخل ہوگا شعلے مارنے والی آگ میں اِنَّهٗ كَانَ فِیْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا بے شک وہ تھا اپنے گھر والوں میں خوش خوش اِنَّهٗ ظَنَّ بے شک وہ خیال کرتا تھا اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ کہ وہ ہرگز نہیں لوٹایا جائے گا اپنے رب کی طرف بَلٰۤى کیوں نہیں اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِیْرًا بے شک اس کا رب اس کو دیکھنے والا ہے فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ پس میں قسم اُٹھاتا ہوں شفق

کی وَالَّیۡلِ اور رات کی وَمَا وَسَقَ اور جو وہ سمیٹتی ہے وَالۡقَمَرِ
اور قسم اٹھاتا ہوں چاند کی اِذَا اتَّسَقَ جب وہ پورا ہو جائے لَتَرۡكَبُنَّ طَبَقًا
عَنۡ طَبَقٍ البتہ تم ضرور چڑھو گے ایک سیڑھی سے دوسری سیڑھی پر فَمَا لَهُمۡ
پس کیا ہو گیا ہے ان لوگوں کو لَا يُؤۡمِنُوۡنَ یہ ایمان نہیں لاتے وَاِذَا قُرِئَ
عَلَيۡهِمُ الۡقُرۡاٰنُ اور جس وقت پڑھا جاتا ہے قرآن ان کے سامنے لَا
يَسۡجُدُوۡنَ سجدہ نہیں کرتے بَلِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بلکہ وہ لوگ جو کافر ہیں
يُكَذِّبُوۡنَ جھٹلاتے ہیں وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا يُوۡعُوۡنَ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا
ہے جو کچھ وہ جمع کرتے ہیں فَبَشِّرۡهُمۡ بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ پس آپ خوش خبری سنا
دیں ان کو دردناک عذاب کی اِلَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مگر وہ لوگ جو ایمان لائے
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے لَهُمۡ اَجۡرٌ ان کے لیے اجر ہے
غَيۡرُ مَمۡنُوۡنٍ نہ ختم ہونے والا۔

نام و کوائف:

اس سورت کا نام ہے سورۃ الانشقاق۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں انۡشَقَّتۡ کا لفظ موجود ہے جس سے یہ لیا گیا ہے۔ انشقاق مصدر ہے اس کا معنیٰ ہے پھٹ جانا۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس سے پہلے بیاسی ﴿۸۲﴾ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ (یہ تراسیویں ﴿۸۳﴾ نمبر پر نازل ہوئی۔) اس کا ایک رکوع اور پچیس ﴿۲۵﴾ آیات ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ جس وقت آسمان پھٹ

جائے گا۔ آج ہمیں آسمان نیلا نیلا صاف نظر آتا ہے جس میں نہ کوئی سوراخ اور نہ دراڑ ہے مگر ایک وقت آئے گا کہ یہ سرخ رنگ کے چمڑے کی طرح ہو کر پھٹ جائے گا اور پھٹنے کے بعد کنارے کے ساتھ لگ جائے گا۔ آسمان اوپر سے پھٹنے شروع ہوں گے۔ پہلے ساتواں پھر چھٹا پھر پانچواں، آخر میں پہلا۔ وَاَذِنَتۡ لِرَبِّهَا اور سن لے گا اپنے رب کے حکم کو۔ اذن کا معنیٰ ہے کان۔ اور کان سے آدمی سنتا ہے۔ آسمان کے کان نہیں ہیں مگر جیسے کانوں والی مخلوق سنتی ہے ایسے سنے گا اور اپنے رب کی بات مانتے ہوئے پھٹ جائے گا وَحُقَّتۡ اور ثابت کیا گیا ہے اس کے لیے یہی کہ رب کے حکم کو سنے۔ کانوں سے سننے والی چیزیں بے شمار ہیں لیکن سانپ کے کان نہیں ہوتے مگر اُسے چیزوں کا احساس ہوتا ہے۔ رب تعالیٰ کی شان ہے جانوروں میں سونگھنے والی قوت انسانوں سے بہت زیادہ ہے۔ جہاں بھی کھانے پینے کی کوئی چیز ہوگی انسان کو اس کی خوش بو یا بد بو آئے یا نہ آئے حیوانوں کو آجاتی ہے اور وہ پہنچ جاتے ہیں۔ یہ نظام قدرت اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے۔

وَاِذَا الۡاَرۡضُ مُدَّتۡ اور جس وقت زمین پھیلا دی جائے گی۔ یہ زمین محشر کے لیے ربڑ کی طرح کھینچ کر پھیلا دی جائے گی۔ پہاڑ، ٹیلے، عمارتیں وغیرہ سب برابر کر دیئے جائیں گے وَاَلۡقَتۡ مَا فِيۡهَا اور نکال دے گی جو کچھ اس میں ہے۔ خزانے، مُردوں کے اجزاء اُگل کر باہر پھینک دے گی وَتَخَلَّتۡ اور خالی ہو جائے گی۔ یہ نکالنا نفخۂ اولیٰ سے پہلے بھی ہے اور نفخۂ ثانیہ سے بعد میں بھی ہے۔ نفخۂ اولیٰ سے پہلے کا مطلب مفسرین کرام ﷭ فرماتے ہیں کہ زمین میں جو چیزیں ہیں وہ قیامت سے پہلے نکل آئیں گی۔

مثال کے طور پر گیس ہے۔ یہ زمین کے اندر تھی۔ آج سے پچاس سال پہلے کسی کو معلوم نہیں تھا کہ گیس بھی کوئی چیز ہے لیکن زمین نے اُگل دی۔ اسی طرح سونا، چاندی،

تانبا، لوہا، پٹرول وغیرہ ساری چیزیں زمین نکال دے گی۔ جیسے جیسے مخلوق بڑھتی جائے گی اللہ تعالیٰ اس کی خوراک کا انتظام بڑھاتا جائے گا۔ یہ اقتصادیات والے پاگل بلاوجہ پریشان ہیں۔ کہتے ہیں کہ آج سے پچاس سال بعد اتنی مخلوق ہو جائے گی کہاں سے کھائے گی؟ پاکستان کی آبادی پچپن کروڑ ہو جائے گی کہاں سے کھائے گی، یہ تمہارا سر کھائے گی۔ بھائی! تمھیں کیا فکر ہے رزق کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا ﴿ہود: ۶﴾ "اور نہیں ہے کوئی چلنے پھرنے والا جانور زمین میں مگر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اس کی روزی۔"

آج سے پچاس سال پہلے مخلوق تھوڑی تھی اس کے لیے پیداوار کے اسباب بھی تھوڑے تھے۔ آج مخلوق زیادہ ہے اللہ تعالیٰ نے پیداوار بڑھا دی ہے۔ بہت ساری زمینیں جو پہلے زیر کاشت نہیں تھیں اب زیر کاشت ہیں۔ فصلیں بڑھ گئی ہیں۔ لہٰذا تمھیں اس کی فکر نہیں کرنی چاہیے۔

اور نفخۂ ثانیہ کے بعد یہ ہوگا کہ زمین میں جتنے مردے دفن ہیں اور جو کچھ زمین میں ہے سب نکال دے گی وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ اور زمین سنے گی اپنے رب کے حکم کو اور ثابت کیا گیا ہے اس کے لیے یہی کہ اپنے رب کے حکموں کو سنے۔ اس حقیقت کو واضح کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ انسان کو خطاب فرماتے ہیں يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اے انسان اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا بے شک تو تکالیف اُٹھانے والا ہے اپنے رب کی طرف تکلیف اُٹھانا فَمُلٰقِيْهِ پس اس سے ملنے والا ہے۔ تکلیفوں کے بعد تجھے رب تعالیٰ کی ملاقات نصیب ہوگی۔ ظاہر بات ہے دنیا میں نیک لوگ بھی تکلیفیں اُٹھاتے ہیں (بلکہ دوسروں کی نسبت زیادہ اُٹھاتے ہیں۔) گرمی، سردی میں وضو کرنا بھی کوئی آسان کام نہیں

ہے۔نماز پڑھنی اور روزے رکھنے بھی آسان کام نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ کرنا بھی مشکل کام ہے، جہاد کرنا بھی مشکل کام ہے، زکوٰۃ دینی بھی آسان کام نہیں ہے۔اسی طرح انسان دنیا میں کبھی بیمار، کبھی تندرست، کبھی بھوکا، کبھی سیر، کبھی گرمی، کبھی سردی، کبھی خوف، کبھی کچھ، کبھی کچھ، یہ دنیا کی تکلیفیں ہیں۔حضرت اصمعی رحمہ اللہ مشہور لغوی ہیں۔ انھوں نے اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ عزیزو! میرا ایک شعر لکھ لو:

عِشْ مُوْسِرًا اِنْ شِئْتَ اَوْ مُعْسِرًا
لَا بُدَّ فِی الدُّنْیَا مِنَ الْهَمِّ

"تو امیر ہو کر زندگی بسر کر یا غریب ہو کر، راحت میں یا تکلیف میں، دنیا میں پریشانیاں ضرور آئیں گی۔" دنیا میں کوئی آدمی پریشانی سے خالی نہیں ہے۔یہ جو بڑے بڑے لوگ ہیں فیکٹریوں اور کارخانوں والے۔ان کے متعلق ہم لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بڑے راحت وآرام میں ہیں حاشاوکلا۔بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تم ان کے حالات سنو، ان سے گفتگو کرو تو تمھیں علم ہو کہ یہ تو اتنے پریشان ہیں کہ ان کو نیند بھی نہیں آتی۔ان کے توطوطے اُڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ان سے ہم زیادہ راحت وآرام میں ہیں جن کے پاس کچھ نہیں ہے۔ مال داروں کے گھر میں رات کو بلی داخل ہو جائے تو ڈر جاتے ہیں کہ ڈاکو تو نہیں آ گئے؟ چوہا حرکت کرے تو سمجھتے ہیں چور آ گیا ہے اور ہم بڑے مزے سے سوتے ہیں۔ہم سے کسی نے کیا لے کر جانا ہے۔

تو فرمایا اے انسان تو تکلیف اُٹھانے والا ہے اپنے رب کی طرف تکلیف اُٹھا کر پس ملنے والا ہے اس سے فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ پس بہرحال جس شخص کو دیا گیا اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں۔مومن موحد کو اللہ تعالیٰ کے فرشتے سامنے سے

آ کر بڑے ادب واحترام کے ساتھ دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ پکڑائیں گے فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا پس عن قریب اس سے حساب لیا جائے گا آسان۔ سرسری حساب ہوگا وَّیَنْقَلِبُ اِلٰۤی اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا اور وہ لوٹے گا اپنے اہل والوں کی طرف خوش خوش۔ میدان محشر میں جہاں اس کے گھر کے افراد ہوں گے وہاں بڑا خوش ہو کر جائے گا۔ جیسے دنیا میں جو بچے امتحان میں کامیاب ہوتے ہیں تو وہ اچھلتے کودتے اور لڈو تقسیم کرتے ہیں۔ حالانکہ دنیا کی کامیابی آخرت کی کامیابی کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ اور بہر حال وہ شخص جس کو دیا گیا اس کا اعمال نامہ پشت کے پیچھے سے۔

روایات میں آتا ہے فرشتے کافر ومشرک کی، بدکردار کی شکل دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے۔ لیکن اعمال نامہ تو اس کو پکڑانا ہے۔ تو پشت کی طرف سے آ کر اس کو پکڑائیں گے۔ اس کی منحوس شکل سے نفرت کا اظہار ہوگا فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا پس عن قریب وہ مانگیں گے ہلاکت۔ کہے گا یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ کِتٰبِیَهْ ۝۲۵ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَهْ ۝۲۶ "کاش کہ میرا نامہ اعمال مجھے نہ دیا جاتا اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کتاب کیا ہے یٰلَیْتَهَا کَانَتِ الْقَاضِیَةَ ۝۲۷ کاش کہ یہ موت مجھے ختم ہی کر دیتی۔" ﴿سورۃ الحاقہ: پارہ ۲۹﴾

یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا "کاش کہ میں مٹی ہوتا اور جو تکلیفیں نظر آ رہی ہیں نظر نہ آتیں۔"

وَّیَصْلٰی سَعِیْرًا اور داخل ہوگا جہنم میں، شعلے مارنے والی آگ میں اِنَّهٗ کَانَ فِیْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا بے شک وہ تھا اپنے گھر والوں میں خوش خوش۔ دنیا میں وہ اپنے گھر والوں میں بڑا خوش تھا اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ بے شک وہ خیال کرتا تھا کہ وہ ہرگز نہیں لوٹے گا اپنے رب کی طرف۔ حَارَ یَحُوْرُ کا معنیٰ ہے لوٹنا۔ کئی دفعہ یہ بات سن چکے ہو

کہ قیامت کے منکر بڑے زوردار الفاظ میں قیامت کا انکار کرتے تھے۔ کہتے تھے
اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَ نَحْیَا وَ مَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ ﴿المومنون: ۳۷﴾
"نہیں ہے یہ مگر ہماری صرف دنیا کی زندگی ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اس میں اور نہیں ہم دوبارہ اُٹھائے جائیں گے۔" اور کہتے تھے ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِیْدٌ ﴿سورۃ ق: ۳﴾ "کیا جب ہم مرجائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی یہ لوٹ کر آنا تو بہت بعید ہے۔" اور یہ بھی کہتے تھے هَیْهَاتَ هَیْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿المومنون: ۳۶﴾ "بعید ہے یہ بات بعید ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے کہ قیامت آئے گی۔"

تو فرمایا کہ بے شک وہ خیال کرتا تھا کہ ہرگز اپنے رب کی طرف پلٹ کر نہیں جائے گا بَلٰی کیوں نہیں لوٹے گا؟ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِیْرًا بے شک اس کا رب اس کو دیکھنے والا ہے۔ اس کی نیکی، بدی سب رب کے سامنے ہے۔ اس کا بدن اس کے اعضاء رب کے سامنے ہیں۔ اس کے لیے لوٹانا کیا مشکل ہے؟ فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ پس میں قسم اُٹھاتا ہوں شفق کی۔ پہلے بتا چکا ہوں کہ قسم سے پہلے جو "لا" آتا ہے اس کا کوئی معنیٰ نہیں ہوتا ہے وہ زائدہ ہوتا ہے۔

اختلافِ شفق :

شفق کے بارے میں اختلاف ہے کہ سرخی مراد ہے یا سفیدی۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سورج کے غروب ہونے کے بعد مغرب کی طرف جو سرخی ہوتی ہے وہ شفق ہے۔ ان کے نزدیک سرخی ختم ہو جانے کے بعد نمازِ مغرب کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور عشاء کا وقت داخل ہو جاتا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تحقیق یہ ہے کہ سرخی کے بعد جو سفیدی ہوتی ہے وہ شفق ہے۔ اس سفیدی کے ختم ہو جانے کے بعد عشاء کا وقت داخل ہوگا۔

تو فرمایا میں قسم اُٹھاتا ہوں شفق کی وَالَّیْلِ اور قسم اُٹھاتا ہوں رات کی وَمَا اور اس چیز کی وَسَقَ جو وہ سمیٹتی ہے۔ حیوان، انسان، پرندے وغیرہ بے شمار چیزیں ہیں جو رات کو ساکن ہو جاتی ہیں اور دن کو نقل و حرکت کرتی ہیں وَالْقَمَرِ اور چاند کی قسم اُٹھاتا ہوں اِذَا اتَّسَقَ جب وہ پورا ہو جائے۔ تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں رات کا چاند اپنے عروج پر ہوتا ہے۔ پھر کم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ ان تین دنوں کا روزہ رکھنا مستحب ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس آدمی نے ان تین دنوں کے روزے رکھے گویا اس نے پورے مہینے کے روزے رکھے۔ کیوں کہ ضابطہ ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا "جس نے ایک نیکی کی اس کو دس گنا اجر ملے گا۔" ایک روزہ رکھا تو دس روزوں کا ثواب مل گیا۔ تین رکھے تو تیس دن کا ثواب مل گیا۔ فرمایا ان چیزوں کی قسم لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ البتہ تم ضرور چڑھو گے ایک سیڑھی سے دوسری سیڑھی پر، (عَنْ یہاں بَعْدَ کے معنیٰ میں ہے یعنی ایک حالت پر دوسری حالت کے بعد) ایک حالت سے دوسری حالت پر۔

مثلاً: پہلے ماں کے پیٹ میں نطفہ، پھر لوتھڑا، پھر بوٹی، پھر انسانی شکل بنی، پھر اس میں جان پڑی، پھر تم بچے ہوئے، پھر جوان ہو گئے، پھر بوڑھے ہو گئے، پھر مر جاؤ گے، پھر قیامت برپا ہو گی۔ اسی طرح دنیا میں کبھی سردی، کبھی گرمی، کبھی بھوک، کبھی پیاس، کبھی بیماری، کبھی تندرستی، بچپن، جوانی، بڑھاپا، یہ مختلف حالات طے کرنے ہیں۔ یہ سب کچھ سمجھ آرہا ہے فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ پس ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے ایمان نہیں لاتے وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ اور جس وقت ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا

ہے سجدہ نہیں کرتے رب تعالیٰ کو۔

یہ آیت سجدہ ہے جن مرد عورتوں نے یہ آیت سنی ہے اُن پر سجدہ لازم ہو گیا ہے۔ پڑھنے والوں پر بھی اور سننے والوں پر بھی۔ اور سجدے کے لیے وہی شرائط ہیں جو نماز کے لیے شرائط ہیں۔ صبح کی نماز کے بعد سورج کے طلوع ہونے تک نفل نماز نہیں پڑھ سکتے سجدہ تلاوت کر سکتے ہیں۔ کیوں کہ یہ واجب ہے۔ قضا نماز بھی پڑھ سکتے ہیں کیوں کہ فرض ہے اور نمازِ جنازہ بھی پڑھ سکتے ہیں کیوں کہ فرض کفایہ ہے۔ سجدہ تلاوت کے لیے اللہ اکبر! کہنا ہے ہاتھ نہیں اُٹھانے۔ ایک ہی سجدہ کرنا ہے اور اس میں تسبیحات بھی پڑھنی ہیں اور کم از کم تین مرتبہ پڑھے۔ اور اللہ اکبر کہہ کر اُٹھ جانا ہے سلام نہیں پھیرنا۔ بس یہ سجدہ تلاوت ادا ہو گیا۔

تو فرمایا جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے سجدہ نہیں کرتے بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بلکہ وہ لوگ جو کافر ہیں یُكَذِّبُوْنَ وہ جھٹلاتے ہیں قیامت کو، حق کو، قرآن کو، توحید کو، نبوت کو وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا یُوْعُوْنَ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔

وعا کا معنیٰ ہے برتن۔ پہلے زمانے میں لوگ سکے برتنوں میں ڈال دیتے تھے۔ اب اس کا لازمی معنیٰ ہوگا دولت جمع کرنا۔ تو ایسے مجرم جو ایمان نہیں لاتے اور آخرت کو جھٹلاتے ہیں فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ پس آپ ان کو خوش خبری سنا دیں دردناک عذاب کی۔ یہ طنزاً فرمایا ورنہ عذاب کی کیا خوش خبری ہے اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مگر وہ لوگ عذاب سے بچ جائیں گے جو ایمان لائے اور عمل کیے اچھے لَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ان کے لیے اجر ہے نہ ختم ہونے والا۔ ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی۔

ہمیشہ ہمیشہ کا راحت و آرام پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں میں سے کر دے۔

[آمین]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ البروج

(مکمل)

اٰیاتها ۲۲ | ۸۵ سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ مَكِّيَّةٌ ۲۷ | رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۙ﴿۱﴾ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۙ﴿۲﴾ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ؕ﴿۳﴾
قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۙ﴿۴﴾ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۙ﴿۵﴾ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا
قُعُوْدٌ ۙ﴿۶﴾ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ؕ﴿۷﴾ وَمَا
نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ﴿۸﴾ الَّذِيْ
لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ؕ﴿۹﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ
عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ؕ﴿۱۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ ذٰلِكَ
الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ؕ﴿۱۱﴾ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ؕ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَ
يُعِيْدُ ۚ﴿۱۳﴾ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۙ﴿۱۴﴾ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ۙ﴿۱۵﴾ فَعَّالٌ
لِّمَا يُرِيْدُ ؕ﴿۱۶﴾ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ۙ﴿۱۷﴾ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ؕ﴿۱۸﴾
بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ۙ﴿۱۹﴾ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ۚ﴿۲۰﴾
بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۙ﴿۲۱﴾ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۧ﴿۲۲﴾ ع ۱۰

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ قسم ہے برجوں والے آسمان کی وَالْيَوْمِ

الْمَوْعُوْدِ اور قسم ہے اس دن کی جس کا وعدہ کیا گیا ہے وَشَاهِدٍ اور قسم ہے حاضر ہونے والے (دن) کی وَّمَشْهُوْدٍ قسم ہے (اس دن کی) جس میں حاضری دی جاتی ہے قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ مارے گئے خندقوں والے النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ایندھن والی آگ تھی اِذْهُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ جب وہ آگ کے قریب بیٹھے تھے وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ اور وہ اس کارروائی پر جو وہ کر رہے تھے بِالْمُؤْمِنِيْنَ ایمان والوں کے ساتھ شُهُوْدٌ دیکھ رہے تھے وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اور انھوں نے نہیں عیب پایا ایمان والوں میں اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ مگر یہ کہ وہ ایمان لائے ہیں اللہ تعالیٰ پر الْعَزِيْزِ جو غالب ہے الْحَمِيْدِ قابل تعریف ہے الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وہی اللہ تعالیٰ کہ اسی کا ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جنھوں نے فتنے میں ڈالا مومن مردوں کو اور مومن عورتوں کو ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا پھر توبہ نہ کی فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ اور ان کے لیے جلانے والی آگ کا عذاب ہے اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ان کے لیے باغات ہیں بہتی ہیں

ان کے نیچے نہریں ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ یہ ہے بڑی کامیابی اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ بے شک آپ کے رب کی پکڑ البتہ (بڑی) سخت ہے اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ بے شک وہی ابتدا میں پیدا کرتا ہے وَيُعِيْدُ اور وہی لوٹائے گا وَهُوَ الْغَفُوْرُ اور وہی بخشنے والا ہے الْوَدُوْدُ اور بڑی محبت کرنے والا ہے ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ عرش کا مالک ہے بڑی بزرگی والا ہے فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ کرتا ہے اس چیز کو جس کا وہ ارادہ کرتا ہے هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ کیا آئی ہے آپ کے پاس لشکروں کی خبر فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ فرعون اور قوم ثمود کی بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بلکہ وہ لوگ جو کافر ہیں فِيْ تَكْذِيْبٍ جھٹلانے میں (لگے ہوئے) ہیں وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ اور اللہ تعالیٰ ان کے پیچھے سے مُّحِيْطٌ گھیرنے والا ہے بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ بلکہ یہ قرآن ہے بڑی بزرگی والا فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ لوح محفوظ میں ہے۔

نام اور کوائف:

اس سورت کا نام سورۃ البروج ہے۔ اس کی پہلی آیت کریمہ میں بروج کا لفظ موجود ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ چھبیس «۲۶» سورتیں اس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا ستائیسواں «۲۷» نمبر ہے۔ اس کا ایک رکوع اور بائیس «۲۲» آیات ہیں۔

بروج برج کی جمع ہے۔ برج کا معنی ہے قلعہ۔ یہ چاند اور سورج کی منزلیں ہیں۔

اس کو آپ اس طرح سمجھیں کہ کراچی سے گاڑی چلتی ہے پشاور کے لیے تو وہ سندھ طے کرے گی، صوبہ پنجاب طے کرے گی، پھر سرحد پہنچے گی۔ یا ضلعوں کو لے لو۔ مثلاً: لاہور سے چلی، تھوڑا سا شیخوپورہ عبور کیا، پھر گوجرانوالا، پھر گجرات، پھر جہلم، پھر راول پنڈی پہنچی۔ تو یہ جو راستے والے اسٹیشن ہیں یہ منزلیں سمجھیں۔ اسی طرح آسمان میں منزلیں ہیں جن کو سورج، چاند طے کرتے ہیں۔ ان کو بُرج کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ قسم ہے برجوں والے آسمان کی وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ اور وعدے والے دن کی قسم ہے۔ اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے کہ قیامت ضرور آئے گی وَشَاهِدٍ اور حاضر ہونے والے دن کی قسم ہے۔ اس سے جمعہ کا دن مراد ہے جو ہر جگہ خود حاضر ہوتا ہے وَّمَشْهُوْدٍ اور اس دن کی قسم ہے جس دن حاضری دی جاتی ہے۔ اس سے مراد عرفہ کا دن ہے۔ نویں ذوالحجہ کو لوگ وہاں حاضر ہوتے ہیں۔ یہ بڑے اہم دن ہیں۔

آگے جواب قسم ہے قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ خَدٌّ کی جمع ہے۔ اور بعض اس کو مفرد بناتے ہیں اور اس کی جمع اَخَادِيْد ہے۔ پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا مارے گئے کھائیوں والے۔ اور دوسری صورت میں ترجمہ ہوگا مارے گئے کھائی والے النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ایندھن والی آگ تھی۔ ایسی آگ جس کا ایندھن بہت زیادہ تھا اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ۔ قُعُوْدٌ قَاعِد کی جمع ہے۔ قاعد کا معنیٰ بیٹھنے والا۔ جب وہ آگ کے قریب بیٹھے تھے۔ وہ آگ جلانے والے آگ کے پاس بیٹھے تھے۔ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ اور وہ اس کارروائی پر جو وہ کر رہے تھے بِالْمُؤْمِنِيْنَ ایمان والوں کے ساتھ شُهُوْدٌ دیکھ رہے تھے۔

اصحاب الاخدود کا واقعہ :

یہ خندقوں والے کون ہیں؟ اس کے متعلق مسلم شریف، جس کا بخاری شریف کے بعد درجہ ہے، اس میں روایت ہے اور ترمذی شریف اور مسند احمد میں بھی یہ روایت موجود ہے۔ اس روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ (آنحضرت ﷺ کی ولادت باسعادت سے ستر (۷۰) سال پہلے کا واقعہ ہے) یمن کا ایک بڑا ظالم وجابر، بے لحاظ بادشاہ تھا۔ اس کا نام یوسف اور لقب ذونواس تھا۔ بڑا کافر، مشرک اور منہ پھٹ آدمی تھا۔ اُس زمانے میں اکثر حکومتوں کے بادشاہ جادوگروں اور نجومیوں کے مشوروں پر چلتے تھے۔ تو یمن کے علاقے میں ایک بڑا جادوگر تھا۔ تاریخ کی کتاب میں اس کا نام سَطِیح لکھا ہے۔ یہ جادوگروں کا امام تھا۔ یہ جب بوڑھا ہوگیا تو اس نے بادشاہ کو پیغام بھیجا کہ میں اب بوڑھا ہوگیا ہوں میں چاہتا ہوں کہ اپنے جادو کے کرتب کسی کو سکھادوں۔ لہٰذا مجھے کوئی ذہین بچہ مہیا کرو تاکہ میں جادو کا علم، فن اور جتنے کرتب مجھے آتے ہیں میں اس کو سکھادوں۔

بادشاہ نے اس وقت کے سکول، کالجوں کے پرنسپلوں سے رابطہ کیا کہ ہمیں ایک ذہین بچہ چاہیے۔ انھوں نے ایک بڑا ذہین خوب صورت بچہ جس کا نام عبداللہ بن تامر تھا، یہ اتنا ذہین تھا کہ ہوا سے بات کو اخذ کرلیتا تھا۔ جب کوئی بات شروع کرتا تھا تو یہ اندازہ لگا لیتا تھا کہ اس نے کیا کہنا ہے۔ بادشاہ نے وہ بچہ جادوگر کے حوالے کردیا کہ اس کو اپنا فن سکھادو۔ یہ بچہ روزانہ آنے جانے لگ گیا اور جادوگر سے جادو سیکھنا شروع کردیا۔

راستے میں ایک راہب تھا جو اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صحیح مذہب حق پر تھا۔ اصل مقصد تو اس کا تبلیغ تھا مگر ظالم، جابر بادشاہ کی وجہ سے کھل کر تبلیغ نہیں کرسکتا تھا۔ اس نے مسواکیں، ٹوپیاں، سرمہ جیسی چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ اس بہانے کے ساتھ وہ تبلیغ کرتا

تھا۔ یہ راہب اس بچے کو آتے جاتے دیکھتا تھا۔ ایک دن اس کو بلا کر کہا برخوردار! میں روزانہ تجھے دیکھتا ہوں کہاں آتے جاتے ہو؟ لڑکے نے بتایا کہ ایک بہت بڑا جادوگر ہے مجھے والدین اور حکومت وقت نے اُس سے جادو سیکھنے کے لیے مقرر کیا ہے۔ میں اس کے پاس جادو سیکھنے کے لیے جاتا ہوں۔ راہب نے بڑی نرمی کے ساتھ اس کو توحید سنائی اور رسالت اور قیامت کا سبق دیا۔ چونکہ بچے کا ذہن صاف تھا راہب کی باتیں اس کے ذہن میں بیٹھ گئیں اور وہ بچہ مسلمان ہو گیا۔ بادل نخواستہ جادوگر کے پاس بھی جاتا رہا کیوں کہ مجبور تھا مگر زیادہ وقت راہب کے پاس گزارتا تھا۔ کافی دین سیکھ لیا اور پختہ ذہن کا ہو گیا۔

ایک دن یہ واقعہ پیش آیا کہ کسی موذی جانور شیر یا اژدہا نے راستہ روک رکھا تھا جس کی وجہ سے لوگوں کا گزرنا محال تھا لوگ پریشان تھے اور اس جانور کو مار نہ سکے۔ اس لڑکے نے بڑا پتھر ہاتھ میں لے کر دعا کی اے اللہ! اگر راہب کا دین سچا ہے تو میرے اس پتھر سے یہ موذی جانور ہلاک ہو جائے۔ چنانچہ اس کے پتھر سے وہ جانور ہلاک ہو گیا اور اس کرامت کی وجہ سے وہ لڑکا بڑا مشہور ہو گیا۔ اس کے پاس ایک نابینا آدمی آیا اور درخواست کی کہ میری آنکھیں ٹھیک کر دو۔ لڑکے نے کہا توبہ توبہ آنکھیں دینا رب کا کام ہے میرا نہیں ہے۔ راہب کے پاس گئے اس نے کہا کہ میں بھی دعا کرتا ہوں تم بھی دعا کرو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کو آنکھیں واپس کر دیں۔ کیوں کہ وہ پہلے بینا تھا بعد میں آنکھیں ضائع ہو گئی تھیں اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی، وہ بینا ہو گیا۔ اب اس کا اور زیادہ چرچا ہوا۔

ظالم بادشاہ تک یہ خبر پہنچی تو اس نے تینوں کو طلب کر لیا اور ان کو خاصا ڈرایا دھمکایا کہ میں تمھیں سزا دوں گا۔ انھوں نے کہا کہ ہمارا جرم اور قصور کیا ہے؟ ہم صرف رب کی

ذات پر ایمان رکھتے ہیں اور وقت کے نبی پر ایمان لائے ہیں۔ اس نے کہا میں نہیں جانتا۔ چنانچہ اس نے راہب اور جو اس کی دعا سے بینا ہو گیا تھا دونوں کو قتل کر دیا اور لڑکے کے بارے میں حکم دیا کہ اس کو پہاڑ پر لے جاؤ۔ اگر یہ اپنا دین چھوڑ دے تو اس کو چھوڑ دینا ورنہ پہاڑ کی چوٹی سے نیچے گرا دینا۔ جب اس کو چوٹی سے نیچے گرانے لگے تو رب تعالیٰ کے فرشتوں نے ان سب کو پکڑ کر نیچے گرا دیا۔ وہ سارے ختم ہو گئے اور لڑکا صحیح سالم واپس آ گیا۔

بادشاہ کو اطلاع ہوئی کہ لڑکا تو نہیں مرا پبلک کافی مر گئی ہے۔ بادشاہ کو بڑا رنج ہوا اور اس نے حکم دیا کہ لڑکے کو کشتی میں سوار کر کے گہرے پانی میں لے جا کر ڈبو دو۔ اس کو سمندر میں گرا کر کشتی واپس لے آؤ۔ اللہ تعالیٰ نے لڑکے عبداللہ کو محفوظ رکھا اور جو ڈبونے کے لیے گئے تھے ان کو فرشتوں نے اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا۔ بچے کو پھر بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ لڑکے نے کہا کہ اگر تو مجھے مارنا چاہتا ہے تو میں خود اس کی تدبیر بتلاتا ہوں۔ مجھے کسی اونچی جگہ پر کھڑا کر کے مجھ پر تیر چلاؤ اور تیر چلاتے وقت تیر چلانے والا زبان سے یہ الفاظ کہے بِاسْمِ اللّٰہِ رَبِّ الْغُلَامِ یعنی اس بچے کے رب کے نام پر تیر چلاتا ہوں۔ چنانچہ بِاسْمِ اللّٰہِ رَبِّ الْغُلَامِ کہہ کر تیر چلایا تو وہ لڑکا شہید ہو گیا۔ یہ لفظ سن کر پبلک نے جب الفاظ سنے اور یہ منظر دیکھا تو کہنے لگے اٰمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ "اس نوجوان کے رب پر ہم ایمان لے آئے۔" یہ دیکھ کر بادشاہ آگ بگولا ہو گیا اور کہنے لگا میں تمھارا علاج کرتا ہوں۔ اس نے خندقیں کھدوا کر ان میں آگ جلائی اور ہزاروں کی تعداد میں ایمان والوں کو آگ کے گڑھوں میں پھینک کر زندہ جلا دیا۔ وہ لوگ آگ میں جل گئے مگر کلمہ کسی نے نہ چھوڑا۔

ایک ایمان دار عورت لائی گئی جس کی گود میں بچہ تھا۔ آگ کے شعلوں کو دیکھ کر وہ عورت گھبرائی۔ اس بچے نے بول کر کہا یَا اُمِّیْ اِصْبِرِیْ اِنَّكِ عَلَى الْحَقِّ "اے ماں! صبر کرنا تم حق پر ہو گھبرانا نہیں۔ اگر چہ بہ ظاہر یہ آگ ہے مگر حقیقت میں یہ جنت ہے۔" بادشاہ نے جب لوگوں کو آگ میں ڈال کر شہید کر دیا تو لوگ تالیاں بجا رہے تھے، بھنگڑے ڈال رہے تھے کہ رب تعالیٰ نے اسی آگ کو پھیلا کر سب کو بھسم کر دیا اور سارے ظالم ختم ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اور انھوں نے نہیں عیب پایا ایمان والوں میں اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ مگر یہ کہ وہ ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ جو غالب ہے قابل تعریف ہے۔ بس یہ جرم تھا ان کا کہ وہ اللہ تعالیٰ العزیز الحمید پر ایمان لائے الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وہی اللہ تعالیٰ کہ جس کا ملک ہے آسمانوں کا اور زمین کا وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ جنھوں نے فتنے میں مبتلا کیا مومن مردوں کو وَالْمُؤْمِنٰتِ اور مومن عورتوں کو ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا پھر توبہ نہ کی انھوں نے فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ پس ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ اور ان کے لیے جلانے والی آگ کا عذاب ہے۔ مرنے کے بعد تو جو عذاب ہوگا سو ہوگا دنیا میں بھی اسی آگ نے ان کو جلا کر راکھ کر دیا جو انھوں نے مومنوں کے لیے جلائی تھی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے عمل کیے اچھے لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ان کے لیے باغات ہیں بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ یہ ہے بڑی کامیابی۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان

مرد عورت کو نصیب فرمائے اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ بے شک آپ کے رب کی پکڑ بہت سخت ہے۔ ظالم چاہے جتنا ظلم کرلے کتنا عرصہ کرے گا؟ یقیناً ایک دن رب تعالیٰ کی پکڑ میں آئے گا پھر اس کی جان نہیں چھوٹے گی اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ بے شک وہی اللہ تعالیٰ ہی ابتدا میں پیدا کرتا ہے مخلوق کو۔ اَبْدَاَ يُبْدِئُ ابداء پیدا کرنا۔ وَيُعِيْدُ اور وہی لوٹائے گا قیامت والے دن۔ جس نے پہلے پیدا کیا ہے وہی دوبارہ لوٹائے گا وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ اور وہی بخشنے والا ہے اور بڑی محبت کرنے والا ہے ذُو الْعَرْشِ عرش والا ہے۔

جو غیر جان دار مخلوق ہے اس میں سے عرش سب سے بڑا ہے۔ سات آسمانوں اور سات زمینوں پر حاوی ہے الْمَجِيْدُ بزرگی والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی عظمت والی ہے فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ کرتا ہے اس چیز کو جس کا وہ ارادہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارادے کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ تو تم نے سن لیا کہ ظالموں نے ظلم کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کا بیڑہ غرق کر دیا۔ اور سنو!

فرمایا هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ کیا آئی ہے آپ کے پاس لشکروں کی خبر فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ فرعون کی خبر آئی ہے یا نہیں، قوم ثمود کی خبر آئی ہے یا نہیں؟ فرعونیوں کے ساتھ کیا ہوا؟ قوم ثمود کے ساتھ کیا ہوا؟ جو رب ان قوموں کو سزا دے سکتا ہے وہ آج بھی نافرمانوں کو سزا دے سکتا ہے بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ بلکہ کافر لوگ تکذیب میں مبتلا ہیں، جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں۔ توحید اور رسالت کو جھٹلاتے ہیں، قرآن اور قیامت کو جھٹلاتے ہیں، کمر بستہ ہو کر حق کو جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ اور اللہ تعالیٰ ان کو پیچھے سے گھیرنے والا ہے علم کے لحاظ سے،

قدرت کے لحاظ سے کوئی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر نہیں ہے سب اللہ تعالیٰ کے احاطہ علم اور قدرت میں ہیں۔ فرمایا اس کا انکار نہ کرو بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ بلکہ یہ قرآن ہے بڑی بزرگی والا۔ یہ جو قرآن تمھارے سامنے ہے بڑی بزرگی والا ہے۔

آج آسمانی کتابوں میں یہی کتاب ہے الحمدللہ! جو اپنی اصل شکل میں موجود ہے کہ اس میں زیر زبر کی بھی کمی بیشی نہیں ہوئی۔ بے شک تورات، انجیل، زبور برحق تھیں اور آسمانی صحیفے بھی تھے لیکن اس وقت دنیا میں تورات کا ایک نسخہ بھی اپنی اصل شکل میں موجود نہیں ہے۔ نہ انجیل اصل شکل میں موجود ہے اور نہ زبور اصلی شکل میں موجود ہے۔ اور خود پادری صاحبان اس چیز کا اقرار کرتے ہیں کہ کوئی بھی اصل شکل میں موجود نہیں ہے۔ صرف قرآن کریم اپنی اصل شکل میں موجود ہے۔ جس طرح لوح محفوظ میں تھا اور جس طرح حضرت جبرئیل علیہ السلام لے کر آئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے ادا کیا اسی طرح آج تک محفوظ ہے اور قیامت تک رہے گا۔

فرمایا فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ لوح محفوظ میں ہے۔ وہاں سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی وساطت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وساطت سے دنیا کے کونے کونے میں پہنچا۔

تفسیر

سُورَۃُ الطَّارِق

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتها ۱۷ | ۸۶ سُوْرَةُ الطَّارِقِ مَكِّيَّةٌ ۳۶ | رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ﴿۱﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ﴿۲﴾ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ﴿۳﴾ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ﴿۴﴾ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ﴿۵﴾ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ﴿۶﴾ يَّخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ﴿۷﴾ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ﴿۸﴾ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ﴿۹﴾ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ﴿۱۰﴾ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ﴿۱۱﴾ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ﴿۱۳﴾ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ﴿۱۴﴾ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ﴿۱۵﴾ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ﴿۱۶﴾ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ﴿۱۷﴾ ع

وَالسَّمَآءِ قسم ہے آسمان کی وَالطَّارِقِ اور رات کو آنے والے کی وَمَآ اَدْرٰىكَ اور آپ کو کس نے بتلایا مَا الطَّارِقُ طارق کیا ہے النَّجْمُ الثَّاقِبُ، وہ چمکتا ہوا ستارہ ہے اِنْ كُلُّ نَفْسٍ نہیں ہے کوئی نفس لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ مگر اس پر نگران ہے فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ پس چاہیے کہ دیکھے انسان مِمَّ خُلِقَ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے خُلِقَ پیدا کیا گیا ہے مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ اچھلنے والے پانی سے يَّخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ جو نکلتا ہے پشت اور سینے کے درمیان سے اِنَّهٗ عَلٰى

رَجۡعِهٖ لَقَادِرٌ بے شک وہ اس کو دوبارہ لوٹانے پر قادر ہے یَوۡمَ تُبۡلَى السَّرَآئِرُ جس دن امتحان لیا جائے گا رازوں کا فَمَا لَهٗ مِنۡ قُوَّةٍ پس نہیں ہوگی اس کے لیے کوئی طاقت وَّلَا نَاصِرٍ اور نہ کوئی مددگار ہوگا وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجۡعِ قسم ہے لوٹنے والے آسمان کی وَالۡاَرۡضِ ذَاتِ الصَّدۡعِ اور قسم ہے پھٹنے والی زمین کی اِنَّهٗ لَقَوۡلٌ فَصۡلٌ بے شک یہ قرآن کریم البتہ فیصلہ کرنے والی بات ہے وَّمَا هُوَ بِالۡهَزۡلِ اور نہیں ہے یہ قرآن ہنسی مذاق کی بات اِنَّهُمۡ يَكِيۡدُوۡنَ كَيۡدًا بے شک یہ لوگ تدبیر کرتے ہیں تدبیر کرنا وَّاَكِيۡدُ كَيۡدًا اور میں بھی تدبیر کرتا ہوں تدبیر کرنا فَمَهِّلِ الۡكٰفِرِيۡنَ پس آپ مہلت دیں کافروں کو اَمۡهِلۡهُمۡ رُوَيۡدًا مہلت دیں ان کو تھوڑی سی۔

نام اور کوائف:

اس سورت کا نام طارق ہے۔ پہلی آیت کریمہ میں طارق کا لفظ موجود ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے پینتیس «۳۵» سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا چھتیسواں «۳۶» نمبر ہے۔ اس کا ایک رکوع اور سترہ «۱۷» آیتیں ہیں۔

طارق کیا ہے اور النجم الثاقب کی مختلف تفسیریں:

وَالسَّمَآءِ میں واو قسمیہ ہے۔ معنیٰ ہوگا قسم ہے آسمان کی وَالطَّارِقِ اور قسم ہے رات کو آنے والے کی۔ طارق کا لفظی معنیٰ ہے رات کو آنے والا۔ لیکن یہاں خود تشریح کردی کہ طارق سے کیا مراد ہے؟ فرمایا وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا الطَّارِقُ اور آپ کو کس نے

بتلایا کہ طارق کیا ہے، رات کو آنے والا کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں النَّجْمُ الثَّاقِبُ وہ چمکتا ہوا ستارہ ہے۔ ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ النَّجْمُ الثَّاقِبُ سے مراد چاند ہے کہ اس کی روشنی باقی تمام ستاروں سے زیادہ ہوتی ہے۔

اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے زحل ستارہ مراد ہے۔ تیسری تفسیر یہ ہے کہ ثریا یعنی کہکشاں مراد ہے۔ ان ستاروں میں اللہ تعالیٰ نے بڑی خاصیات رکھی ہیں۔ ہم سے چونکہ بہت دور ہیں اس لیے ہم ان کی پوری حقیقت سے واقف نہیں ہیں۔ یہ قسم ہے اور آگے جواب قسم ہے اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۔ بعض حضرات اِنْ کو نافیہ قرار دیتے ہیں اور لَمَّا، اِلَّا کے معنی میں ہے۔ معنی ہوگا نہیں ہے کوئی نفس مگر اس پر نگران ہے۔

حَافِظٌ کی مراد:

وہ نگران کون ہے؟ اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہے فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿یوسف: ۶۴﴾ "پس اللہ تعالیٰ ہی سب سے بہتر حفاظت کرنے والا ہے اور وہ سب سے بڑا مہربان ہے۔" تو سب سے بڑا محافظ رب العالمین ہے اور ہر وقت نگران ہے۔ یہ بھی صحیح ہے۔

اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ کراماً کاتبین مراد ہیں۔ کہ وہ اعمال کے نگران ہیں۔ سورۃ الانفطار پارہ ۳۰ میں ہے وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ "بے شک تمہارے اوپر البتہ حفاظت کرنے والے مقرر ہیں وہ باعزت لکھنے والے ہیں وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔" جو بات زبان سے نکلتی ہے اس کو لکھ لیتے ہیں اور جو فعل سرزد ہوتا ہے اس کو بھی لکھ لیتے ہیں۔ یہ دو فرشتے دن کے ہوتے ہیں اور دو

رات کے۔ فجر اور عصر کی نماز کے وقت ان کی ڈیوٹی بدلتی ہے۔ رات والے فجر کی نماز کے لیے امام اللہ اکبر! کہتا ہے تو چلے جاتے ہیں اور دن والے آجاتے ہیں۔ اور عصر کی نماز کے وقت امام محلہ کہتا ہے اللہ اکبر! تو دن والے چلے جاتے ہیں اور رات والے آجاتے ہیں۔

تیسری تفسیر یہ ہے کہ حافظ سے مراد وہ فرشتے ہیں جو انسان کی حفاظت پر مامور ہیں۔ جن کا ذکر پارہ ۱۳ سورۃ الرعد آیت نمبر ۱۱ میں ہے لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ "اس کے لیے آگے پیچھے آنے والے ہیں اس آدمی کے آگے بھی اور پیچھے بھی جو اس کی حفاظت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔"

تفسیر ابن جریر طبری میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس فرشتے انسان کے بدن کی دن کو حفاظت کرتے ہیں اور دس رات کو۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے نگرانی منظور ہوتی ہے اور جب اس کی ہلاکت کا وقت ہوتا ہے تو فرشتے الگ ہو جاتے ہیں اور وہی کچھ ہوتا ہے جو رب تعالیٰ نے اس کے لیے مقدر کیا ہوتا ہے۔

تو فرمایا ہر نفس پر نگران مقرر ہے فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ پس چاہیے کہ دیکھے انسان، غور کرے کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔ انسان جب جوانی اور طاقت میں ہوتا ہے مال و دولت والا ہوتا ہے تو بگڑا ہوا ہوتا ہے اور اپنی حقیقت کو بھول جاتا ہے کہ میں کس چیز سے پیدا ہوا ہوں۔ انسان کو اپنی خلقت دیکھنی چاہیے۔ اگر اسے خود شرم آتی ہے بیان نہیں کر سکتا تو ہم بتا دیتے ہیں خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ پیدا کیا گیا ہے اچھلنے والے پانی سے جو اچھل کر رحم میں پڑتا ہے شہوت کے ساتھ۔ مَآءٍ مَّهِيْنٍ حقیر پانی کہ جب وہ

شہوت کے ساتھ بدن سے نکلتا ہے تو بدن پلید ہو جاتا ہے، کپڑے کو لگے تو کپڑا پلید ہو جاتا ہے۔ اس نجس پانی سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ کاش کہ آج انسان اپنی اصلیت کو دیکھتا یَخْرُجُ مِنْۢ بَیْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ۔ تَرَآئِب تَرِیْبَۃٌ کی جمع ہے کا معنیٰ ہے چھاتی۔ چھاتی ہے تو مفرد مگر اس پر جمع کا لفظ بولا گیا ہے۔ معنیٰ ہوگا جو نکلتا ہے پشت اور سینے کے درمیان سے۔ مرد کا نطفہ کمر سے اور عورت کا چھاتی سے پیدا ہوتا ہے۔ اور چھاتی دل کے قریب ہوتی ہے اس وجہ سے ماں میں بچوں کے لیے شفقت زیادہ ہوتی ہے۔ اور کمر چونکہ دل سے ذرا دور ہوتی ہے اس لیے باپ میں شفقت بہ نسبت ماں کے تھوڑی ہوتی ہے۔

فرمایا اے انسان سن لے! جس رب نے تجھے حقیر چیز سے پیدا کیا ہے اِنَّہٗ عَلٰی رَجْعِہٖ لَقَادِرٌ بے شک وہ رب تعالیٰ انسان کو دوبارہ لوٹانے پر قادر ہے۔ اگر انسان اپنی اصلیت کو سمجھے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کو تسلیم کرنا اور بعث بعد الموت کا اقرار کرنا کوئی مشکل نہیں ہے اور اگر آنکھیں بند کر لے اور ضد سے کام لے تو اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ یَوْمَ تُبْلَی السَّرَآئِرُ۔ سَرَآئِر جمع ہے سَرِیْرَۃٌ کی اور سَرِیْرَۃ کا معنیٰ ہے راز۔ معنیٰ ہوگا جس دن امتحان لیا جائے گا رازوں کا۔ چاہے دل کے راز ہوں یا ایک دوسرے کے ساتھ راز و نیاز کی باتیں ہوئی ہوں سب کا امتحان ہوگا کہ وہ باتیں جائز تھیں یا ناجائز تھیں۔ چھوٹی بڑی ہر شے سامنے آئے گی اور انسان حیران ہوگا اور کہے گا مَالِ ھٰذَا الْکِتٰبِ لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَۃً وَّلَا کَبِیْرَۃً اِلَّآ اَحْصٰھَا ﴿الکہف: ۴۹﴾ "کیا ہے اس کتاب کو کہ یہ نہیں چھوڑتی کسی چھوٹی چیز کو اور نہ بڑی چیز کو مگر اس نے اس کو سنبھال رکھا ہے۔" وہ چیزیں جن کو انسان گناہ نہیں سمجھتا تھا ان کا بھی سوال ہوگا۔

مقرب بندوں کے گناہ نیکیوں میں بدل دیئے جائیں گے :

بخاری شریف میں روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک مومن بندے کو قریب کر کے اس پر پردہ ڈال دیں گے۔ پھر اس سے سوال کریں گے اَتَعْرِفُ ذَنْبَ کَذَا "کیا فلاں گناہ تجھے آیا، کیا فلاں گناہ تجھے یاد ہے۔" ان چیزوں کا ذکر فرمائیں گے جن کو بندہ گناہ نہیں سمجھتا تھا۔ مثلاً: رب تعالیٰ فرمائیں گے بندے! تجھے یاد ہے مسجد سے نکلتے ہوئے تو نے سیڑھیوں پر تھوکا تھا، تو نے کیلا، آم کھا کر چھلکے راستے پر پھینک دیئے تھے۔ تیرے کمرے میں جالا لگا ہوا تھا تو نے نہیں اُتارا تھا۔ تو نے کمرے کی صفائی نہیں کی تھی۔ ایسی چیزوں کا ذکر ہوگا جن کو انسان گناہ نہیں سمجھتا تھا۔ اس کے ہوش وحواس گم ہو جائیں گے، طوطے اُڑ جائیں گے کہ ان چیزوں کا سوال ہو رہا ہے جن کو میں گناہ ہی نہیں سمجھتا تھا۔ تو رب تعالیٰ فرمائیں گے اے بندے! چوں کہ تیری نیکیاں زیادہ ہیں لہٰذا میں تجھے ان گناہوں کے بدلے میں اجر دیتا ہوں۔ کیوں کہ توبہ کرنے والے بندوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں کے ساتھ بدل دیتے ہیں فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِہِمْ حَسَنٰتٍ "یہی لوگ ہیں کہ تبدیل کر دے گا اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو نیکیوں کے ساتھ۔"

جب یہ دیکھے گا تو پھر اپنے گناہ بتانے کے خود ریکارڈ توڑ دے گا۔ کہے گا میں نے یہ گناہ بھی کیا تھا، یہ گناہ بھی کیا تھا۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے پہلے بولتا نہیں تھا اب خاموش نہیں ہوتا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم گناہ شروع کر دو کہ مشکل ہے کہ ہم لوگ اس مد میں آجائیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہوں گے جن کی بُرائیاں نیکیوں کے ساتھ بدلے گا۔ ہمارے لیے تو اتنی بات ہی بڑی ہے کہ ہمارے گناہ معاف کر دے۔ ہم اس مد کے بندے ہو جائیں ہمارے لیے یہی غنیمت ہے۔

تو فرمایا جب دن رازوں کا امتحان لیا جائے گا فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ پس نہیں ہوگی اس کے لیے کوئی طاقت امتحان کو ٹالنے کی وَّلَا نَاصِرٍ اور نہ کوئی مددگار ہوگا کہ اس کو چھڑا سکے وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ قسم ہے لوٹنے والے آسمان کی۔قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ لوٹنے کا یہ مطلب بیان فرماتے ہیں کہ وہ دورہ کرتا ہے یعنی چکر لگاتا ہے۔اور ذَاتِ الرَّجْعِ کا معنیٰ یہ بھی کرتے ہیں کہ آسمان بار بار بارش برساتا ہے۔بارش ہوتی ہے، پھر بارش ہوتی ہے، پھر لوٹ کر آیا پھر بارش ہوئی وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ اور قسم ہے زمین پھٹنے والی کی۔پھٹنے کے بعد اس میں درخت اُگتے ہیں، فصلیں اُگتی ہیں، سبزیاں اُگتی ہیں، پودے پیدا ہوتے ہیں۔

فرمایا اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ بے شک یہ قرآن کریم فیصلہ کرنے والی بات ہے۔ قرآن جو کہتا ہے حق کہتا ہے۔یہی سورت حضرت ضماد رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا سبب بنی تھی۔جن کا تعلق قبیلہ بنو ازد شنوءہ سے تھا۔یہ بڑا مشہور قبیلہ ہے۔اسی قبیلے کی عورت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نکاح ہوگا جب وہ آسمان سے نزول فرمائیں گے۔دو بچے پیدا ہوں گے۔ایک کا نام موسیٰ رکھیں گے اور دوسرے کا نام محمد رکھیں گے۔موسیٰ تو اس لیے کہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر تھے اور یہ تورات اور موسیٰ علیہ السلام کی تائید کرتے تھے۔اور محمد اس لیے کہ نازل ہونے کے بعد چالیس سال تک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت نافذ کریں گے۔

حضرت ضماد رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام کا واقعہ :

یہ ضماد دیوانوں کا معالج تھا۔اس کو علم ہوا کہ مسجد حرام کے متولیوں میں سے کسی کا بچہ جو یتیم ہے دیوانہ ہو گیا ہے۔تو یہ انسانی ہمدردی کے جذبے کو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے پاس پہنچا اور کہنے لگا حضرت! ازدشنوءہ قبیلے کے ضماد نامی آدمی کا نام سنا ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں میں نے سنا ہے۔ کہنے لگا وہ عاجز میں ہوں۔ میں پاگلوں کا علاج کرتا ہوں اللہ تعالیٰ شفا دیتا ہے۔ میں انسانی ہمدردی کے تحت آیا ہوں آپ سے فیس نہیں لیتی اگرچہ میری فیس بہت زیادہ ہے۔ اس کی گفتگو سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے کہ کافروں نے میرے خلاف کتنا پروپیگنڈا کیا ہوا ہے کہ ان کا قبیلہ مکہ مکرمہ سے چار پانچ دن کی مسافت پر رہتا ہے وہاں تک مشہور ہو گیا ہے کہ یہ دیوانہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دیوانہ نہیں ہوں۔ ضماد نے کہا کہ لوگ کیوں کہتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان کی زبانیں ان کے منہ میں ہیں میرے کنٹرول میں تو نہیں ہیں وہ جانیں اور ان کا کام جانے۔

کہنے لگا آپ کہتے کیا ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ مسنونہ پڑھا جو جمعہ میں آپ حضرات سنتے ہیں اور یہ سورت پڑھی۔ کیوں کہ وہ عربی تھا اور عربی زبان کی فصاحت و بلاغت کو سمجھتا تھا جیسے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایک آیت پڑھتے جاتے تھے اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے جاتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوزت مکمل کر لی تو کہنے لگا میں معافی چاہتا ہوں میں نے غلط سمجھا تھا مجھے آپ مسلمان کر کے بیعت کر لیں۔ ضماد شکار کرنے کے لیے آیا تھا مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق کے جال میں ایسا پھنسا کہ نکل نہ سکا۔ آیا تھا کافر اور گیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہو کر۔

تو فرمایا بے شک یہ قرآن فیصلہ کرنے والی بات ہے وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ اور نہیں ہے یہ قرآن ہنسی مذاق کی بات۔ دل لگی کی بات نہیں ہے اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا بے شک یہ لوگ تدبیر کرتے ہیں تدبیر کرنا کہ کسی طرح قرآن کریم کے پروگرام کو مٹا دیں

وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِھٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِیْهِ لَعَلَّکُمْ تَغْلِبُوْنَ
﴿حم السجدہ: ۲۶، پارہ: ۲۴﴾ "اور کہا ان لوگوں نے جو کافر ہیں نہ سنو اس قرآن کو اور شوروغل مچاؤ اس میں تاکہ تم غالب ہو جاؤ۔"

اور سورۃ الانعام آیت نمبر ۲۶ میں ہے وَھُمْ یَنْھَوْنَ عَنْهُ وَیَنْئَوْنَ عَنْهُ "اور وہ روکتے ہیں اس قرآن سے اور خود بھی دور ہوتے ہیں۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شہید کرنے کے منصوبے بنائے کہ کسی طریقے سے دین ختم ہو جائے وَّاَکِیْدُ کَیْدًا اور میں بھی تدبیر کرتا ہوں تدبیر کرنا۔ آپ کو بچانے کی اور اسلام کو پھیلانے کی۔ سورت صف پارہ ۲۸ میں ہے وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ "اور اللہ تعالیٰ پورا کرنے والا ہے اپنے نور کو، ایمان کو، نورِ توحید کو، نورِ رسالت کو، نورِ نبوت کو، نورِ قرآن کو، اگرچہ کافر اس کو پسند نہ کریں۔"

فَمَھِّلِ الْکٰفِرِیْنَ پس آپ مہلت دیں کافروں کو اَمْھِلْھُمْ رُوَیْدًا مہلت دیں ان کو تھوڑی سی۔ عن قریب ان کو انجام کا پتا چل جائے گا۔ پھر بدر میں ان کی کیا گت بنی؟ پھر 8ھ میں مکہ مکرمہ فتح ہوا تو کیسے ان کی دوڑیں لگیں۔ تاخیر میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہوتی ہے آپ پریشان نہ ہوں یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تفسیر

سُوْرَۃُ الْاَعْلٰی

(مکمل)

جلد ۲۱
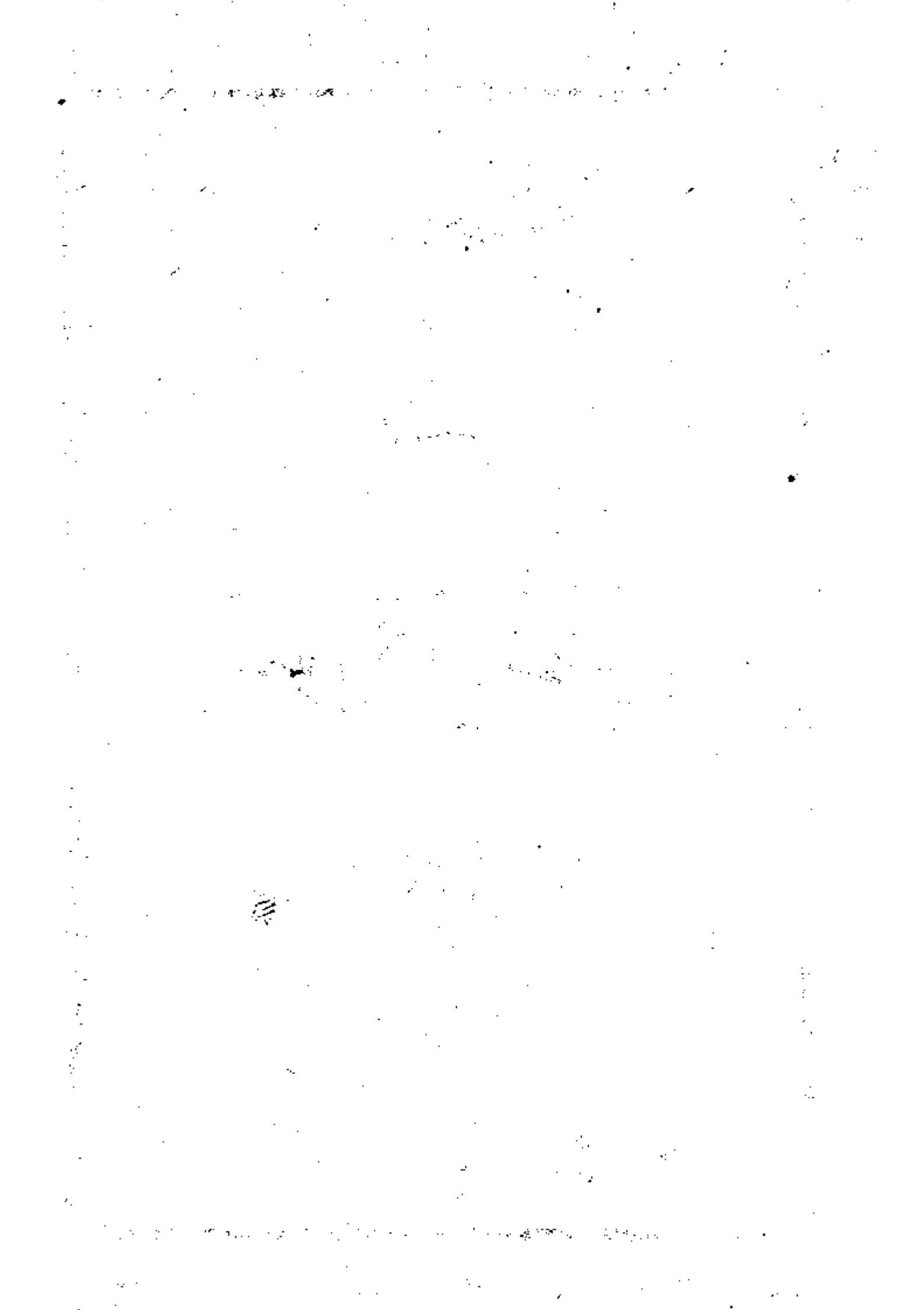
آیاتہا ۱۹ ۸۷ سُوْرَةُ الْاَعْلٰى مَكِّيَّةٌ ۸ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۙ﴿۱﴾ الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۙ﴿۲﴾ وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۙ﴿۳﴾ وَالَّذِيْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۙ﴿۴﴾ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ؕ﴿۵﴾ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ۙ﴿۶﴾ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ؕ﴿۷﴾ وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ۚ﴿۸﴾ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ؕ﴿۹﴾ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ۙ﴿۱۰﴾ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۙ﴿۱۱﴾ الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ۚ﴿۱۲﴾ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ؕ﴿۱۳﴾ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۙ﴿۱۴﴾ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ؕ﴿۱۵﴾ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۙ﴿۱۶﴾ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ؕ﴿۱۷﴾ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۙ﴿۱۸﴾ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ﴿۱۹﴾ ع ۱

سَبِّحِ پاکیزگی بیان کر اِسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى اپنے بلند رب کے نام کی الَّذِيْ خَلَقَ وہ جس نے پیدا کیا فَسَوّٰى پھر برابر کیا وَالَّذِيْ قَدَّرَ اور وہ ذات جس نے تقدیر مقرر کی فَهَدٰى پھر راہ نمائی کی وَالَّذِيْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى اور وہ ذات جس نے چارا نکالا فَجَعَلَهٗ غُثَآءً پھر کر دیا اس کو خشک اَحْوٰى سیاہ سَنُقْرِئُكَ

بتاکید ہم آپ کو پڑھائیں گے فَلَا تَنْسٰٓى پھر آپ نہ بھولیں گے
اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ مگر وہ جو رب چاہے اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ بے شک وہ
جانتا ہے بلند آواز کو وَمَا يَخْفٰى اور مخفی کو وَنُيَسِّرُكَ اور ہم
آسان کر دیں گے آپ کے لیے لِلْيُسْرٰى آسان چیز کو فَذَكِّرْ
پس آپ نصیحت کریں اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى تحقیق نفع دے گی
نصیحت سَيَذَّكَّرُ عن قریب قبول کرے گا مَنْ يَّخْشٰى جو ڈرتا
ہے وَيَتَجَنَّبُهَا اور کنارہ کش رہے گا اس نصیحت سے الْاَشْقَى جو
بڑا بدبخت ہے الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى وہ جو داخل ہو گا
بڑی آگ میں ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا پھر نہ مرے گا اس آگ میں وَلَا
يَحْيٰى اور نہ زندہ رہے گا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى تحقیق کامیاب
ہو گیا جس نے باطن صاف کر لیا وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ اور ذکر کیا اپنے
رب کے نام کا فَصَلّٰى پس نماز پڑھی بَلْ بلکہ تُؤْثِرُوْنَ
الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا تم ترجیح دیتے ہو دنیا کی زندگی کو وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى
حالانکہ آخرت بہت بہتر ہے اور دیرپا ہے اِنَّ هٰذَا بے شک یہی بات
لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى پہلے صحیفوں میں درج ہے صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ
وَمُوْسٰى حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے اور موسیٰ علیہ السلام کے صحیفے۔

نام اور کوائف:

اس سورت کا نام سورۃ الاعلیٰ ہے۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں اعلیٰ کا لفظ موجود ہے اسی سے سورت کا نام لیا گیا ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے سات ﴿۷﴾ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا آٹھواں ﴿۸﴾ نمبر ہے۔ اس کا ایک رکوع اور انیس ﴿۱۹﴾ آیات ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ آنحضرت ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے تمام ایمان والوں کو حکم دیتے ہیں سَبِّحِ پاکیزگی بیان کر اِسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى اپنے رب کے نام کی جو بلند شان والا ہے۔ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا اجْعَلُوهَا فِي سُجُودِكُمْ "اپنے سجدوں میں پڑھا کرو سبحان ربی الاعلیٰ" اور سورہ واقعہ کی جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا اجْعَلُوهَا فِي رُكُوعِكُمْ "اس کو تم اپنے رکوع میں کر لو یعنی رکوع میں پڑھا کرو سبحان ربی العظیم" حدیث پاک میں آتا ہے کہ کم از کم تین مرتبہ تسبیح ہونی چاہیے۔ ترمذی شریف کی روایت میں ہے یعنی کم از کم تین مرتبہ سبحان ربی العظیم پڑھے۔

امام عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ الاستاذ ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔ بڑے اونچے درجے کے فقیہ، محدث اور مجاہد ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ امام کو چاہیے کہ پانچ یا سات مرتبہ تسبیحات پڑھے۔ کیوں کہ مقتدیوں میں بعض کند ذہن ہوتے ہیں اور بعض بوڑھے ہوتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ امام تین مرتبہ پڑھ کر سر اٹھا لے اور وہ نہ پڑھ سکیں۔ میرا عمل ان کے فتویٰ پر ہے۔ میں کم از کم پانچ مرتبہ

پڑھتا ہوں تاکہ مقتدی تین دفعہ آرام سے پڑھ لیں۔

اَلَّذِیۡ خَلَقَ جس نے پیدا کیا ساری کائنات کو۔ وہ ساری کائنات کا خالق ہے فَسَوّٰی پھر برابر کیا ہر چیز کو، اعتدال کے ساتھ بنایا۔ وہ ایسا بھی کر سکتا تھا کہ ایک ٹانگ اتنی ہی ہوتی اور دوسری اُونٹ کی طرح لمبی ہوتی، ایک ہاتھ اتنا ہی ہوتا اور دوسرا زیبرے کی اگلی ٹانگ کے برابر لمبا ہوتا، ایک کان اتنا ہی ہوتا اور دوسرا ہاتھی کے کان کے برابر ہوتا، ایک آنکھ اتنی ہی ہوتی اور دوسری بھینس کی آنکھ کے برابر ہوتی۔ وہ ایسا کرنے پر قادر تھا لیکن اس نے ہر چیز کو اعتدال کے ساتھ بنایا وَالَّذِیۡ قَدَّرَ اور وہ ذات ہے جس نے ہر چیز کا اندازہ ٹھہرایا، ہر چیز کی تقدیر مقرر کی فَهَدٰی پھر راہ نمائی کی کہ اس طرح تو نے ماں کی چھاتی سے خوراک چوسنی ہے۔ بچے کو ماں کی چھاتی سے دودھ چوسنا کس نے سکھایا ہے کہ اس طرح چوسے گا تو دودھ نکلے گا جو تیری خوراک بنے گا۔

سورۃ البلد میں ہے وَهَدَيۡنٰهُ النَّجۡدَيۡنِ "اور بتائی اس کو ہم نے دو گھاٹیاں۔" دایاں پستان اور بائیاں پستان کہ ان میں تیری خوراک ہے۔ ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے ادراک و شعور عطا فرمایا ہے۔ چھوٹے بچوں کو تم نے دیکھا ہوگا کہ آنکھ میں خارش ہو تو انگلیاں نہیں مارتے الٹا ہاتھ ملتے ہیں۔ اگر آنکھ میں ناخن ماریں تو آنکھ کا نقصان ہو سکتا ہے۔ یہ رب تعالیٰ نے اس کی فطرت میں ڈالا ہے۔

ہر چیز میں اللہ تعالیٰ نے شعور و ادراک رکھا ہے :

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ جو دارالعلوم دیوبند کے مہتمم تھے وہ واقعہ سناتے ہیں کہ مجھے راجپوتانہ (علاقے کا نام ہے) جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں

ہندوؤں کا راج تھا بندر مارنے کی ممانعت تھی۔ وہاں بندر بڑا نقصان کرتے تھے برتن اور کپڑے تک اُٹھا کر لے جاتے تھے اور سامنے بیٹھ کر کپڑے کو چیر پھاڑ دیتے تھے۔ روٹیاں اُٹھا کر لے جاتے۔ غصہ بھی آتا مگر بے بس تھے مار بھی نہیں سکتے تھے۔ ہم نے سنکھیا خریدا اور آٹے میں ملا کر روٹیاں پکائیں اور چھت پر پھیلا دیں کہ سو پچاس کھا کر مریں گے کچھ تو کمی آئے گی۔ ہم دیکھنے بیٹھ گئے کہ بندر آتے جائیں گے کھاتے جائیں گے اور مرتے جائیں گے اور ہم خوش ہو جائیں گے۔

دو تین بندر آئے دیکھا روٹیاں پھیلی پڑی ہیں۔ اب دیکھ رہے ہیں کھاتے نہیں۔ دیکھتے دیکھتے چلے گئے۔ کچھ دیر بعد چودہ پندرہ بندر آئے وہ بھی دیکھ کر چلے گئے۔ پھر دس پندرہ منٹ کے بعد پچاس ساٹھ بندروں کی قطار جو بڑے موٹے موٹے چودھری قسم کے تھے، آئے اور روٹیوں کو گھیرا ڈال کر بیٹھ گئے۔ مگر کھانے کے لیے آگے کوئی نہ بڑھا۔

کچھ دیر بعد ایک بوڑھا بندر آگے بڑھا۔ اس نے روٹی کو توڑ کر سونگھا، دوسرے نے توڑا اور سونگھا، تیسرے نے توڑا اور سونگھا اور کھائے بغیر سارے بھاگ گئے۔ گویا کہ وہ نتیجے پر پہنچ گئے۔ ہم نے سمجھا کہ یہ تدبیر بھی ناکام ہو گئی مگر کوئی بیس منٹ گزرے تو سو دو سو بندروں کی ایک قطار آئی اور ہر ایک کے ہاتھ میں ایک پتوں والی ٹہنی تھی۔ انھوں نے آکر روٹیوں کے ٹکڑے کیے اور روٹیوں کے ٹکڑے کھاتے اور اوپر سے پتے کھاتے اور دندناتے ہوئے چلے گئے۔ نہ ان میں سے کوئی بے ہوش ہوا اور نہ کوئی مرا۔ وہ جڑی بوٹی زہر کا تریاق تھا۔

تو ہر چیز میں اللہ تعالیٰ نے شعور رکھا ہے اور زندہ رہنے کا انداز بتلایا ہے وَ الَّذِیْۤ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى اور اللہ وہ ذات جس نے نکالا چارا زمین سے۔ اللہ تعالیٰ نے

جہاں انسانوں کی خوراک کا انتظام کیا ہے وہاں حیوانوں کی خوراک کا بھی انتظام کیا ہے، چارا پیدا کیا ہے فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى پھر کر دیا اس کو خشک سیاہ۔ پہاڑی علاقوں میں برف باری ہوتی ہے تو وہ لوگ دو دو دن گھروں سے باہر نہیں نکل سکتے نہ جانوروں کو نکال سکتے ہیں۔ وہ لوگ جانوروں کے لیے گھاس کاٹ کر جمع کر لیتے ہیں۔ وہ گھاس خشک ہو کر سیاہ ہو جاتی ہے۔ جو رب جانوروں کا انتظام کرتا ہے وہ انسانوں کا انتظام بدرجہ اولیٰ کرے گا۔ جسمانی خوراک کا بھی اور روحانی خوراک کا بھی۔

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰىٓ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! بتاکید ہم آپ کو پڑھائیں گے فَلَا تَنْسٰىٓ پس آپ نہیں بھولیں گے اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ مگر وہ جو اللہ تعالیٰ چاہے۔ یعنی جس حکم کو اللہ تعالیٰ منسوخ کر دیں گے وہ آپ کے ذہن سے نکل جائے گا اور جس کو محفوظ رکھنا ہے وہ نہیں بھولے گا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا حافظہ عطا فرمایا تھا کہ جبرئیل علیہ السلام جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سناتے تھے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد ہو جاتا تھا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کو فوراً سنا دیتے تھے اور لکھنے والے لکھ لیتے تھے۔ تقریباً اٹھائیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کاتبین وحی تھے جن میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

فرمایا اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے بلند آواز کو وَمَا يَخْفٰى اور اس کو بھی جانتا ہے جو مخفی ہے۔ بلکہ رب تعالیٰ تو دل میں جو خیالات پیدا ہوتے ہیں ان کو بھی جانتا ہے اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى اور ہم آسان کر دیں گے آپ کے لیے آسان چیز کو۔ اس آسان سے کیا مراد ہے؟ ایک تفسیر یہ ہے کہ شریعت اور دین مراد ہے کہ یہ شریعت آسان ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے کسی پر اتنا بوجھ نہیں ڈالا کہ جس کو وہ اٹھا نہ سکے۔ یہ مزید آپ کے لیے آسان ہو

جائے گی۔

اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یُسْریٰ سے مراد جنت ہے۔ جنت کو آسان کر دیا۔ اس لیے کہتے ہیں کہ وہاں محنت، مشقت نہیں ہے تمام چیزیں وہاں تیار ملیں گی۔ دنیا میں تو انسان محنت مشقت کرتا ہے اور جنت میں کسی چیز کے لیے مشقت نہیں ہے۔

تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ جنت میں پہنچانے والے جو اعمال ہیں وہ ہم آپ کے لیے آسان کر دیں گے۔ نمازیں پڑھنی آسان ہوں گی، روزے رکھنے آسان ہوں گے، جہاد کرنا آسان ہوگا۔ آنحضرت ﷺ کا یہ حال تھا کہ جب آپ ﷺ کو تھکاوٹ ہوتی تھی تو آپ ﷺ نماز پڑھنا شروع کر دیتے تھے۔ پوچھنے والے پوچھتے تو فرماتے تھکاوٹ ہوگئی تھی اس کو دور کرنے کے لیے نماز شروع کر دی ہے۔

آج بھی بڑے ڈاکٹر کہتے ہیں کہ ریڑھ کی ہڈی کا علاج ہی نماز ہے۔ رکوع، سجود کرنے سے ریڑھ کی ہڈی کو بڑی تقویت پہنچتی ہے۔ باطنی طور پر جو ثواب ہے وہ تو ہے نماز ظاہری طور پر بھی صحت کا سبب ہے۔

فَذَكِّرْ پس آپ نصیحت کریں لوگوں کو اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى تحقیق نفع دیتی ہے نصیحت۔ اِنْ یہاں قَدْ کے معنیٰ میں ہے۔ (بعض حضرات اِنْ کو شرطیہ قرار دیتے ہیں اور معنیٰ یہ کرتے ہیں کہ نصیحت کر اگر نصیحت نفع دے۔) جس آدمی کا دل صاف ہو ضد اور تعصب اس میں نہ ہو اس کے لیے حق کو ماننا کوئی مشکل نہیں ہے۔ اور ضدی کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ پیغمبر بھی ضد کا علاج نہیں کر سکے۔

معجزہ شق القمر :

ستائیسویں پارے میں واقعہ گزر چکا ہے کہ چودھویں کا چاند تھا قریش مکہ نے کہا

کہ آپ نبوت کے دعوے دار ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھیجا ہے تو اپنے رب کو کہیں کہ چاند دو ٹکڑے ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ میری تصدیق کے لیے ایسا کر دے تو مان جاؤ گے؟ کہنے لگے ضرور مانیں گے۔ یہ چوں کہ مشکل کام تھا سارے اس پر متفق تھے۔ اللہ تعالیٰ نے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔ ایک ٹکڑا جبل ابوقبیس پر کعبۃ اللہ سے مشرق کی طرف بیت اللہ کے دروازے کے سامنے جو پہاڑ ہے اس کا نام جبل ابوقبیس ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اسی پہاڑ کو زمین میں نصب کیا۔ اسی پہاڑ پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حج کا اعلان کیا تھا کہ اے مال دار لوگو! حج کے لیے آؤ۔ اسی آواز کے جواب میں حاجی لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ کہتے ہوئے جاتے ہیں۔ جبل ابوقبیس چھوٹا سا پہاڑ ہے۔ اب حکومت نے اس کے نیچے سرنگیں بنا دی ہیں جن کے ذریعے گاڑیاں منیٰ جاتی ہیں۔

چاند کا دوسرا ٹکڑا کعبۃ اللہ سے مغرب کی طرف جو پہاڑ ہے جس کا نام قیقعان ہے اس پر چلا گیا۔ لیکن قریش مکہ نے سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ کہہ کر حق کو قبول نہیں کیا۔ تو ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

فرمایا سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى عن قریب قبول کرے گا نصیحت کو جو ڈرتا ہے رب تعالیٰ سے وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى اور کنارہ کش رہے گا نصیحت سے جو بڑا بد بخت ہے۔ بد بخت نامراد انسان نصیحت کو قبول نہیں کرتا۔ وہ بد بخت کہاں جائے گا؟ الَّذِىْ وہ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى داخل ہو گا بڑی آگ میں۔ وہ دوزخ کی آگ ہے جو دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے۔ اور دنیا کی آگ لوہے تک کو پگھلا دیتی

ہے۔تو اس کا کیا حال ہوگا؟ ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيٰى پھر نہ مرے گا اس میں اور نہ جیے گا۔ اگر اس میں مارنا مقصود ہو تو اس کا ایک جھونکا ہی کافی ہے لیکن وہاں تو سزا کے لیے ڈالا جائے گا، مرنے کے بعد سزا کون بھگتے گا۔ پھر آگ میں جلنے والے کی کیا زندگی ہے۔ خود آگ میں جلنے والے، جہنم کے انچارج فرشتے مالک علیہ السلام سے کہیں گے يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ﴿الزخرف:۷۷﴾ "اے مالک علیہ السلام! چاہیے کہ فیصلہ کر دے ہم پر آپ کا رب۔" پروردگار ہم کو مار دے۔ اللہ تعالیٰ کا فرشتہ کہے گا کیا تمھارے پاس پیغمبر نہیں آئے تھے، کتابیں نہیں آئی تھیں؟ کہیں گے آئے تھے مگر ہمارے اوپر ہماری بدبختی غالب آگئی تھی۔ فرشتہ کہے گا بے شک تم رہنے والے ہو اسی مقام پر۔

فلاح پانے والوں کا تذکرہ :

آگے اللہ تعالیٰ نے فلاح پانے والوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى تحقیق کامیاب ہو گیا جس نے باطن صاف کر لیا اور ظاہر بھی صاف کر لیا۔ باطن کی صفائی کلمہ طیبہ، ایمان کے ساتھ ہے۔ عقیدے کی درستگی کے ساتھ ہے۔ اور ظاہر کی صفائی غسل اور وضو کے ساتھ ہے وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى اور ذکر کیا اپنے رب کے نام کا پس اس نے نماز پڑھی۔ یعنی اللہ اکبر! کہہ کر نماز شروع کی۔ پانچ نمازیں اور جمعہ فرض ہے۔ وتر واجب ہیں باقی نفل نمازیں ہیں۔ تو جس نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر نمازیں پڑھیں وہ کامیاب ہو گیا۔ تمھیں تو اس طرح تزکیہ کرنا چاہیے تھا لیکن حال کیا ہے؟ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بلکہ تم ترجیح دیتے ہو دنیا کی زندگی کو۔ دنیا کو دین پر مقدم رکھتے ہو۔ شریعت کو دوسرا درجہ دیتے ہو۔ وقت ملا تو نماز پڑھ لی دل کیا تو روزہ رکھ لیا، حلال و حرام کی پروا نہیں کرتے۔

جائز طریقے سے دنیا کمانے کی اجازت ہے بلکہ حکم ہے۔ لیکن ناجائز طریقے سے کمانا بری بات ہے۔ بندے کو چاہیے کہ دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دے۔ حلال کو حلال سمجھے اور حرام کو حرام سمجھے۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق کو سمجھے اور حقوق العباد کو سمجھے وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى اور آخرت بہت بہتر ہے اور دیرپا ہے اِنَّ هٰذَا بے شک یہی بات لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى پہلے صحیفوں میں درج ہے۔ وہ کون سے صحیفے ہیں؟ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى حضرت ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے صحیفے ہیں۔ ان میں بھی یہی مسئلہ درج تھا کہ آخرت بہت بہتر ہے اور پائیدار ہے۔ لہٰذا تم آخرت کو دنیا پر ترجیح دو دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سُورَةُ الغَاشِیَة

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتھا ۲۶ | ۸۸ سُوْرَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ ۶۸ | رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ﴿۱﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ﴿۲﴾ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ﴿۳﴾ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ﴿۴﴾ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ﴿۵﴾ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ﴿۶﴾ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ﴿۷﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ﴿۸﴾ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ﴿۹﴾ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿۱۰﴾ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ﴿۱۱﴾ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ﴿۱۲﴾ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ﴿۱۳﴾ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ﴿۱۴﴾ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ﴿۱۵﴾ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ﴿۱۶﴾ اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿۱۷﴾ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿۱۸﴾ وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿۱۹﴾ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿۲۰﴾ فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿۲۱﴾ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴿۲۲﴾ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ﴿۲۳﴾ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ﴿۲۴﴾ اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴿۲۶﴾

هَلْ تحقیق اَتٰىكَ آچکی ہے آپ کے پاس حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ
ڈھانپ لینے والی چیز کی بات وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ کچھ چہرے اس دن
خَاشِعَةٌ جھکے ہوئے ہوں گے عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ محنت کرنے والے

تھکے ہوئے تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً داخل ہوں گے بھڑکتی ہوئی آگ میں

تُسْقٰى پلایا جائے گا انہیں مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ کھولتے ہوئے چشمے

سے پانی لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ نہیں ہوگا ان کے لیے کھانا اِلَّا مِنْ

ضَرِيْعٍ مگر کانٹے دار جھاڑی لَّا يُسْمِنُ نہ وہ موٹا کرے گی وَلَا

يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ اور نہ کفایت کرے گا بھوک سے وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ

کچھ چہرے اس دن نَّاعِمَةٌ تروتازہ ہوں گے لِّسَعْيِهَا اپنی کمائی

پر رَاضِيَةٌ راضی ہوں گے فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ اونچی جنت میں داخل

ہوں گے لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا نہیں سنیں گے اس میں لَاغِيَةً کوئی بے

ہودہ بات فِيْهَا عَيْنٌ اس میں چشمے ہوں گے جَارِيَةٌ جاری

فِيْهَا سُرُرٌ اس میں کرسیاں ہوں گی مَّرْفُوْعَةٌ اونچی اونچی وَّاَكْوَابٌ

گلاس ہوں گے مَّوْضُوْعَةٌ مناسب مقام پر رکھے ہوئے وَّنَمَارِقُ

اور گاؤ تکیے مَصْفُوْفَةٌ صف بہ صف رکھے ہوں گے وَّزَرَابِيُّ

اور قالینیں مَبْثُوْثَةٌ بچھی ہوں گی اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ کیا پس وہ

دیکھتے نہیں ہیں اِلَى الْاِبِلِ اونٹوں کی طرف كَيْفَ خُلِقَتْ کیسے

پیدا کیے گئے ہیں وَاِلَى السَّمَآءِ اور آسمان کی طرف كَيْفَ رُفِعَتْ

کیسے بلند کیا گیا ہے وَاِلَى الْجِبَالِ اور پہاڑوں کی طرف كَيْفَ نُصِبَتْ

کیسے نصب کیے گئے ہیں وَاِلَى الْاَرْضِ اور زمین کی طرف

كَيْفَ سُطِحَتْ کیسے بچھائی گئی ہے فَذَكِّرْ پس آپ نصیحت کریں

اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ بے شک آپ نصیحت کرنے والے ہیں لَسْتَ

عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ نہیں ہیں آپ ان پر داروغہ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى مگر

جس نے روگردانی کی وَكَفَرَ اور کفر کیا فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ پس

عذاب دے گا اس کو اللہ تعالیٰ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ بڑا عذاب اِنَّ

اِلَيْنَآ بے شک ہماری طرف اِيَابَهُمْ ان کا لوٹنا ہے ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا

پھر بے شک ہمارے ذمہ ہے حِسَابَهُمْ ان کا حساب۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ الغاشیہ ہے۔ غاشیہ کا لفظ پہلی ہی آیت کریمہ میں موجود ہے۔ اسی لفظ سے اس سورت کا نام الغاشیہ رکھا گیا ہے۔ یہ سورۃ بھی مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے سڑسٹھ ﴿۶۷﴾ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا ایک رکوع اور چھبیس آیتیں ہیں۔

جس طرح قیامت کا ایک نام قیامت ہے۔ ایک نام القارعہ ہے، ایک نام الحاقہ ہے، ایک نام واقعہ ہے، ایک نام آزفہ ہے، ایک نام آخرۃ ہے۔ اسی طرح ایک نام غاشیہ بھی ہے۔ یہ سب نام قرآن کریم میں مذکور ہیں۔

هَلْ اَتٰىكَ۔ هَلْ یہاں قَدْ کے معنیٰ میں ہے۔ معنیٰ ہوگا تحقیق آچکی تمہارے پاس حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ چھا جانے والی کی بات۔ قیامت سب کا احاطہ کرے گی ایسا نہیں ہے کہ ایک علاقہ میں برپا ہو اور دوسرے علاقہ میں نہ ہو۔ بعض

قوموں پر آئے اور بعض قوموں پر نہ آئے۔ بلکہ وہ سب پر چھا جائے گی۔ تو فرمایا اے نبی کریم ﷺ! تحقیق آچکی ہے آپ کے پاس چھا جانے والی کی بات وُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍ خَاشِعَةٌ کچھ چہرے اس دن جھکے ہوئے ہوں گے شرم اور ندامت سے عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ محنت کرنے والے تھکے ہوئے۔

بعض مفسرین کرام رحمہم اللہ اس کا مفہوم یہ بیان کرتے ہیں کہ کافر لوگ دنیا میں بڑی بڑی ریاضتیں کرتے ہیں، عبادتیں کرتے ہیں، تکلیفیں برداشت کرتے ہیں لیکن جہنم میں جائیں گے کیوں کہ ایمان کی دولت سے محروم ہیں۔ کیوں کہ ایمان کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہے۔ کئی دفعہ بیان ہو چکا ہے کہ اعمال کی قبولیت کے لیے تین بنیادی شرطیں ہیں۔ پہلی شرط: ایمان ہے کہ ایمان کے بغیر کوئی نیکی قبول نہیں ہے۔

دوسری شرط: اخلاص ہے۔ یعنی نیکی خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو ریا اور دکھاوا نہ ہو۔

تیسری شرط: اتباع سنت ہے۔ جو کام کرے سنت کی پیروی میں کرے۔ اگر اپنی طرف سے گھڑے گا گناہ ہوگا ثواب نہیں ملے گا۔ اگر یہ شرائط پائی جائیں گی تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے چھوٹی سے چھوٹی نیکی بھی محفوظ ہوگی۔ لیکن ایمان کے بغیر کسی نیکی کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ہندو، سکھ، بدھ مت والے، یہودی، عیسائی اپنے اپنے طرز و طریقے پر عبادتیں کرتے ہیں، ریاضتیں کرتے ہیں، تکلیفیں اٹھاتے ہیں مگر ان کے یہ سارے اعمال اور تکلیفیں اٹھانا بے کار ہیں۔ اس لیے کہ آپ ﷺ کے مبعوث ہونے کے بعد وہ آپ ﷺ پر ایمان نہیں لائے۔ لہٰذا ان کی کوئی عبادت قبول نہیں ہوگی۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ کا تعلق آخرت کے ساتھ ہے۔ آخرت میں چلیں گے تو بڑی مشکل سے چلیں گے۔ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں

میں بیڑیاں ہوں گی اور دور دراز سے چل کر اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت میں پہنچیں گے تو محنت اٹھائے ہوئے تھکے ماندے ہوں گے بخلاف مومنوں کے کہ ان کے ہاتھ پاؤں کھلے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے جسم میں مزید قوت پیدا کر دے گا۔ وہ خوشی خوشی پہنچیں گے۔ کافر تھکے ماندے ہوں گے تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً داخل ہوں گے بھڑکتی ہوئی آگ میں تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ پلایا جائے گا انہیں کھولتے ہوئے چشمے سے پانی۔ جیسے ہانڈی کے نیچے تیز آگ ہو تو پانی کھولتا ہے اس طرح کا ابلتا ہوا گرم پانی ان کو پلایا جائے گا کہ ہونٹوں کو لگے گا تو يَشْوِي الْوُجُوْهَ ہونٹ جل جائیں گے۔ يَتَجَرَّعُهٗ ﴿سورۃ ابراہیم﴾ "ایک ایک گھونٹ کر کے نیچے اُتاریں گے۔" پیٹ میں پہنچے گا تو انتڑیوں کو ریزہ ریزہ کر کے پاخانے کے راستے نکال دے گا۔ پھر وہ انتڑیاں ان کے منہ میں ڈال کر پیٹ میں پہنچائی جائیں گی اور یہی قصہ ان کے ساتھ ہوتا رہے گا۔

لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ نہیں ہوگا ان کے لیے کھانا اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ مگر کانٹے دار جھاڑی جو بڑی کڑوی ہوتی ہے جانور اس کو سونگھ کر چھوڑ دیتے ہیں کھاتے نہیں۔ اور شجرۃ الزقوم تھوہر کا درخت بھی دوزخیوں کی خوراک ہے۔ سمجھانے کے لیے ان کے ساتھ تشبیہ دی ہے ورنہ آخرت کی کوئی شے دنیا میں موجود نہیں ہے لَا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ نہ وہ موٹا کرے گا جسم کو اور نہ وہ بھوک سے کفایت کرے گا۔ خوراک آدمی اسی لیے کھاتا ہے کہ بھوک ختم ہو جائے اور جسم موٹا اور مضبوط ہو جائے۔ جہنم کی خوراک یہ دونوں کام نہیں کرے گی۔ بھوک کے غلبے کی وجہ سے مجبوراً کھائیں گے۔ یہ تو نافرمانوں کا ذکر تھا اب ان کے مدمقابل فرماں برداروں کا ذکر ہے، نیکوں کا ذکر ہے وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ کچھ چہرے اس دن بڑے تروتازہ، ہشاش

بشاش ہوں گے، سفید ہوں گے لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ اپنی کوشش پر راضی ہوں گے کہ ایمان لائے، نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، حج کیا، زکوٰۃ دی، قربانیاں دیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خوش ہوں گے کہ ہماری محنت ٹھکانے لگ گئی فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ اونچی جنت میں داخل ہوں گے۔ جنت درجے کے لحاظ سے بھی بلند ہے اور حسی اعتبار سے بھی بلند ہے۔ جنت کا محل وقوع بلند ہے لَّا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً نہیں سنیں گے جنت میں کوئی بے ہودہ بات۔ گالی نہیں سنیں گے، جھوٹ نہیں سنیں گے، غیبت نہیں سنیں گے، کسی قسم کی دل آزاری کی بات نہیں سنیں گے۔ جنت دار السلام ہے وہاں امن اور سلامتی ہے فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ جنت میں چشمے جاری ہوں گے۔ کوثر کا، سلسبیل کا، کافور کا، زنجبیل کا، صاف پانی کا۔ مختلف قسم کے چشمے جاری ہوں گے۔

فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ۔ سُرُر سَرِيْرٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے کرسی۔ جنت میں اونچی کرسیاں ہوں گی ان پر بیٹھے ہوں گے جدھر کا ارادہ کریں گے کرسیاں اُدھر گھوم جائیں گی۔ کرسیاں ارادے کے تابع ہوں گی وَأَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ۔ اَكْوَاب كُوْبٌ کی جمع ہے۔ ایسے برتن کو کہتے ہیں جس کا دستہ نہ ہو۔ گلاس بھی ہو سکتا ہے، پیالہ بھی ہو سکتا ہے۔ گلاس اور پیالے ہوں گے مناسب جگہ پر رکھے ہوئے۔ جب کسی کو پیاس لگے گی پیالہ تلاش کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی ہر جگہ موجود ہوں گے

وَنَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ۔ نَمَارِقُ نُمْرُوْقَةٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے گاؤ تکیہ جس کے ساتھ آدمی ٹیک لگا کر بیٹھتا ہے۔ معنیٰ ہوگا وہاں تکیے ہوں گے صف بہ صف رکھے ہوئے وَزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ۔ یہ زَرْبِيَّةٌ کی جمع ہے۔ زربیہ کا معنیٰ ہے قالین۔ معنیٰ ہوگا قالین بچھے ہوئے ہوں گے۔ کوئی جنتی گاؤ تکیہ لگا کے بیٹھا ہوگا، کوئی کرسی

پر اور کوئی قالین پر بیٹھا ہوگا۔ ہر ایک کے دل کی مراد پوری ہوگی۔

عرب کا علاقہ ریتلا اور پہاڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے علاقے کے لیے اونٹ پیدا فرمایا۔ اونٹ کا پاؤں ریت میں دھنستا نہیں ہے کہ چوڑا ہوتا ہے۔ انسان کا قدم ریت میں دھنس جاتا ہے۔ اونٹ جفاکش جانور ہے اور قدم بھی لمبے لمبے ہوتے ہیں سفر جلدی طے ہوتا ہے۔ وہ لوگ اونٹوں پر سفر کرتے تھے دائیں بائیں پہاڑ نظر آتے تھے۔ اوپر آسمان اور نیچے زمین نظر آتی تھی۔

(فقیہ وقت حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ نے اس کو اس طرح بیان فرمایا تھا کہ پہلے ان کی نگاہ اونٹ پر پڑتی تھی۔ اونٹ پر بیٹھنے کے بعد نگاہ اُٹھاتے تو آسمان پر پڑتی۔ آسمان سے نیچے دیکھتے تو نگاہ پہاڑوں پر پڑتی پہاڑوں سے ہٹتی تو زمین پر پڑتی۔ مرتب)

اللہ تعالیٰ نے توجہ دلانے کے لیے فرمایا اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کیا پس وہ نہیں دیکھتے اونٹوں کی طرف كَيْفَ خُلِقَتْ کیسے پیدا کیے گئے ہیں۔ ان کا قد دیکھو، ان کا بدن دیکھو، ٹانگیں دیکھو، گردن دیکھو وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ اور آسمان کی طرف نہیں دیکھتے کیسے بلند کیا گیا ہے۔ پہلے سے لے کر ساتویں تک۔ جس کو پہلے آسمان کا یقین ہے وہ باقیوں پر بھی یقین رکھتا ہے۔ دنیا میں منکر بھی موجود ہیں۔

فیثاغورث ایک یونانی حکیم گزرا ہے وہ آسمان کا منکر تھا۔ وہ کہتا تھا کہ یہ نیلگوں چیز جو نظر آتی ہے یہ آسمان نہیں ہے بلکہ یہ ہماری حد نظر ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایسے باطل لوگوں کا رد فرمایا ہے کہ ایک آسمان نہیں سات آسمان ہیں۔

فرمایا وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ اور پہاڑوں کی طرف نہیں دیکھتے کیسے

نصب کیے گئے ہیں۔ سورت نبا میں گزر چکا ہے وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا "پہاڑوں کو اللہ تعالیٰ نے کیل بنایا ہے اور زمین میں ٹھونک دیا ہے۔" وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ اور زمین کی طرف نہیں دیکھتے کیسے بچھائی گئی ہے فَذَكِّرْ پس آپ نصیحت کریں اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ بے شک آپ نصیحت کرنے والے ہیں۔

دیانند سرسوتی کا اعتراض اور دیوبندی عالم کا بصیرت افروز جواب :

انگریز کا زمانہ تھا۔ آریہ سماج کا ایک منہ پھٹ لیڈر تھا دیانند سرسوتی۔ یہ اسلام کے خلاف، قرآن کے خلاف بڑی تقریریں کرتا تھا۔ ایک طرف پادری اسلام کی تردید کرتے تھے اور ایک طرف یہ کرتا تھا۔ اس نے ایک کتاب بھی لکھی ہے "ستیارتھ پرکاش" بڑی نایاب کتاب ہے مگر میرے پاس موجود ہے۔ اس کا چودھواں باب اس منحوس نے قرآن کریم پر اعتراضات کے لیے وقف کیا ہے۔ اور الحمد للہ سے لے کر والناس تک اعتراضات کیے ہیں۔ یہاں اس مقام پر بھی اس نے اعتراض کیا ہے۔ کہتا ہے نصیحت کرنے والے کے ساتھ اونٹوں کا کیا ربط ہے، آسمان کا کیا ربط ہے، زمین کا کیا جوڑ؟ کہ ان چیزوں کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَذَكِّرْ آپ نصیحت کریں۔ کہتا ہے کہ یہ کتاب کسی جاہل بدو نے لکھی ہے، معاذ اللہ تعالیٰ۔

ہمارے اکابر علماء دیوبند کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم کے ساتھ دین کی بڑی سمجھ دی تھی۔ قرآن پاک کی روح کو، حدیث پاک کی روح کو اور فقہ اسلامی کی روح کو بڑی گہری نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ہمارے بزرگوں میں سے مفتی نعیم احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ منڈی بہاؤالدین میں مسجد کے خطیب تھے۔ پھر فیصل آباد چلے گئے تھے اور پیپلز کالونی کی بڑی مسجد کے خطیب مقرر ہوئے تھے۔ وہ شاعر مزاج بھی تھے۔

ایک موقع پر انھوں نے اپنے مہاجر بھائیوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا اور میرے مہاجر بھائیو!

زمیں بدلی زماں بدلا مکیں بدلے مکاں بدلا

نہ تو بدلا نہ میں بدلا پھر بدلا تو کیا بدلا

حضرت کے سامنے کسی نے اسی اعتراض کا ذکر کیا کہ دیانند سرسوتی نے یہ اعتراض کیا ہے تو حضرت نے فرمایا کہ ان چیزوں کا مذکر مبلغ کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ مبلغ کو جفا کشی میں اونٹ کی طرح ہونا چاہیے، اخلاق میں آسمان کی طرح بلند ہونا چاہیے، اپنے عقیدے اور نظریے میں پہاڑوں کی طرح مضبوط ہونا چاہیے لوٹے کی طرح گھومے نہ۔ اور تواضع ایسی ہو جیسے زمین بچھی ہوئی ہے۔ تو ان چیزوں کا مذکر نصیحت کرنے والے کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔

فرمایا بے شک آپ نصیحت کرنے والے ہیں لَسْتَ عَلَیْهِمْ بِمُصَیْطِرٍ نہیں ہیں آپ ان پر داروغہ کہ جبراً ان سے منوائیں اِلَّا مَنْ تَوَلّٰی وَکَفَرَ مگر جس نے اعراض کیا ایمان سے اور رب تعالیٰ کے حکموں کا انکار کیا فَیُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَکْبَرَ پس اللہ تعالیٰ اس کو سزا دے گا بڑی سزا۔ اور بندو! کان لگا کر سن لو اِنَّ اِلَیْنَآ اِیَابَهُمْ بے شک ہماری طرف ہی ان لوگوں نے لوٹ کر آنا ہے اور کوئی اور جگہ نہیں ہے جہاں جائیں گے ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا حِسَابَهُمْ پھر بے شک ہمارے ذمہ ہے ان کا حساب۔ ہم ان سے رتی رتی کا حساب لیں گے لہٰذا اب وقت ہے آخرت کی تیاری کرو۔
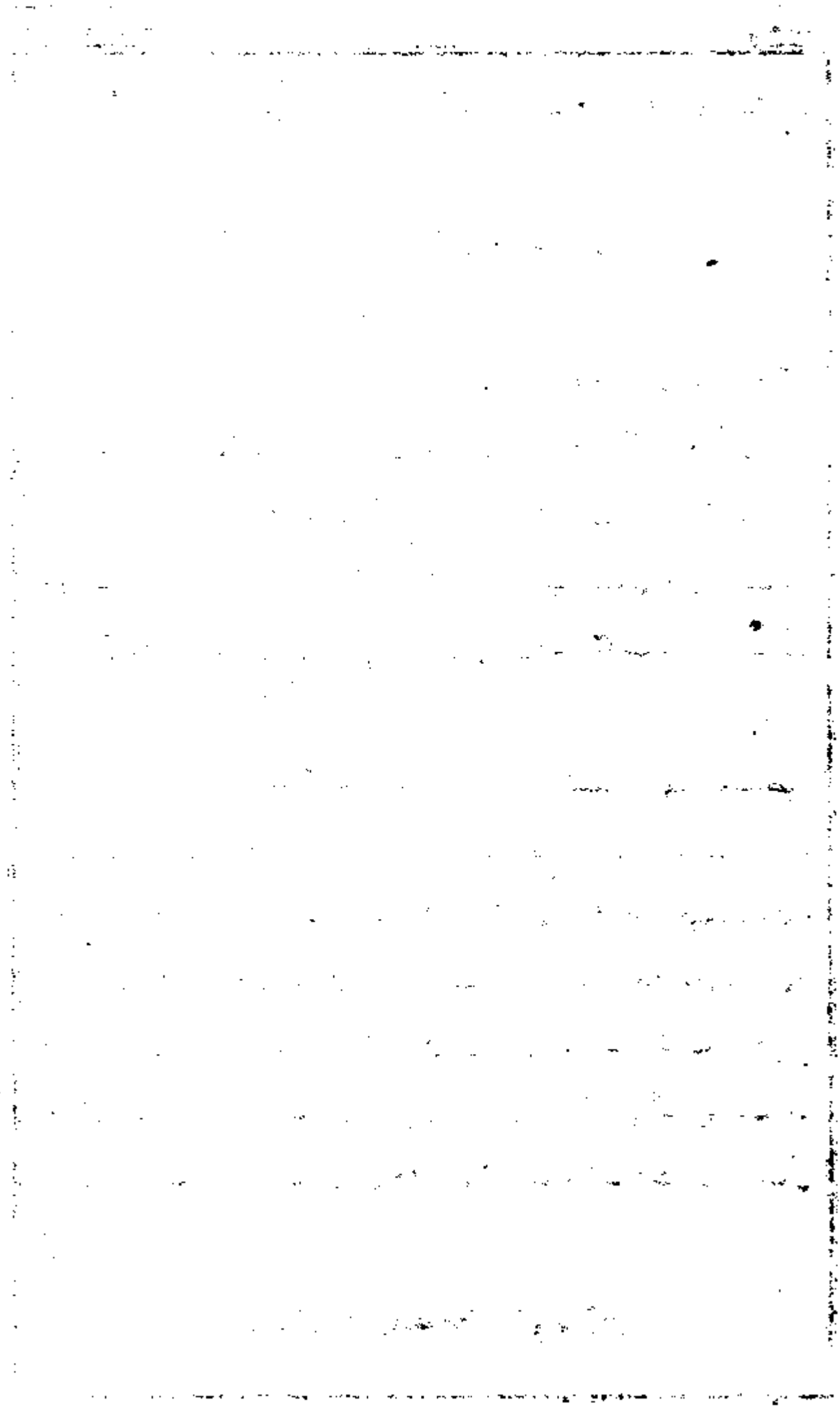
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُوْرَةُ الْفَجْرِ

(مکمل)

آیاتھا ۳۰ ۸۹ سُوْرَۃُ الْفَجْرِ مَکِّیَّۃٌ ۱۰ رکوعھا ۱
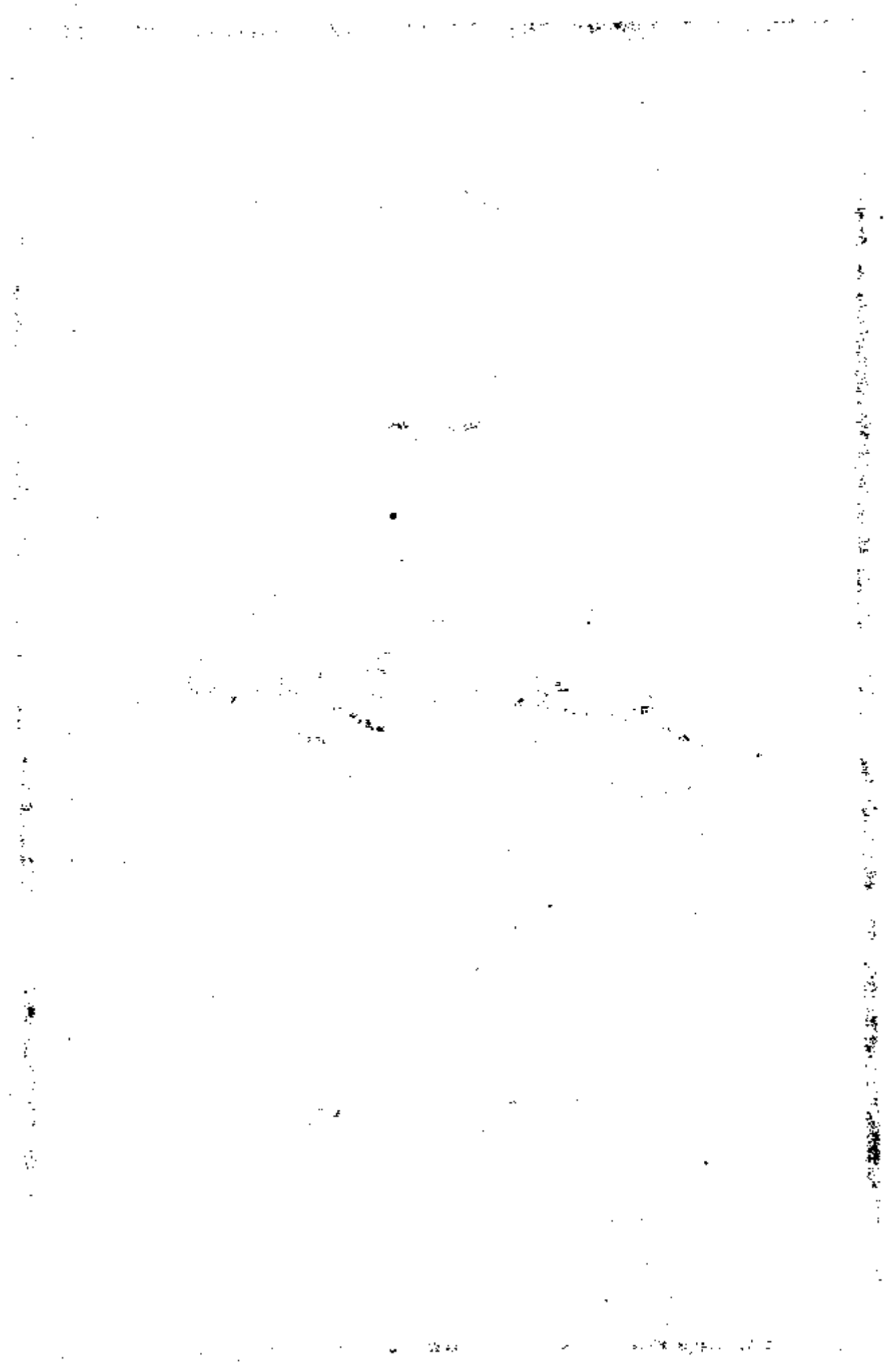
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْفَجْرِ ﴿١﴾ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ﴿٢﴾ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ﴿٣﴾ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ﴿٤﴾ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ﴿٥﴾ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ﴿٦﴾ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ﴿٧﴾ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ﴿٨﴾ وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ﴿٩﴾ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ ﴿١٠﴾ الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ﴿١١﴾ فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ﴿١٢﴾ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ﴿١٣﴾ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿١٤﴾ فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْ اَكْرَمَنِ ﴿١٥﴾ وَاَمَّا اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْ اَهَانَنِ ﴿١٦﴾

وَالْفَجْرِ قسم ہے فجر کی وَلَيَالٍ عَشْرٍ اور قسم ہے دس راتوں کی وَّالشَّفْعِ اور قسم ہے جفت کی وَالْوَتْرِ اور قسم ہے طاق کی وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ اور قسم ہے رات کی جب جانے لگے هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ تحقیق ان چیزوں میں قسم ہے لِّذِيْ حِجْرٍ عقل والے کے لیے اَلَمْ تَرَ کیا آپ نے نہیں دیکھا كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ کیا کیا آپ کے رب نے بِعَادٍ عاد قوم کے ساتھ اِرَمَ جو ارم تھے ذَاتِ الْعِمَادِ

بڑے بڑے ستونوں والے الَّتِىْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِى الْبِلَادِ وہ عاد کہ نہیں پیدا کیے ان جیسے شہروں میں وَثَمُوْدَ اور نہیں دیکھا ثمود قوم کو الَّذِيْنَ وہ ثمود قوم جَابُوا الصَّخْرَ جنھوں نے تراشا چٹانوں کو بِالْوَادِ وادی میں وَفِرْعَوْنَ اور فرعون کو نہیں دیکھا ذِى الْاَوْتَادِ میخوں والا الَّذِيْنَ طَغَوْا فِى الْبِلَادِ جنھوں نے سرکشی کی شہروں میں فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ پس بہت زیادہ کیا انھوں نے ان شہروں میں فساد فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ پس پھینکا ان پر آپ کے رب نے سَوْطَ عَذَابٍ عذاب کا کوڑا اِنَّ رَبَّكَ بے شک آپ کا رب لَبِالْمِرْصَادِ گھات میں ہے فَاَمَّا الْاِنْسَانُ پس بہرحال انسان اِذَا مَا ابْتَلٰهُ رَبُّهٗ جب آزماتا ہے اس کو اس کا رب فَاَكْرَمَهٗ پس اس کو عزت دیتا ہے وَنَعَّمَهٗ اور اس کو نعمت دیتا ہے فَيَقُوْلُ تو کہتا ہے رَبِّىْٓ اَكْرَمَنِ میرے رب نے میری عزت کی ہے وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ اور بہرحال جب اس کو آزماتا ہے فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ پس تنگ کر دیتا ہے اس پر اس کا رزق فَيَقُوْلُ تو کہتا ہے رَبِّىْٓ اَهَانَنِ میرے رب نے میری توہین کی ہے۔

نام اور کوائف:

اس سورت کا نام سورۃ الفجر ہے۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں فجر کا لفظ موجود ہے۔ اسی لفظ سے اس سورت کا نام فجر ماخوذ ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے

نو ﴿۹۹﴾ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا دسواں نمبر ہے۔ اس کا ایک رکوع اور تیس ﴿۳۰﴾ آیتیں ہیں۔

وَالْفَجْرِ کی تفسیریں:

وَالْفَجْرِ میں واو قسمیہ ہے۔ معنٰی ہوگا قسم ہے فجر کی۔ فجر سے کیا مراد ہے؟ مفسرین کرام ﷭ اس آیت کی تفسیر یہ بیان کرتے ہیں کہ اس سے مراد چھوٹی عید کی فجر ہے۔ چونکہ رمضان شریف کے روزے ختم ہوئے ہیں اور رمضان شریف میں بڑی عبادت کی ہوتی ہے اس کے بعد آنے والی عید کا بڑا مقام ہے۔ عید کی نماز بھی پڑھنی ہوتی ہے۔ لہٰذا فجر سے مراد چھوٹی عید کی فجر ہے۔

دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ فجر سے مراد دسویں ذوالحجہ کی فجر ہے۔ بڑی عید کی فجر مراد ہے۔ دسویں ذوالحجہ کو حاجی قربانی کرتے ہیں اور دوسرے علاقوں میں بھی لوگ قربانی کرتے ہیں۔ یہ دن بھی بڑی برکت والا ہے لہٰذا اس کی فجر مراد ہے۔

تیسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ نویں ذوالحجہ کی فجر مراد ہے کہ نویں تاریخ کو لوگ عرفات میں جمع ہوتے ہیں۔ یہ حج کے فرائض اور ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے۔ لہٰذا عرفہ کی فجر مراد ہے۔ اور یہ تفسیر بھی کرتے ہیں کہ ہر فجر مراد ہے کہ یہ نورانی وقت ہوتا ہے لہٰذا اس وقت کی قسم ہے وَلَيَالٍ عَشْرٍ اور قسم ہے دس راتوں کی۔ اس سے کون سی راتیں مراد ہیں؟

ایک تفسیر یہ ہے کہ رمضان المبارک کی آخری دس راتیں مراد ہیں جن میں لیلۃ القدر ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے اِلْتَمِسُوْهَا فِیْ عَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ "رمضان المبارک کے آخری عشرے میں لیلۃ القدر کو تلاش کرو۔"

توان دس راتوں کی بڑی فضیلت ہے۔
دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ یکم ذوالحجہ سے لے کر دس ذوالحجہ کی دس راتیں مراد ہیں۔ان راتوں میں حج کے احکام ہوتے ہیں، احرام باندھتے ہیں، منیٰ، عرفات، مزدلفہ پہنچتے ہیں۔گویا کہ یہ بڑی برکت والی راتیں ہیں۔
تیسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ محرم کی ابتدائی دس راتیں مراد ہیں۔کیوں کہ سال کا آغاز ہوتا ہے۔دس محرم کو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو فرعون سے نجات دی تھی۔
وَّالشَّفۡعِ اور قسم ہے جفت کی وَالۡوَتۡرِ اور قسم ہے طاق کی۔اس کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ جفت، طاق سے نمازیں مراد ہیں کہ فجر، ظہر، عصر، عشاء کی نمازیں جفت ہیں مغرب اور وتر طاق ہیں۔اور یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ جفت سے مراد مخلوق ہے اور طاق سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔کیوں کہ مخلوق میں نر بھی ہیں، مادہ بھی ہیں، کالے بھی ہیں، گورے بھی ہیں، بڑے قد کے بھی ہیں، چھوٹے قد کے بھی ہیں۔آسمان بلندی پر ہے اور زمین پستی پر ہے، رات ہے، دن ہے۔یہ سب جفت ہیں۔اللہ تعالیٰ کی ذات وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے اس کے مقابلے میں کوئی نہیں ہے۔
وَالَّیۡلِ اِذَا یَسۡرِ اور قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگتی ہے۔رات تاریک ہوتی ہے۔یہ رب تعالیٰ کی قدرتوں میں سے ایک قدرت ہے۔یہ تفسیر بھی کرتے ہیں کہ رات سے معراج والی رات مراد ہے۔ سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِهٖ لَیۡلًا "پاک ہے وہ ذات جو لے گئی اپنے بندے کو رات کے وقت۔" وہ رات بھی بڑی برکت والی راتوں میں سے ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ سے مسجد اقصیٰ تک اور مسجد

اقصیٰ سے پہلا، دوسرا آسمان اور سدرۃ المنتہیٰ تک اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کو منظور تھا بیداری کی حالت میں سیر کرائی۔ اور اسی رات پانچ نمازوں کا تحفہ بھی دیا۔

هَلْ فِي ذٰلِكَ قَسَمٌ یہاں هَلْ قَدْ کے معنیٰ میں ہے۔ تحقیق ان چیزوں میں قسم ہے لِّذِي حِجْرٍ عقل مندوں کے لیے۔ جواب قسم محذوف ہے۔ وہ ہے لَتُعَذَّبُنَّ يَا أَهْلَ (كُفَّار) مَكَّةَ "تمھیں ضرور سزا دی جائے گی اے مکے والو!" جو رب ان چیزوں کے قائم کرنے پر قادر ہے وہ تمھیں اٹھا بھی سکتا ہے اور سزا بھی دے سکتا ہے۔ اَلَمْ تَرَ ایک رویت ہوتی ہے آنکھ سے دیکھنا اور ایک رویت ہوتی ہے دل سے دیکھنا۔

مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں رویت قلبی مراد ہے یعنی جاننا۔ تو اَلَمْ تَرَ اَلَمْ تَعْلَمْ کے معنیٰ میں ہے۔ کیا آپ کے علم میں نہیں ہے ہمارے بتلانے کے ساتھ۔ کیوں کہ جب یہ واقعات ہوئے ہیں اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف نہیں لائے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آنکھوں سے نہیں دیکھا اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا۔

قومِ عاد :

تو فرمایا کیا آپ نے نہیں دیکھا یعنی آپ کے علم میں نہیں ہے كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ کیا کیا آپ کے رب نے عاد قوم کے ساتھ۔ اِرَمَ جو ارم کی نسل سے تھی، عاد بن ارم بن سام بن نوح۔ عاد نوح علیہ السلام کا پڑپوتا تھا۔ اس سے آگے اتنی نسل چلی کہ مستقل خاندان بنے۔ یہ بڑے قد آور اور صحت مند تھے ذَاتِ الْعِمَادِ بڑے بڑے ستونوں والے۔ ان کے قد بڑے لمبے تھے اور اپنے قد کے مطابق انھوں نے

مکان بنائے ہوئے تھے۔ مکانوں کے ستون بڑے بڑے ہوتے تھے اَلَّتِیۡ لَمۡ یُخۡلَقۡ مِثۡلُهَا فِی الۡبِلَادِ وہ عادقوم کہ نہیں پیدا کیے گئے ان جیسے شہروں میں۔ ایسے قد آور اور صحت مند لوگ اللہ تعالیٰ نے شہروں میں پیدا ہی نہیں کیے۔ اور طاقت ور اور مضبوط ہاتھوں والے تھے کہ کسی آدمی کی کھوپڑی پر ہاتھ ڈالتے تھے تو بھیجا نکال دیتے تھے، اس کی پسلیاں توڑ دیتے تھے۔

سورۃ الشعراء آیت نمبر ۱۳۰ میں ہے وَ اِذَا بَطَشۡتُمۡ بَطَشۡتُمۡ جَبَّارِیۡنَ "اور جب تم ہاتھ ڈالتے ہو کسی پر تو گرفت کرتے ہو ظلم کے ساتھ۔" دوسری قوموں کو للکارتے ہوئے کہتے تھے مَنۡ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّۃً [حم سجدہ: ۱۵] "کون ہے ہم سے زیادہ طاقت والا۔"

ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے ہود علیہ السلام کو بھیجا۔ یہ احقاف کے علاقے میں رہتے تھے۔ جغرافیہ دان احقاف کے علاقے کی تعیین اس طرح کرتے ہیں کہ ایک طرف نجران اور دوسری طرف عمان ہے۔ تیسری طرف حضر موت اور چوتھی طرف بحرین ہے۔ ان کے درمیان کا جو علاقہ ہے وہ احقاف ہے۔ احقاف حقفٌ کی جمع ہے۔ حقف کا معنیٰ ریت کا ٹیلا ہے۔ اس علاقے میں ریت کے ٹیلے تھے اس لیے اس کو احقاف کہتے ہیں۔

ہود علیہ السلام نے ان کو تبلیغ کی تھوڑے سے لوگ مسلمان ہوئے باقی کسی نے تسلیم نہیں کیا۔ یہ بارانی اور خشک علاقہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس طرح سزا دی کہ بارش روک لی نہری علاقوں اور چشموں والے علاقوں میں بھی بارش نہ ہو تو اثر پڑتا ہے۔ اور بارانی علاقوں میں بارش نہ ہو تو ان لوگوں کا برا حال ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ درخت خشک ہو

گئے، کھیت تباہ ہو گئے، جانور مرنے لگ گئے، پانی کی تنگی کی وجہ سے لوگ دوسری جگہ منتقل ہونے پر مجبور ہو گئے۔

حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ تم مجھ پر ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ تم پر لگاتار بارش برسائے گا تمھارے حالات سدھر جائیں گے۔ قوم نے کہا کہ اگر تیری وجہ سے بارش ہونی ہے تو ہمیں ایک قطرے کی بھی ضرورت نہیں ہے ہم تیری بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

سورہ احقاف میں ہے کہ ان کو ایک بادل کا ٹکڑا نظر آیا بڑے خوش ہوئے۔ کہنے لگے ھٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا "یہ بادل ہے ہم پر بارش برسائے گا۔" ہمارے حالات سنور جائیں گے۔ ترمذی شریف کی روایت ہے کہ وہ بادل کا ٹکڑا جب قریب آیا تو اس سے آواز آئی:

رِمَادًا لَا تَذَرْ مِنْ عَادٍ اَحَدًا

"عاد قوم کو خاک کر دے ان میں سے کسی ایک کو نہ چھوڑ۔" یہ آواز انھوں نے اپنے کانوں سے سنی مگر توبہ نہیں کی اور اپنی کرتوتوں سے باز نہیں آئے۔ پھر ان بادلوں سے تند و تیز ہوا نکلی کہ ایک ہزار میل فی گھنٹہ کہو تو بھی کم ہے۔ ان بڑے بڑے قد والوں کو اٹھا اٹھا کر پھینک کر مار دیا كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ﴿سورۃ الحاقہ: پارہ ۲۹﴾ "گویا کہ وہ کھجور کے تنے ہیں جو اکھاڑ کے پھینک دیئے گئے ہیں۔" اور سورۃ الذاریات آیت نمبر ۴۲ پارہ ۲۷ میں ہے مَا تَذَرُ مِنْ شَیْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ "نہیں چھوڑتی تھی وہ ہوا کسی چیز کو جس پر وہ چلتی تھی مگر کر دیتی تھی اس کو چورا چورا۔"

تو فرمایا کیا آپ نہیں جانتے کیا کیا آپ کے رب نے عاد قوم کے ساتھ جو ارم کی

نسل سے تھے لمبے لمبے ستونوں والے کہ نہیں پیدا کیے ان جیسے شہروں میں وَثَمُوْدَ اور نہیں دیکھا آپ نے قوم ثمود کو، آپ کے علم میں نہیں ہے الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ صَخْرٌ صَخْرَةٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے چٹان۔ اور صَخْرٌ کا معنیٰ ہے چٹانیں۔ معنیٰ ہوگا وہ ثمود قوم جنھوں نے تراشا چٹانوں کو بِالْوَادِ وادی القریٰ میں۔ اس علاقے کو حجر کہتے ہیں۔ یہ خیبر اور تبوک کے درمیان ہے۔ ان لوگوں نے چٹانیں تراش تراش کے مکان بنائے تھے تاکہ زلزلے کی وجہ سے گریں نہ۔ بڑی بڑی چٹانیں تھیں ان میں پورا پورا مکان بن جاتا تھا۔ سونے کا کمرہ، مہمان خانہ، باورچی خانہ، ناچ گھر۔ ایک ایک مکان پر سو سو سال لگ جاتے تھے۔

ہمارے شاگرد فاضل نصرۃ العلوم مدینہ یونیورسٹی میں داخل ہوئے۔ پرنسپل سے اجازت لے کر حجر کے علاقے میں گئے۔ قریب پہنچے تو وہاں چرواہے ملے، کچھ بوڑھے، کچھ جوان۔ اُنھوں نے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ اِنھوں نے کہا کہ حجر کے علاقے میں جا رہے ہیں۔ انھوں نے کہا لَا تَذْهَبُوْا "نہ جاؤ خدا کا عذاب آجائے گا۔" خیر یہ کہتے ہیں کہ ہم نے وہاں جا کر دیکھا دو سو کے قریب چٹانوں میں کمرے بنے ہوئے تھے مگر بسنے والا کوئی نہیں تھا۔ قوم ثمود پر اللہ تعالیٰ نے ایک چیخ مسلط کی جس سے سب کے کلیجے پھٹ گئے اور ختم ہو گئے مگر صالح علیہ السلام کی بات نہیں مانی۔

وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ۔ أَوْتَاد وَتَدٌ کی جمع ہے۔ وتد کے معنیٰ ہیں میخ۔ معنیٰ ہوگا فرعون کے ساتھ رب تعالیٰ نے کیا کیا جو میخوں والا تھا۔ یہ اتنا ظالم تھا کہ جب سزا دیتا تھا تو ہاتھوں اور پاؤں میں میخیں ٹھونک دیتا تھا کہ آدمی ہل نہ سکے۔ لوگوں میں مشہور تھا وہ بادشاہ جو بدن میں میخیں ٹھونک دیتا ہے۔

اور یہ تفسیر بھی کرتے ہیں کہ اس کے خیموں کی میخیں سونے کی ہوتی تھیں اَلَّذِیۡنَ طَغَوۡا فِی الۡبِلَادِ یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے شہروں میں سرکشی کی فَاَکۡثَرُوۡا فِیۡهَا الۡفَسَادَ پس بہت زیادہ کیا ان شہروں میں انھوں نے فساد۔ قوم عاد نے بھی اور قوم ثمود نے بھی اور ظالم فرعون نے تو اپنا اقتدار بچانے کے لیے بارہ ہزار بچے قتل کرائے اور نوے ہزار حمل گرائے۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے جس سے خطرہ تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو فرعون کے گھر پال کر دکھایا۔ فرمایا فَصَبَّ عَلَیۡهِمۡ رَبُّکَ سَوۡطَ عَذَابٍ پس پھینکا ان پر آپ کے رب نے عذاب کا کوڑا (تازیانہ عبرت تیرے رب نے ان کو لگایا)۔ کسی پر ہوا مسلط کی، کسی پر زلزلہ، کسی پر چیخ اور فرعونیوں کو رب تعالیٰ نے بحر قلزم میں ڈبو دیا اِنَّ رَبَّکَ لَبِالۡمِرۡصَادِ بے شک آپ کا رب گھات میں ہے، نگرانی میں ہے۔ مرصاد اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں بیٹھ کر آدمی اپنے دشمن کی نگرانی کرتا ہے کہ یہاں سے گزرے گا تو میں حملہ کروں گا۔ تو معنیٰ ہوگا تمھارا رب نگرانی میں لگا ہوا ہے کہ تم کیا کر رہے ہو۔

فَاَمَّا الۡاِنۡسَانُ پس بہرحال انسان اِذَا مَا ابۡتَلٰىهُ رَبُّهٗ جب آزماتا ہے اس کو اس کا رب فَاَکۡرَمَهٗ پس اس کو عزت دیتا ہے وَنَعَّمَهٗ اور اس کو نعمت دیتا ہے۔ مال دیا، اولاد دی، منصب اور عہدہ دیا تو بڑا خوش ہوتا ہے فَیَقُوۡلُ رَبِّیۡۤ اَکۡرَمَنِ تو کہتا ہے میرے رب نے میری عزت کی ہے۔ وہ مال و دولت کو عزت سمجھتا ہے۔ حالانکہ رب تعالیٰ مال و دولت دے کر بھی آزماتا ہے اور لے کر بھی آزماتا ہے۔

مال و دولت اگر فی نفسہٖ عزت والی چیز ہوتی تو دنیا میں سب سے زیادہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملتی۔ کیوں کہ مخلوق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی شخصیت کوئی نہیں

ہے۔ لیکن بارہا تم سن چکے ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسا وقت بھی آیا ہے کہ دو دو مہینے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر چولھا نہیں جلا کہ پکانے کے لیے کچھ نہیں ہوتا تھا۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ دقل کھجوریں بھی ہمیں سیر ہو کر دو دن نہیں ملیں۔ دقل کھجور بڑی سخت قسم کی ہوتی ہے دانتوں والا اس کو چبا سکتا ہے دوسرا نہیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہمیں مال و دولت سے عزت ملتی ہے۔

وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ اور بہرحال جب اس کو آزماتا ہے رب فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ پس تنگ کر دیتا ہے اس پر اس کا رزق فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ تو کہتا ہے میرے رب نے میری توہین کر دی ہے۔ یعنی مجھے ذلیل کر دیا ہے۔ انسان یہ سمجھتا ہے کہ رزق کی کمی میں ذلت ہے اور فراوانی میں عزت ہے۔ لیکن اس کا یہ نظریہ غلط ہے۔ کیوں کہ مال و دولت کی فراوانی عزت ہوتی تو فرعون و قارون سب سے زیادہ عزت والے ہوتے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں جس کا تقویٰ زیادہ ہوگا وہ عزت والا ہوگا۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ﴿سورۃ الحجرات: پارہ ۲۶﴾ "بے شک تم میں سے زیادہ عزت والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ تقویٰ والا ہے۔"

ہاں! کسی کو اگر ایمان اور اچھے اعمال کے ساتھ ساتھ مال و دولت بھی مل جائے تو نورٌ علیٰ نور ہے۔ محض دولت کوئی شے نہیں ہے۔ مومن ہے، حلال طیب طریقے سے کماتا ہے، رب تعالیٰ کا حق ادا کرتا ہے، زکوٰۃ دیتا ہے، قربانی دیتا ہے، فطرانہ نکالتا ہے، عشر ادا کرتا ہے، حج ادا کرتا ہے، غریبوں کی امداد کرتا ہے تو نورٌ علیٰ نور ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی آزمائش سے محفوظ فرمائے۔

كَلَّا

بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ﴿۱۷﴾ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۱۸﴾ وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ﴿۱۹﴾ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿۲۰﴾ كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿۲۱﴾ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿۲۲﴾ وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍۢ بِجَهَنَّمَ ۙ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴿۲۳﴾ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ﴿۲۴﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ﴿۲۵﴾ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ﴿۲۶﴾ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿۲۸﴾ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ﴿۲۹﴾ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ﴿۳۰﴾ ع ۱۴

كَلَّا خبردار بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ بلکہ تم عزت نہیں کرتے یتیم کی وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ اور نہیں ابھارتے تم عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ مسکین کے کھانے پر وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ • اور کھاتے ہو تم وراثت اَكْلًا کھا جانا لَّمًّا سمیٹ کر وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ اور محبت کرتے ہو تم مال کے ساتھ حُبًّا جَمًّا بہت زیادہ محبت كَلَّآ خبردار اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ جب کوٹ دیا جائے گا زمین کو دَكًّا دَكًّا کوٹا جانا وَّجَآءَ رَبُّكَ اور آئے گا تیرا رب وَالْمَلَكُ اور فرشتے صَفًّا صَفًّا صف بہ صف وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍ اور لایا جائے گا اس دن

بِجَهَنَّمَ جہنم کو یَوْمَئِذٍ اس دن یَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ یاد کرے گا انسان وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى اور کہاں فائدہ دے گا اس کو یاد کرنا یَقُوْلُ کہے گا یٰلَيْتَنِيْ ہائے افسوس مجھ پر قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ کچھ آگے بھیجا ہوتا زندگی میں ۔ فَيَوْمَئِذٍ پس اس دن لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ نہیں سزا دے گا رب جیسی سزا کوئی وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗۤ اَحَدٌ اور نہیں جکڑے گا اس جیسا کوئی جکڑنا يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ اے اطمینان والے نفس ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ لوٹ آ اپنے رب کی طرف رَاضِيَةً تم اس سے راضی مَّرْضِيَّةً وہ تجھ سے راضی فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ پس داخل ہو جاؤ میرے بندوں میں وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ اور داخل ہو جاؤ میری جنت میں۔

اکثر مقامات پر جو کوتاہیاں ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کا ذکر کیا ہے۔ شاذ و نادر ہی کوئی ملک اور کوئی علاقہ ان کوتاہیوں سے خالی ہو۔

فرمایا كَلَّا خبردار! كَلَّا کا معنیٰ خبردار بھی ہے اور حقًا بھی ہے۔ یعنی پکی بات ہے بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے، اس کی خبر گیری نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے تمھیں مال دیا ہے تمھارے عزیزوں، رشتہ داروں میں، محلے والوں میں سے، ملک والوں میں سے کوئی یتیم ہے تو اس کی دیکھ بھال کرنا، نگرانی کرنا، اس کی ضروریات پورا کرنا تمھاری ذمہ داری ہے مگر تم پوری نہیں کرتے۔ تو اللہ تعالیٰ تمھارے رزق میں تنگی کر دیتا ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کو تمھارے ساتھ کوئی ذاتی عناد نہیں

ہے۔

دوسرا مفہوم یہ بیان کرتے ہیں کہ تم یتیم کا حصہ بھی خود کھا جاتے ہو۔ اس کا حصہ دیانت داری کے ساتھ اس کو نہیں دیتے۔ اس کا حق مار لیتے ہو۔ تم یتیم کا خیال نہیں رکھتے۔ دیکھو! بوسنیا، چیچنیا کو ظالموں نے تباہ کیا، خون کی ہولی کھیلی، بچے یتیم ہوئے۔ ان یتیم بچوں کے بارے میں مسلم تنظیموں نے اعلان کیا کہ ان کی کوئی تربیت کرے۔ مسلمان حکومتوں نے صرف شلغموں سے مٹی جھاڑی اور خاص انتظام نہ کیا۔ کافی تعداد میں بچوں کو انگریز لے گیا۔ وہ ان کو انگریز ہی بنائے گا۔ حالانکہ یہ مسلمان حکومتوں کا فریضہ تھا۔ لاکھوں کی تعداد میں یتیم بچے تھے۔ بعض مدارس نے کچھ انتظام کیا۔ مثلاً: اکوڑہ خٹک میں ہزار بارہ سو بچوں کا انتظام کیا گیا۔ دو چار اور مدرسے ہیں جنھوں نے کچھ بچے لیے۔ اکثر بچوں کو انگریز لے گیا حالانکہ وہ مسلمانوں کے بچے ہیں۔

تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں خبردار! بلکہ تم یتیموں کا خیال نہیں رکھتے، یتیموں کا حق نہیں دیتے۔ ایک کوتاہی یہ ہے۔

دوسری کوتاہی: وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ اور نہیں ابھارتے نہیں ترغیب دیتے تم مسکین کے کھانے پر۔ رب تعالیٰ نے تمھیں مال دیا ہے تو یتیم مسکین کو کھانا کھلاؤ، لباس کا انتظام کرو، اس کی ضروریات پوری کرو اور اگر خود توفیق نہیں ہے تو دوسروں کو آمادہ کرو کہ یہ مسکین ہے اس کا خیال رکھو۔ خیال رکھنے والے ہیں مگر نسبتاً بہت کم ہیں۔ جس طرح ہونا چاہیے تھا اس طرح نہیں ہو رہا۔

تیسری کوتاہی: وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا اور کھا جاتے ہو تم وراثت کو کھا جانا سمیٹ کر۔ اپنا حصہ بھی کھا جاتے ہو اور دوسروں کا حصہ بھی کھا جاتے ہو۔ بہنوں کو

حصہ نہیں دیتے، بیٹیوں کو حصہ نہیں دیتے۔انگریز کے زمانے میں جو زمینیں تقسیم ہوئی ہیں وہ بالکل غلط ہوئی ہیں۔متحدہ ہندوستان کے گیارہ صوبوں میں ہندوؤں کی اکثریت تھی۔ اور چار پانچ صوبوں میں مسلمانوں کی اکثریت تھی۔اس وقت کے علماء نے وراثت کے متعلق تحریک چلائی کہ شریعت کے مطابق وراثت تقسیم ہونی چاہیے۔انگریز بڑا چالاک اور نباض تھا۔اس کو علم تھا کہ نوابوں نے شرعی تقسیم کو قبول نہیں کرنا۔اس نے سوال نامہ جاری کیا کہ حکومت کے پاس یہ مطالبہ آیا ہے کہ مسلمانوں کی وراثت شریعت کے مطابق تقسیم ہو۔تم لوگ اپنی رائے دو۔صوبہ سندھ اور صوبہ پنجاب کے لوگوں نے کہا کہ ہمیں شرعی وراثت کا قاعدہ منظور نہیں ہے۔ بلوچستان، سرحد، بنگلہ دیش نے کہا کہ ہمیں منظور ہے۔

تو اس غلط تقسیم کے تحت جو زمینیں لوگوں کے پاس جدی پشتی آرہی ہیں وہ بالکل ناجائز ہیں۔وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں قطعاً سرخرو نہیں ہوں گے۔بعض لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ اس میں ہمارا کیا قصور ہے ہمیں تو اوپر سے وراثت میں ملی ہیں۔ یاد رکھنا! وراثت ایک ایسی چیز ہے جو پوتا پڑپوتا نیچے تک جاتی ہے قیامت تک جس کا حق ہے وہ اسی کا حق ہے۔اوپر والے مر گئے ان کا جو حق بنتا تھا ان کے پوتے پڑپوتے جو بھی اس وقت موجود ہیں ان کے حوالے کر دو ورنہ عنداللہ گرفت ہوگی اور کوئی عذر قبول نہیں ہوگا۔کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے جو حق مقرر کیا ہے اس کو دنیا کی کوئی طاقت ختم نہیں کر سکتی۔

تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم میراث کھا جاتے ہو سمیٹ کر نہ بہنوں کا حق دیتے ہو نہ پھوپھیوں کا نہ بیٹیوں کا حق دیتے ہو۔

چوتھی کوتاہی: وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا اور تم مال سے محبت کرتے ہو بہت

زیادہ۔ حلال حرام کی تمیز نہیں کرتے۔ جائز طریقے سے مال آئے تو بُرا نہیں ہے۔ لیکن حلال حرام کی تمیز کے بغیر آئے گا تو وبال ہے۔ اور آج یہ تمیز بالکل اُٹھ گئی ہے۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے چار کوتاہیاں بیان فرمائی ہیں اور یہ اکثر ملکوں اور علاقوں میں پائی جاتی ہیں۔

فرمایا کَلَّآ خبردار! اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا جب زمین کو کوٹ دیا جائے گا کوٹ دیا جانا۔ کوٹ کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا۔ یہ تمام پہاڑ اُٹھا دیئے جائیں گے، گڑھے پُر کر دیئے جائیں گے لَا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴿طٰہٰ: ۱۰۷﴾ "اور نہیں دیکھے گا تو اس میں کوئی کجی اور نہ کوئی ٹیلا۔" زمین میں کوئی اونچ نیچ نہیں رہے گی اور نہ کوئی موڑ ہوگا صَفْصَفًا بالکل ہموار ہوگی۔ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَ الْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا اور آئے گا آپ کا رب اور فرشتے صف بہ صف۔ رب تعالیٰ کے آنے کے بارے میں ایک مسلک متقدمین کا ہے اور ایک متاخرین کا ہے۔ تیسری صدی تک کے محدثین اور فقہاء متقدمین کہلاتے ہیں۔ اور تیسری صدی سے بعد کے جو فقہاء اور محدثین ہیں وہ متاخرین کہلاتے ہیں۔

متقدمین کہتے ہیں کہ رب تعالیٰ آئے گا جو اس کی شان کے لائق ہے۔ اور عدالت کے لیے جلوہ افروز ہوگا۔ ہمیں حقیقت کا علم نہیں ہے۔ مثلاً: قرآن کریم میں ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى "رحمٰن عرش پر مستوی ہے۔" کیسے ہے؟ ہم کسی شے کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے کہ میں مصلے پر بیٹھا ہوں آپ حضرات دریوں پر بیٹھے ہیں، کوئی کرسی پر بیٹھتا ہے، ایسا نہیں ہے۔ جیسے اس کی شان کے لائق ہے بیٹھا ہے۔ اسی طرح آنا جو اس کی شان کے لائق ہوگا۔ ہم اس سے زیادہ نہیں جانتے اور نہ سمجھنے کے پابند ہیں۔

کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے کمالات اور خوبیاں ہمارے احاطہ علم سے باہر ہیں۔

اور متاخرین فرماتے ہیں کہ وَّجَآءَ رَبُّكَ سے مراد جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ہے۔ یعنی آپ کے رب کا حکم آئے گا۔ جیسے استوی علی العرش سے مراد حکمرانی لیتے ہیں۔ یعنی عرش پر بیٹھنے کا مطلب ہے کنٹرول کہ کائنات کو پیدا بھی اس نے کیا ہے اور اس پر حکمرانی بھی خود کرتا ہے۔ اس نے اپنے اختیارات میں سے ایک رتی بھی کسی کو نہیں دی۔ سارے رب تعالیٰ کے محتاج ہیں یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ﴿فاطر: ۱۵﴾ "اے لوگو! تم محتاج ہو اللہ تعالیٰ کی طرف اور اللہ تعالیٰ ہی غنی اور تعریفوں والا ہے۔"

تو یہ حضرات حقیقت پر محمول نہیں کرتے بلکہ نتیجہ اور پھل مراد لیتے ہیں۔ اور یہ بات بھی کئی دفعہ بیان ہو چکی ہے کہ صرف اتنا ہی نہیں ماننا کہ رب تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ماننا ہے وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ ﴿الحدید: ۴﴾ "اور وہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔" اور سورۃ ق پارہ ۲۶ میں ہے وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ "اور ہم زیادہ قریب ہیں اس سے اس کی دھڑکتی ہوئی رگ سے۔" یعنی شاہ رگ سے جسے رگِ جان کہتے ہیں۔ جو دماغ سے دل تک پہنچتی ہے۔ اور سورت واقعہ میں ہے وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ "لیکن تم نہیں دیکھتے۔" رب تعالیٰ کی ذات اس جہان میں نظر نہیں آتی۔ ہاں! قدرتوں کے ذریعے پہچانی جاتی ہے۔ زمین دیکھو، سورج چاند ستارے دیکھو، پہاڑ دیکھو، حیوان دیکھو!

وَفِیْ كُلِّ شَیْءٍ لَهٗ اٰیَةٌ تَدُلُّ عَلٰى اَنَّهٗ وَاحِدٌ

"اور ہر شے میں اس کے لیے دلیل ہے جو دلالت کر رہی ہے کہ وہ وحدہ لاشریک لہ ہے۔"

تو فرمایا آئے گا آپ کا رب جو اس کی شان کے لائق ہے اور فرشتے صف بہ صف

وَجِایْٓءَ یَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ ، ور لایا جائے گا اس دن جہنم کو۔ ستر ہزار فرشتے جہنم کو کھینچ

کر رب تعالیٰ کے سامنے عدالت میں پیش کریں گے تا کہ سب اس کا منظر دیکھ لیں۔

سورۃ الشعراء آیت نمبر ۹۱ میں ہے وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ "اور ظاہر کر دیا جائے گا دوزخ کو گمراہوں کے لیے۔" اور مومنوں کے سامنے جنت کا نظارہ ہوگا وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ "اور قریب کر دیا جائے گا جنت کو پرہیز گاروں کے لیے۔"

يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ اس دن یاد کرے گا انسان اپنی کوتاہیوں کو وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى اور کہاں فائدہ دے گا اس کو یاد کرنا۔ اس دن کوتاہیاں، کمیاں یاد آئیں گی لیکن کیا فائدہ؟

اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

اب ندامت، شرمندگی، پشیمانی ہی پشیمانی ہے۔ يَقُوْلُ کہے گا انسان يٰلَيْتَنِيْ ہائے افسوس مجھ پر قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ کچھ آگے بھیجتا زندگی میں۔ میں اپنی اس زندگی کے لیے کچھ نیکیاں بھیج دیتا۔ اب تو واویلے کے سوا کچھ نہیں ہے۔

سورۃ الفرقان آیت نمبر ۲۷ میں ہے وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ "اور جس دن کاٹے گا ظالم اپنے ہاتھوں کو۔" پھر ان کے پیچھے بھاگے گا جن مذہبی پیشواؤں اور سیاسی لیڈروں نے گمراہ کیا تھا۔ اور کہے گا اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿الاحزاب: ۶۷﴾ "بے شک ہم نے اطاعت کی اپنے سرداروں کی اور اپنے بڑوں کی پس انھوں نے ہمیں گمراہ کیا۔ اے پروردگار! ان کو دگنا عذاب دے اور ان پر

لعنت بھیج بڑی لعنت۔" رب تعالیٰ فرمائیں گے میں نے تمھیں عقل نہیں دی تھی؟ دنیا میں تمھیں میلا کچیلا نوٹ کوئی پکڑائے تو تم اس کو لینے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ کہتے ہو بھائی! اس کو بدل دو۔ اتنی سمجھ تو ہے بندے کو کہ کھوٹا سکہ اور پھٹا ہوا نوٹ لینے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ اور گندے عقیدے اور گندے اعمال دامن میں باندھے ہوئے ہیں، سوچ نہیں سکتے؟ کوئی آدمی قیامت والے دن معذور نہیں ہوگا سوائے پاگلوں کے کیوں کہ مدار عقل پر ہے۔

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ اس دن نہیں سزا دے گا رب جیسی کوئی سزا۔ دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے۔ جس میں جلیں گے اور مارنا مقصود ہو تو اس آگ کا ایک شعلہ ہی کافی ہے لیکن لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى. "نہ مرے گا اس میں اور نہ جیے گا۔" وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ اور نہیں جکڑے گا اس جیسا کوئی جکڑنا۔ ہاتھ پاؤں میں ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ہوں گی اور گلے میں طوق ہوں گے فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿الحاقہ: پارہ ۲۹﴾ "ایسی زنجیر میں جس کی لمبائی ستر گز ہے جکڑ دو اس کو۔"

فرمایا يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ اے اطمینان والے نفس! ارْجِعِيْٓ لوٹ آ اِلٰى رَبِّكِ اپنے رب کی طرف رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ قرآن پاک میں تین قسم کے نفس بیان ہوئے ہیں۔

❶ نفس امّارہ ❷ نفس لوّامہ ❸ اور نفس مطمئنہ

❶ نفس امّارہ وہ ہے جو ہر وقت بدی کا حکم دیتا ہے۔ ہر وقت بدی کا خیال رہتا ہے۔ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ ﴿پارہ ۱۳﴾ "بے شک نفس بہت حکم دیتا ہے برائی کا۔" دن

رات مکر وفریب، جھوٹ ہی میں لگا رہتا ہے۔

۲۔ نفس لوامہ وہ ہے جو غلطی ہونے پر ملامت کرتا ہے کہ تو نے برا کام کیا ہے۔ برائی کو برائی سمجھتا ہے۔ یہ بھی اچھا ہے۔

۳۔ نفس مطمئنہ وہ ہے جو نیکیوں میں لگا رہتا ہے برائیوں کے قریب نہیں جاتا۔ عقیدہ صحیح، نماز، روزہ اور سب اعمال دین حق کے مطابق ہیں۔ اس کو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے نفس مطمئنہ لوٹ آ اپنے رب کی طرف تو رب سے راضی رب تجھ سے راضی فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ پس داخل ہو جاؤ میرے بندوں میں جو جنت میں ہیں وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ اور داخل ہو جا میری جنت میں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نفس مطمئنہ عطا فرمائے اور برے کاموں سے سب کو بچائے اور محفوظ فرمائے۔

[آمین]

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

تفسیر

سُورَةُ البَلَد

(مکمل)

جلد ۲۱
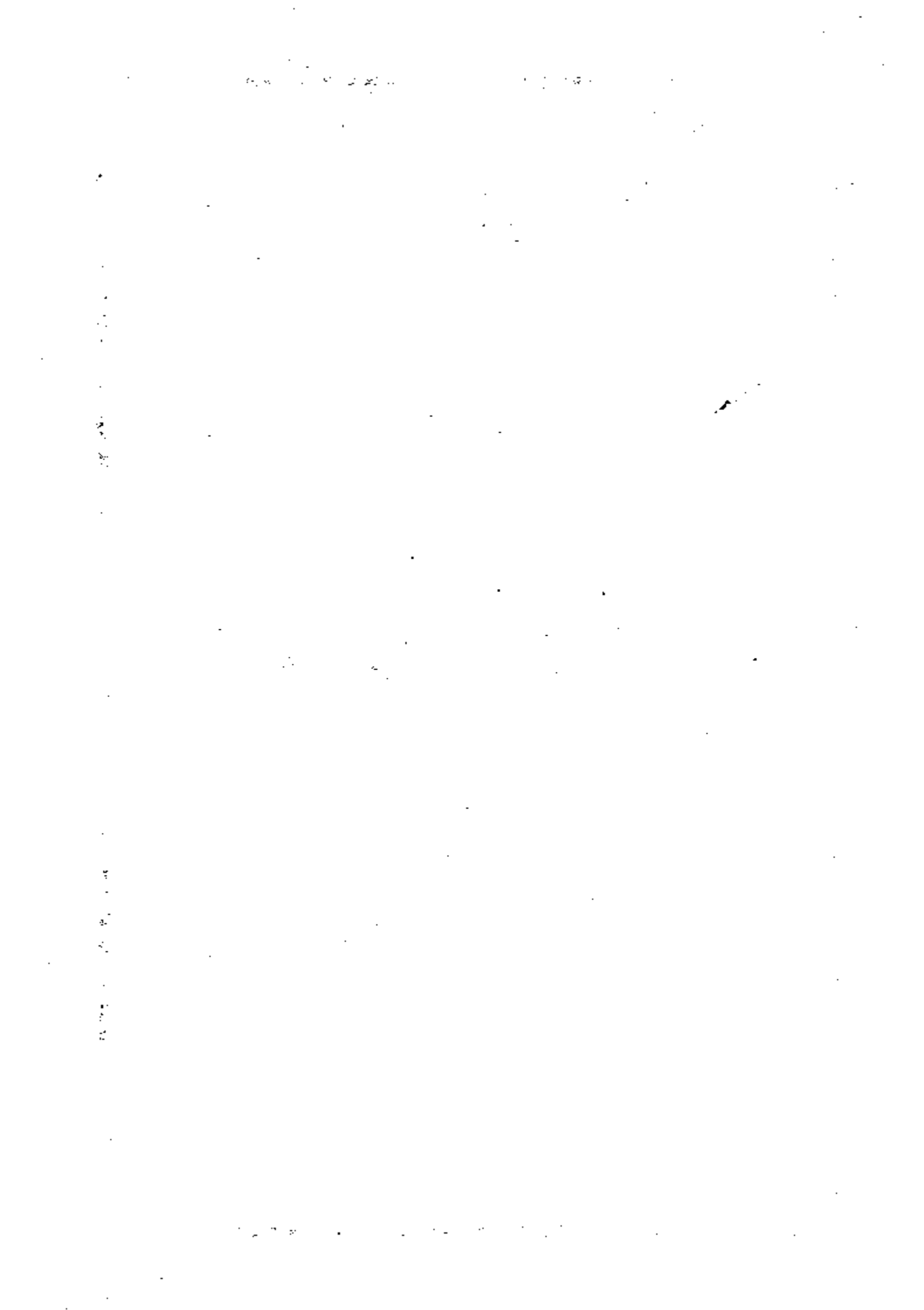
آیاتھا ۲۰ ۔ ۹۰ سُوْرَۃُ الْبَلَدِ مَکِّیَّۃٌ ۳۵ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ ۝۱ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِھٰذَا الْبَلَدِ ۝۲ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۝۳ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ ۝۴ اَیَحْسَبُ اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْہِ اَحَدٌ ۝۵ یَقُوْلُ اَھْلَکْتُ مَالًا لُّبَدًا ۝۶ اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَہٗٓ اَحَدٌ ۝۷ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّہٗ عَیْنَیْنِ ۝۸ وَلِسَانًا وَّشَفَتَیْنِ ۝۹ وَھَدَیْنٰہُ النَّجْدَیْنِ ۝۱۰ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَۃَ ۝۱۱ وَمَآ اَدْرٰىکَ مَا الْعَقَبَۃُ ۝۱۲ فَکُّ رَقَبَۃٍ ۝۱۳ اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَۃٍ ۝۱۴ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَۃٍ ۝۱۵ اَوْ مِسْکِیْنًا ذَا مَتْرَبَۃٍ ۝۱۶ ثُمَّ کَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَۃِ ۝۱۷ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَۃِ ۝۱۸ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا ھُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَۃِ ۝۱۹ عَلَیْھِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَۃٌ ۝۲۰ ع ۱۵

لَآ اُقْسِمُ میں قسم اٹھاتا ہوں بِھٰذَا الْبَلَدِ اس شہر کی وَاَنْتَ

اور اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ حِلٌّۢ بِھٰذَا الْبَلَدِ اترے ہیں اس شہر

میں وَوَالِدٍ اور قسم ہے والد کی وَّمَا وَلَدَ اور جو اس نے جنا لَقَدْ

خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیا انسان کو فِیْ کَبَدٍ

مشقت میں اَیَحْسَبُ کیا انسان خیال کرتا ہے اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْهِ
اَحَدٌ کہ ہرگز قادر نہیں ہے اس پر کوئی یَقُوْلُ کہتا ہے اَهْلَكْتُ
مَالًا لُّبَدًا میں نے ہلاک کیا مال ڈھیر اَیَحْسَبُ کیا وہ خیال کرتا ہے
اَنْ لَّمْ یَرَهٗۤ اَحَدٌ کہ نہیں دیکھا اس کو کسی نے اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ کیا ہم
نے نہیں بنائیں اس کے لیے عَیْنَیْنِ دو آنکھیں وَلِسَانًا اور
زبان وَّشَفَتَیْنِ اور دو ہونٹ نہیں دیئے وَهَدَیْنٰهُ اور ہم نے
راہ نمائی کی اس کی النَّجْدَیْنِ دو راستوں کی فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ
پس نہ چڑھا گھاٹی پر وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ اور آپ کو کس نے بتلایا
کہ وہ گھاٹی کیا ہے فَكُّ رَقَبَةٍ گردن کو آزاد کرنا ہے اَوْ اِطْعٰمٌ
یا کھانا کھلانا ہے فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ بھوک والے دن میں
یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ایسے یتیم کو جو قرابت دار ہو اَوْ مِسْكِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ
یا مسکین کو جو خاک آلود ہو ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا پھر ہو ان لوگوں میں
سے جو ایمان لائے ہیں وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ اور ایک دوسرے کو صبر کی
وصیت کرتے ہیں وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ اور ایک دوسرے کو رحم کی
وصیت کرتے ہیں اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ یہی لوگ ہیں دائیں ہاتھ
والے وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا اور وہ لوگ جنھوں نے ہماری آیتوں کا
انکار کیا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ وہ لوگ بائیں ہاتھ والے ہیں عَلَیْهِمْ نَارٌ

مُّؤۡصَدَةٌ ان پر آگ ہوگی بند کی ہوئی۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام ہے سورۃ البلد۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں بلد کا لفظ موجود ہے۔ اسی سے سورت کا نام اخذ کیا گیا ہے۔ یہ مکی سورت ہے۔ چونتیس ﴿۳۴﴾ سورتیں اس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں اس کا پینتیسواں ﴿۳۵﴾ نمبر ہے۔ اس کا ایک رکوع اور بیس ﴿۲۰﴾ آیتیں ہیں۔

یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ عربی زبان میں قسم سے پہلے لا آئے تو وہ زائدہ ہوتا ہے اس کا معنیٰ نہیں ہوتا۔ لَآ اُقۡسِمُ کا معنیٰ ہے میں قسم اٹھاتا ہوں۔ لا کا معنیٰ نہیں کریں گے بِهٰذَا الۡبَلَدِ اس شہر کی یعنی مکہ مکرمہ کی جہاں قرآن پاک نازل ہوا ہے وَاَنۡتَ اور اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ حِلٌّ بِهٰذَا الۡبَلَدِ اترے ہیں اس شہر میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت اس شہر میں ہوئی اور ولادت کے بعد ترپن سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شہر میں رہے۔ پھر ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ دس سال مدینہ طیبہ میں گزارے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کل عمر مبارک تریسٹھ سال ہوئی۔

دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حلال کرنے والے ہیں اس شہر کو۔ مکہ مکرمہ میں لڑائی جھگڑا حرام ہے۔ فتنہ فساد، جانور کو مارنا، یہاں تک کہ درخت کاٹنا بھی ممنوع ہے۔ لیکن ۸ سنہ ھ میں سورج کے طلوع ہونے سے لے کر عصر تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے لڑائی حلال کی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب سے اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے یہ شہر حرمت والا ہے یہاں پر لڑائی جائز نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ نے میرے لئے تھوڑی دیر کے واسطے حلال قرار دی ہے۔ اس کے بعد قیامت تک اس شہر میں لڑائی

حلال نہیں ہے۔

بخاری شریف میں روایت ہے آنحضرت ﷺ نے مکہ مکرمہ میں، منیٰ، عرفات، مزدلفہ میں، جہاں اجتماعات تھے۔ فرمایا سنو! رب تعالیٰ نے میرے لیے لڑنا حلال کیا تھا اس سے پہلے کسی کے لیے مکہ میں لڑنا حلال نہیں تھا اور اس کے بعد قیامت تک کے لیے کسی کے لیے لڑنا حلال نہیں ہے اُحِلَّتْ لِیْ سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ "میرے لیے دن کے ایک حصے میں لڑائی حلال کی گئی۔" یہ آپ ﷺ کی خصوصیت تھی۔ اس تفسیر کے مطابق آپ ﷺ کے لیے یہ پیش گوئی تھی کہ آج تو آپ مجبور ہو کر اس شہر کو چھوڑ رہے ہیں مگر ایک وقت آئے گا کہ جب آپ کے لیے اس شہر میں لڑائی جائز ہوگی۔

تو فرمایا آپ اترے [illegible] وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ اور قسم ہے والد کی اور جو اس نے جنا۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ والد سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور مَا وَلَدَ سے ان کی اولاد مراد ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخصیص نہیں ہے۔ کیوں کہ جنات میں بھی والد ہیں، حیوانات میں بھی والد ہیں۔ کائنات میں جو جننے والی مخلوق ہے سب میں والد ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان سب کی قسم اُٹھائی ہے۔

یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ مخلوق کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم اُٹھائے مگر اللہ تعالیٰ پر کوئی قانون لاگو نہیں ہوتا۔ وہ کسی شہر کی قسم اُٹھائے، کسی جگہ کی قسم اُٹھائے، زیتون اور تین کی قسم اُٹھائے، طور کی قسم اُٹھائے، عصر کی قسم اُٹھائے۔ مخلوق کے لیے قانون بیان کیا ہے کہ مَنْ حَلَفَ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَكَ "جس نے غیر اللہ کی قسم اُٹھائی اس نے شرک کیا۔" پیغمبر، کعبہ، دودھ، بیٹا، سب غیر اللہ

ہیں کسی کی بھی قسم جائز نہیں ہے۔ باپ، پیر بھی غیر اللہ ہیں۔ بخاری شریف کی روایت میں ہے مَنْ قَالَ بِاللَّاتِ فَلْيَقُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه "جس نے کہا مجھے لات کی قسم ہے تو وہ فوراً پڑھے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه محمد رسول اللّٰه "اور مسلمان ہو جائے۔

تو فرمایا قسم ہے والد کی اور جو اس نے جنا۔ جواب قسم ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِىْ كَبَدٍ البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیا انسان کو مشقت میں۔ انسان کو ہر جگہ مشقت اٹھانی پڑتی ہے۔ کبھی بیمار، کبھی تندرست، کبھی بھوکا، کبھی پیاسا، کبھی گرمی، کبھی سردی، کبھی مالی پریشانی، کبھی ذہنی پریشانی، کبھی کوئی تکلیف، کبھی کوئی تکلیف۔ دنیا میں چاہے کوئی امیر ہے یا غریب ہے تکلیف اور صدمہ اُٹھائے گا۔

امام اصمعی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے لغت کے امام گزرے ہیں۔ اُنھوں نے شاگردوں سے کہا کہ میرا ایک شعر لکھ لو: ؎

عِشْ مُوْسِرًا اِنْ شِئْتَ اَوْ مُعْسِرًا
لَا بُدَّ فِي الدُّنْيَا مِنَ الْهَمِّ

"زندگی گزار مال دار ہو کر یا تنگ دست ہو کر پریشانی ضرور آتی ہے۔"

ہم غریب یہ سمجھتے ہیں کہ مال دار لوگ بڑی عیش و عشرت میں ہیں۔ یقین جانو! امیروں کے حالات سن کر ہم کہتے ہیں کہ شکر ہے ہم غریب ہیں۔ تو فرمایا ہم نے پیدا کیا انسان کو مشقت میں۔

شانِ نزول :

اگلی آیات کا شانِ نزول یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں ایک بڑا چودھری تھا جس کی کنیت ابو الاشد نام اُسید اور والد کا نام کلدہ تھا۔ بڑا وزنی (زور آور) پہلوان تھا۔ اونٹ کا چمڑا پاؤں

کے نیچے رکھ کے کہتا تھا کہ میرے پاؤں کے نیچے سے چمڑا کھینچو! آٹھ آٹھ، دس دس آدمی، بیس بیس آدمی مل کر کھینچتے چمڑا ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا مگر پاؤں کے نیچے سے کھینچ نہیں سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو مال بھی بہت دیا تھا۔ اس مال کو وہ آنحضرت ﷺ کے خلاف خرچ کرتا تھا۔ زبان آور پروپیگنڈا کرنے والوں کو بلا کر پیسے دیتا اور مختلف علاقوں اور گلیوں میں آنحضرت ﷺ کے خلاف پروپیگنڈا کراتا (جس آدمی کے بارے میں خطرہ ہوتا کہ یہ مسلمان ہو جائے گا اس کو مال دے کر اسلام قبول کرنے سے روکتا۔) اور پھر وہ اس پر فخر کرتا اور کہتا کہ میں نے اسلام کے مقابلے کے لیے بڑا مال خرچ کیا ہے۔ اس کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَیَحْسَبُ کیا وہ خیال کرتا ہے اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْهِ اَحَدٌ کہ ہرگز اس پر کوئی قادر نہیں یَقُوْلُ کہتا ہے اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا میں نے ہلاک کیا، خرچ کیا مال ڈھیر اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَهٗۤ اَحَدٌ کیا وہ خیال کرتا ہے کہ نہیں دیکھا اس کو کسی نے۔ پروردگار اس کو دیکھنے والا نہیں ہے کہ کس کس کو خفیہ طور پر مال دے رہا ہے پروپیگنڈے کے لیے۔ اور پھر بیٹھ کر فخر کرتا ہے کہ میں نے اتنا مال خرچ کیا ہے۔ مال تجھے رب نے دیا تھا کسی اچھی جگہ لگاتا۔ اُلٹا تو رب تعالیٰ کے پیغمبر کی مخالفت میں خرچ کر رہا ہے۔

اسی واسطے رب تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ﴿بنی اسرائیل: ۲۷﴾ "بے شک بے جا خرچ کرنے والے لوگ شیطانوں کے بھائی ہیں۔" شیطانوں کے بھائی اس لیے ہیں کہ شیطان کو اللہ تعالیٰ نے قوت دی، طاقت دی۔ اس وقت اور طاقت سے نیکی کرتا لیکن اس نے وہ طاقت برائی میں خرچ کر دی۔ اسی طرح

مال دار کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اچھے کاموں پر خرچ کرتا۔ اس نے بُرے کاموں پر لگا دیا اور دھکے سے شیطان کا بھائی بن گیا۔

فرمایا اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ کیا نہیں بنائیں ہم نے اس کے لیے دو آنکھیں۔ رب تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر نہیں کرتا۔ آنکھوں کی قدر اندھے سے پوچھو وَلِسَانًا اور زبان نہیں دی کلام کرنے کے لیے۔ اس کی قدر گونگے سے پوچھو کہ دل کی بات بتلانا چاہتا ہے اشاروں کے ساتھ مخاطب نہیں سمجھتا تو پریشان ہو جاتا ہے۔ تجھے رب تعالیٰ نے زبان دی ہے اظہار ما فی الضمیر کے لیے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے وَّشَفَتَيْنِ اور دو ہونٹ نہیں دیئے۔ ہونٹوں کے بغیر انسان ابوامی نہیں کہہ سکتا ہے۔ ہونٹوں کے بغیر پانی پیے گا تو نیچے گرے گا (اور ہونٹوں کے بغیر جو شکل بنتی ہے اس کا تصور خود کرلو۔)

اور نعمت: وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ اور ہم نے راہ نمائی کی اس کی دو گھاٹیوں کی، دو راستوں کی۔ اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ خیر اور شر کا راستہ مراد ہے۔ ہم نے عقل دی، پیغمبر بھیجے، کتابیں نازل کیں۔ ہر دور میں حق کی آواز بلند کرنے والے بھیجے جن کے ذریعے خیر اور شر کا راستہ بتلایا کہ یہ جنت کا راستہ ہے اور یہ دوزخ کا راستہ ہے۔

اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ نجدین سے مراد ماں کے پستان ہیں۔ بچہ پیدا ہوتے ہی ماں کے پستان چوسنے لگ جاتا ہے۔ یہ اس کو کس نے بتلایا ہے کہ اب تیری غذا یہاں ہے اور اس طرح تو نے حاصل کرنی ہے وہ کس کالج سے پڑھ کر آیا ہے؟ یہ رب تعالیٰ نے اس کی فطرت میں ڈال دیا ہے فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ پس نہ چڑھا وہ گھاٹی پر۔ عقبہ اصل میں ایسے پہاڑ کو کہتے ہیں جس پر چڑھنا مشکل ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

انسان گھاٹی پر نہیں چڑھا وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ اور آپ کو کس نے بتلایا کہ وہ گھاٹی کیا ہے۔ وہ گھاٹی یہ ہے فَكُّ رَقَبَةٍ گردن کو آزاد کرنا ہے۔ یعنی غلاموں کو آزاد کرنا ہے۔ جس طرح گھاٹی پر چڑھنا مشکل ہے اسی طرح یہ کام کرنا بھی مشکل ہے۔ دشوار گزار گھاٹی پر چڑھتے ہوئے آدمی تنگ ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ کام کرتے ہوئے بھی انسان کو گھٹن محسوس ہوتی ہے۔ یہ کام وہی کرتا ہے جس کو رب تعالیٰ توفیق اور ہمت دے۔ غلام اور لونڈی کو آزاد کرنا بڑی نیکیوں میں سے ہے۔

میرے علم میں نہیں ہے کہ ہمارے دور میں کسی ملک میں شرعی غلام ہو۔ پہلے ہوتے تھے۔ یہ سلسلہ تو آج کل چل رہا ہے کہ زبردستی کسی کو یہاں سے اُٹھا کر سندھ میں بیچ دیا یا دوسری ریاستوں کو بیچ دیا (اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے شر سے محفوظ فرمائے۔) بدمعاش اور بدقماش قسم کے لوگ یہ کاروبار کرتے ہیں۔ بلکہ آج کل تو مردے بھی بیچتے ہیں۔ رب جانے اُنھوں نے مردوں سے کیا نکالنا ہے۔ یہ مردہ فروشی کا کام بہت سے ملکوں میں ہو رہا ہے۔ ایسا دور آگیا ہے کہ نعشیں بھی محفوظ نہیں ہیں۔

اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ یا کھانا کھلانا ہے بھوک والے دن۔ کس کو؟ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ یتیم کو جو قرابت دار ہو۔ ایک یتیم ہونے کی وجہ سے اور دوسرا اپنا قریبی ہونے کی وجہ سے دوہرا ثواب ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ حضرت! میں بھی نفلی صدقہ کرتی ہوں تو کیا میں اپنے پہلے خاوند ابوسلمہ کی اولاد کو دے دیا کروں کہ ان کا والد کوئی جائیداد نہیں چھوڑ گیا اور کیا مجھے اس کا ثواب ملے گا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے ڈبل ثواب ملے گا۔ ایک صدقے کا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔ قریبی رشتہ دار مستحق ہو تو اس

کو صدقہ دینے سے دس کے بجائے بیس نیکیاں ملتی ہیں اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ یا مسکین کو جو خاک آلود ہو، مٹی میں ملا ہوا مسکین یعنی وہ بے چارہ اتنا بھوکا ہے کہ کھڑا نہیں ہو سکتا گر پڑتا ہے، مٹی میں ملا ہوا ہے۔

اور یہ مطلب بھی بیان کرتے ہیں کہ اس کے پاس کوئی دری چادر وغیرہ نہیں ہے جو اپنے نیچے بچھائے۔ بس وہ مٹی پر لیٹ جاتا ہے ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا پھر وہ غلام، لونڈیوں کو آزاد کرنے والا، یتیموں، مسکینوں کو کھانا کھلانے والا ان لوگوں میں سے ہو جو ایمان لائے۔ کیوں کہ ایمان کے بغیر کوئی نیکی قبول نہیں ہے وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ اور ایک دوسرے کو وصیت کرتے ہیں صبر کی تکلیفوں میں۔ ان میں سے ہو کہ بھائی! دین کے معاملے میں تکلیفیں بھی آتی ہیں صبر کرو وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ اور ایک دوسرے کو وصیت کرتے ہیں رحم کی کہ غلاموں پر شفقت کرو، پڑوسیوں کے ساتھ شفقت کے ساتھ پیش آؤ بلکہ ساری مخلوق پر شفقت کرو اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ یہی لوگ ہیں دائیں ہاتھ والے کہ جن کو نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں ملے گا۔ اور پہلے پڑھ چکے ہو کہ جس کو نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں ملے گا وہ خوشیاں مناتے ہوئے کہے گا هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ﴿الحاقۃ: ۱۹﴾ "میرا اعمال نامہ پڑھ لو۔"

آگے دوسری مد کے لوگوں کا ذکر ہے۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا اور وہ لوگ جنھوں نے انکار کیا ہماری آیتوں کا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ وہ لوگ بائیں ہاتھ والے ہیں۔ جن کو نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ بچائے اور محفوظ رکھے۔ ان کی حالت دیکھی نہیں جا سکے گی عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ان پر آگ جو موندی جائے گی۔ آگ میں ڈال کر دروازے بند کر دیئے جائیں گے۔ باہر کی ہوا تک نہ آئے گی۔ وہاں

سے نکلنے کا کبھی موقع نہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کفر و شرک اور بداعمالیوں سے بچائے اور محفوظ رکھے اور ایمان اور اچھے اعمال پر قائم و دائم رکھے اور اسی پر خاتمہ فرمائے۔

[آمین!]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُوْرَةُ الشَّمْس

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتها ۱۵ ۹۱ سُوْرَةُ الشَّمْسِ مَكِّيَّةٌ ۲۶ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالشَّمْسِ وَضُحٰىهَا ۝۱ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا ۝۲ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا ۝۳ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰىهَا ۝۴ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىهَا ۝۵ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰىهَا ۝۶ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝۷ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝۸ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝۹ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝۱۰ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَا ۝۱۱ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ۝۱۲ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ۝۱۳ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۙ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ۝۱۴ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ۝۱۵

وَالشَّمْسِ قسم ہے سورج کی وَضُحٰىهَا اور اس کی روشنی کی وَالْقَمَرِ اور قسم ہے چاند کی اِذَا تَلٰىهَا جس وقت وہ سورج کے پیچھے آتا ہے وَالنَّهَارِ اور قسم ہے دن کی اِذَا جَلّٰىهَا جب وہ سورج کو روشن کر دے وَالَّيْلِ اور قسم ہے رات کی اِذَا يَغْشٰىهَا جب وہ ڈھانپ لیتی ہے وَالسَّمَآءِ اور قسم ہے آسمان کی وَمَا بَنٰىهَا اور اس ذات کی جس نے اس کو بنایا ہے وَالْاَرْضِ اور قسم ہے زمین کی وَمَا طَحٰىهَا اور اس ذات کی جس نے اسے پھیلایا ہے وَنَفْسٍ اور قسم ہے نفس کی وَ

مَا سَوّٰىهَا اور اس ذات کی جس نے اس کو درست کیا فَاَلْهَمَهَا پس الہام کر دیا اس نفس کو فُجُوْرَهَا اس کی بدکاری کا وَتَقْوٰىهَا اور اس کی پرہیزگاری کا قَدْ اَفْلَحَ تحقیق فلاح پا گیا مَنْ زَكّٰىهَا جس نے اس کو پاک کر لیا وَقَدْ خَابَ اور تحقیق نامراد ہوا مَنْ دَسّٰىهَا جس نے اس کو گناہ میں چھپا دیا كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ جھٹلایا قوم ثمود نے بِطَغْوٰىهَآ اپنی سرکشی کی وجہ سے اِذِ انْۢبَعَثَ جس وقت اُٹھ کھڑا ہوا اَشْقٰىهَا ان میں سے ایک بدبخت فَقَالَ لَهُمْ پس کہا ان کو رَسُوْلُ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے رسول نے نَاقَةَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی کا خیال رکھنا وَسُقْيٰهَا اور اس کے پانی پینے کا فَكَذَّبُوْهُ پس اُنھوں نے جھٹلایا نبی کو فَعَقَرُوْهَا پس کاٹ دیں اونٹنی کی ٹانگیں فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ پس اُلٹ دیا اُن پر رَبُّهُمْ اُن کے رب نے عذاب بِذَنْۢبِهِمْ ان کے گناہوں کی وجہ سے فَسَوّٰىهَا پھر برابر کر دیا وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا اور نہیں ڈرتا وہ اس کے انجام سے۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ الشمس ہے۔ پہلی آیت کریمہ ہی میں شمس کا لفظ موجود ہے۔ جس سے اس کا نام لیا گیا ہے۔ اس سے پہلے پچیس سورتیں نازل ہو چکی تھیں اس کا چھبیسواں نمبر ہے۔ اس کا ایک رکوع اور پندرہ آیتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے سورج بھی بہت بڑی شے ہے۔ اس کے فائدے سے

کوئی شخص بے خبر نہیں ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم اُٹھائی ہے۔ فرمایا وَ
الشَّمۡسِ قسم ہے سورج کی وَضُحٰهَا اور اس کی روشنی کی۔ ایک سورج کا جسم
ہے کہ وہ بھی بہت بڑا ہے اور اس کی روشنی اور حرارت ہے۔ رب تعالیٰ نے سورج کی
حرارت اور تپش کے ساتھ بہت سے فوائد رکھے ہیں۔ انسانوں اور حیوانوں کی صحت،
فصلوں کی نشوونما، پھلوں کا پکنا وغیرہ۔

وَالۡقَمَرِ اور قسم ہے چاند کی اِذَا تَلٰهَا جب وہ سورج کے پیچھے آتا ہے۔
سورج کے غروب ہونے کے بعد چاند کی روشنی ہوتی ہے اور وہ اپنی چمک دمک دکھاتا
ہے۔ تَلَا يَتۡلُوۡا تِلُوًّا کا معنیٰ ہوتا ہے پیچھے آنا۔ وَالنَّهَارِ اور قسم ہے دن کی۔
اِذَا جَلّٰهَا جب وہ سورج کو روشن کردے۔ روشن تو سورج کرتا ہے جوں جوں دن
چڑھتا ہے سورج کی روشنی نمایاں ہوتی جاتی ہے (تو دن کی طرف اسناد مجازی ہے)۔
سورج کی روشنی زیادہ محسوس ہوتی ہے اس سبب سے دن کی طرف نسبت کی ہے۔ وَالَّيۡلِ
اور قسم ہے رات کی اِذَا يَغۡشٰهَا جب وہ سورج کو ڈھانپ لیتی ہے۔ جب وہ اس پر
چھا جاتی ہے۔ رات جب آتی ہے تو اندھیرا ہی اندھیرا ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی قدرت
کے نمونوں میں سے ہے سورج، چاند، دن، رات۔

وَالسَّمَآءِ اور قسم ہے آسمان کی وَمَا بَنٰهَا اور اس ذات کی جس نے آسمان کو
بنایا ہے۔ آسمان کتنا بلند ہے اور نیچے ستون وغیرہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اس کو سہارا
دینے والی ہو۔ بعض حضرات ما کو مصدریہ بناتے ہیں۔ پھر معنیٰ ہوگا قسم ہے آسمان کی اور
اس کو بنانے والے کی کہ صاف اور وسیع ہے وَالۡاَرۡضِ وَمَا طَحٰهَا اور قسم ہے
زمین کی اور اس ذات کی جس نے اسے پھیلایا ہے، بچھایا ہے۔

جغرافیہ دان لکھتے ہیں کہ زمین کے سو حصوں میں سے انتیس حصے خشکی کے ہیں اور اکہتر حصوں پر پانی ہے۔ لیکن یہ انتیس حصے آدمی طے کرتے ہوئے تھک جاتا ہے۔ جہازوں میں بھی سفر کرے پھر بھی تھک جاتا ہے۔ اس سے سمندر کی لمبائی اور چوڑائی کا اندازہ خود لگا لو۔ اور یہ بھی تم پڑھ چکے ہو کہ یہ سمندر اور اس جیسے سات سمندر اور ہوں اور سارے سیاہی بن جائیں اور انسان، فرشتے، جنات تمام کائنات رب تعالیٰ کی تعریف لکھنے لگ جائے۔ یہ آٹھ سمندروں کی سیاہی ختم ہو جائے گی لیکن رب تعالیٰ کی تعریف ختم نہیں ہوگی۔ وہ بڑی عظمتوں والی ذات ہے۔

گزشتہ سال مجھے دوست مجبور کر کے جنوبی افریقہ لے گئے، جوہانسبرگ۔ کہنے لگے ہم آپ کو یہاں کا چڑیا گھر دکھاتے ہیں۔ اس میں ہر طرح کے جانور ہیں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ میں نے سوچا کہ شاید چند میل کے فاصلے پر ہوگا مگر وہ تو جوہانسبرگ سے نو سو کلومیٹر دور تھا۔ وہ کمرے نہیں تھے بلکہ وہ جنگل تھا جس کی لمبائی تین سو میل اور چوڑائی ایک سو ساٹھ میل تھی۔ جس میں جانور کھلے پھر رہے تھے۔ ہم تو تھک گئے۔ حالانکہ وہاں کی سڑکیں بھی بہت عمدہ تھیں۔ یہ تو دنیا کے ایک کونے کی بات ہے ساری دنیا تو بہت وسیع ہے۔

تو فرمایا قسم ہے زمین کی اور اس ذات کی جس نے اس کو بچھایا ہے، پھیلایا ہے وَنَفْسٍ اور قسم ہے نفس کی وَّمَا سَوّٰىهَا اور اس ذات کی جس نے اس کو درست کیا ہے۔ جہاں جس چیز کو لگنا چاہیے وہیں لگائی۔ جہاں ہاتھ لگنے چاہئیں تھے وہیں لگائے، جہاں پاؤں لگنے چاہئیں تھے وہیں لگائے، جہاں آنکھیں، ناک اور کان لگنے چاہیے تھے وہیں لگائے بڑے تناسب کے ساتھ۔ جس طرح انسان کو درست کیا اسی طرح

حیوانات کو بھی بڑے خاص طریقے اور اعتدال کے ساتھ پیدا فرمایا۔

فَاَلْهَمَهَا پھر الہام کر دیا اس نفس میں۔ یعنی اس کے دل میں فُجُوْرَهَا اس کی بدکاری کا۔ یہ کام بُرے ہیں وَتَقْوٰىهَا اور پرہیزگاری کا کہ یہ کام اچھے ہیں۔ عقل بھی عطا فرمائی اور پیغمبروں کے ذریعے بھی بتلایا۔ کتابیں نازل کیں، صحیح اور غلط سمجھایا، حق اور باطل کو واضح کیا۔ پھر ہر زمانے میں اہل حق کھڑے کیے جنھوں نے لوگوں تک حق پہنچایا۔ دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہیں ہے جہاں حق کی آواز بلند کرنے والے موجود نہ ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِيْ ظَاهِرِيْنَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ "میری امت میں سے ایک گروہ حق پر ڈٹا رہے گا ان کی مخالفت کرنے والا ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔" اور جو اپنے مفاد کی خاطر ساتھ مل کر الگ ہو جائے گا اس کی علیحدگی سے بھی ان کا کچھ نقصان نہیں ہوگا۔ اور اندر سے ریشہ دوانیاں کریں تحریکیں چلائیں ان کا کچھ نقصان نہیں ہوگا۔ وہ حق پر ڈٹا رہے گا۔ آخری حصہ ان کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مل کر کافروں سے جہاد کرے گا اور یہ حق کا گروہ قیامت تک رہے گا۔

ایک حدیث میں ہے اگرچہ وہ حدیث سند کے لحاظ سے کمزور ہے مگر مفہوم صحیح ہے۔ عُلَمَاءُ اُمَّتِيْ كَاَنْبِيَاءِ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ "میری امت کے علمائے حق ایسے ہی ہیں جیسے انبیائے بنی اسرائیل۔" درجے میں نہیں، ڈیوٹی میں ایسے ہیں۔

جیسے موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے ان کی تائید اور تورات کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ نے چار ہزار پیغمبر بھیجے۔ اُنھوں نے اس کو زندہ رکھا۔ تو ان کے انبیاء نے تبلیغ کا کام کیا

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے علماء وہ کام کریں گے۔آج الحمدللہ! زمین کے کونے کونے تک حق کی آواز پہنچی ہوئی ہے۔دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہیں ہے جہاں حق کی آواز نہ پہنچی ہو۔ کافروں کے مظالم بہت سخت ہیں لیکن حق حق ہے، اسلام اسلام ہے۔اللہ تعالیٰ اس کو مٹائے گا نہیں۔یہ جواب قسم ہے۔

فرمایا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا تحقیق فلاح پا گیا جس نے نفس کو پاک کیا کفر سے،شرک سے،تکبر سے،حسد سے،بغض،کینہ سے،اخلاق ذمیمہ سے۔ایک عارف باللہ نے کیا خوب بات کہی ہے کہ اس کی مثال سانپ کی ہے۔سانپ چھوٹا ہو تو اسے جوتے سے بھی مار سکتے ہیں،لاٹھی سے بھی مار سکتے ہیں۔لیکن اگر اسے چھوڑ دیں گے اور وہ اژدہا بن جائے گا تو سارا گاؤں بھی اس کے پیچھے لگ جائے تو وہ قابو میں نہیں آئے گا۔نفس امارہ کی اصلاح بہت مشکل ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگوں سے پوچھا گیا حضرت دنیا میں سب سے مشکل چیز کون سی ہے اور آسان چیز کون سی ہے؟ تو فرمایا سب سے مشکل چیز نفس کی اصلاح ہے اور سب سے آسان چیز دوسروں پر تنقید کرنا ہے۔یہ جو آپ حضرات بزرگوں کے قصے کتابوں میں پڑھتے ہیں کہ فلاں نے اتنی ریاضت کی،فلاں نے اتنا مجاہدہ کیا، یہ سب محنتیں نفس کی اصلاح کے لیے کی گئیں۔لیکن اب یہ سلسلہ تقریباً ختم ہو چکا ہے۔لیکن نفس کی اصلاح اہم چیز ہے۔قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاموں میں سے ایک کام نفس کی اصلاح بھی فرمایا ہے وَيُزَكِّيْهِمْ ﴿سورۃ الجمعہ: پارہ ۲۸﴾ ”اور وہ ان کا تزکیہ کرتا ہے۔“

شرعی دائرے میں رہ کر ریاضتیں کرنا جائز ہے :

بعض نادان یہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تو مجاہدے اور ریاضتیں نہیں کیں لہٰذا یہ ریاضتیں اور مجاہدے بدعت ہیں۔ یہ کہنا ان کی نادانی ہے۔ بے شک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مجاہدے اور ریاضتیں نہیں کیں کیوں کہ ان کے دل کا آئینہ صاف تھا۔ اور آئینہ صاف ہو تو مانجنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ان کے بعد دلوں پر زنگ آ گیا اور زنگ کو دور کرنے کے لیے صفائی کی ضرورت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں کسی خوش نصیب کو، سعادت مند کو دو منٹ بیٹھنے کا بھی موقع مل جاتا تھا تو اس کے نفس کی اتنی صفائی ہو جاتی تھی کہ سو سال کی ریاضت سے بھی اتنی صفائی نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا ان کو دل صاف کرنے کے لیے ریاضتوں کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ اب دلوں میں کدورت اور زنگ کو دور کرنے کے لیے دلوں کی صفائی کے لیے بزرگوں نے شرعی دائرے میں رہ کر روزے بھی رکھے، چلّے بھی کاٹے، بڑا کچھ کیا کہ نفس کی صفائی ہو جائے۔ تو سب سے مشکل چیز نفس کی اصلاح ہے۔ اور سب سے آسان چیز دوسروں پر تنقید کرنا ہے۔

فرمایا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا اور تحقیق نامراد ہوا جس نے نفس کو گناہ میں، معاصی میں چھپا دیا۔ دن کو بھی گناہ، رات کو بھی گناہ۔ اُٹھتے گناہ، بیٹھتے گناہ، چلتے پھرتے گناہ کرنے والا نامراد ہے۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے نہیں بچ سکو گے۔ اس پر آگے اللہ تعالیٰ ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں۔

قوم ثمود کا واقعہ :

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ جھٹلایا قوم ثمود نے حق کو اپنی سرکشی کی وجہ سے۔ یہ حجر کے علاقے میں رہتے تھے جو خیبر اور تبوک کے درمیان واقع ہے۔ ان کی طرف اللہ تعالیٰ

نے حضرت صالح علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے ان کو توحید باری تعالیٰ کی دعوت دی قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ "اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمھارے لیے کوئی معبود، مشکل کشا، حاجت روا، فریاد رس، دست گیر رب تعالیٰ کی ذات کے سوا۔" تو لوگوں نے حضرت صالح علیہ السلام کا مذاق اُڑایا۔ کیوں کہ ان لوگوں کا عقیدہ اور تھا۔ وہ شرکیہ عقیدہ رکھتے تھے۔ تو جب ایک آدمی کھڑا ہو کر سب کے خلاف بولے تو اس کا مذاق تو اُڑایا جائے گا۔ پھر ان لوگوں نے کہا کہ اگر آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں تو ہمیں کوئی کرشمہ دکھاؤ اور کرشمہ بھی ہماری مرضی کا۔ جس چٹان پر ہم ہاتھ رکھیں اس سے اونٹنی نکل آئے پھر ہم مانیں گے۔ قرآن پاک کی تصریحات میں موجود ہے کہ انھوں نے جس چٹان پر ہاتھ رکھا اللہ تعالیٰ نے اُسی چٹان سے اونٹنی نکال دی۔ فرمایا اے میری قوم! هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً "یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی ہے تمھارے لیے ایک خاص نشانی ہے فَذَرُوْهَا پس اس کو چھوڑو تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ کھائے اللہ تعالیٰ کی زمین میں وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور نہ چھونا اس کو بُرائی کے ساتھ پس تمھیں پکڑ لے گا عذاب دردناک۔"

اتنا بڑا معجزہ دیکھ کر بھی وہ ایمان نہ لائے۔ کہنے لگے بڑا مضبوط جادو ہے اور بڑا کاری گر جادوگر ہے۔ جادو کہہ کر ٹال دیا۔

تو فرمایا جھٹلایا قومِ ثمود نے اپنی سرکشی کی وجہ سے اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰهَا جس وقت اُٹھ کھڑا ہوا ان میں سے ایک بدبخت جس کا نام قدار تھا۔ قد چھوٹا اور گربہ جسم تھا۔ بلی کی طرح آنکھیں تھیں۔ وہاں نو غنڈے تھے یہ ان کا سردار تھا۔ سورۃ نمل آیت نمبر ۴۸ میں ہے وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ "اور

تھے شہر میں نو شخص جو فساد مچاتے تھے زمین میں اور نہیں اصلاح کرتے تھے۔" اُنھوں نے مشورہ کیا کہ صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی ٹانگیں کاٹنی ہیں اور پھر ٹکڑے ٹکڑے کر دینا ہے۔ پھر صالح علیہ السلام کو اولاد سمیت ذبح کرنا ہے۔ اس کا ذکر ہے۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں جس وقت کھڑا ہوا قوم ثمود کا ایک بڑا بد بخت ترین انسان قدار فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ پس کہا ان کو اللہ تعالیٰ کے رسول صالح علیہ السلام نے نَاقَةَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی کا خیال رکھنا اس کو تکلیف نہیں پہنچانی وَسُقْيٰهَا اور اس کے جو پانی پینے کی باری ہے اس کے مطابق اس کو پانی پینے دینا۔ ایک دن تمھارا ہے اور ایک دن اس کا ہے فَكَذَّبُوْهُ پس جھٹلایا ان لوگوں نے حضرت صالح علیہ السلام کو۔ کہنے لگے آپ کون ہوتے ہیں باری مقرر کرنے والے؟ ہم آپ کی باری نہیں مانتے۔ اس طرح تو ہمارے جانور پیاسے رہ جاتے ہیں فَعَقَرُوْهَا پس کاٹ دیں اُنھوں نے اونٹنی کی ٹانگیں، قدار بن ثعلب نے۔ اونٹنی بڑبڑائی تو حضرت صالح علیہ السلام روتے ہوئے باہر تشریف لائے کہ اب قوم پر عذاب آنے والا ہے جو ٹلے گا نہیں فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ پس اُلٹ دیا اُن پر اُن کے رب نے عذاب بِذَنْۢبِهِمْ ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاکت ڈال دی فَسَوّٰىهَا پھر برابر کر دیا سزا کو سب پر۔ کوئی شخص بھی اس عذاب سے نہ بچ سکا۔ وہ عذاب کیا تھا؟

سورۃ الحجر میں ہے فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ "پس پکڑا اُن کو خوف ناک آواز نے اس حال میں کہ وہ صبح کے وقت میں تھے۔" حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایسی ڈراؤنی آواز نکالی کہ سب کے کلیجے پھٹ گئے۔ رجفہ کا لفظ بھی آیا ہے کہ ایسا زلزلہ آیا کہ ان کے سر دیواروں کے ساتھ ٹکراتے تھے۔ حالانکہ اُنھوں نے چٹانیں تراش کر مکان

بنائے ہوئے تھے کہ زلزلے کی وجہ سے گریں نہ۔ لیکن رب تعالیٰ کے زلزلے سے کون بچائے؟ ایسا زلزلہ آیا کہ کسی کا سر وہاں لگ رہا ہے اور کسی کا یہاں لگ رہا ہے۔ اور حضرت جبریل علیہ السلام نے چیخ ماری سب ختم ہو گئے ایک بھی زندہ نہ بچا وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا اور نہیں ڈرتا اللہ تعالیٰ اس کے انجام سے۔ دنیا میں جتنی بھی کوئی مضبوط حکومت ہو جب وہ پبلک کے خلاف کوئی قانون پاس کرتے ہیں تو خوف کرتے ہیں کہ لوگ احتجاج کریں گے، جلوس نکالیں گے، ہڑتال کریں گے۔ لیکن رب تعالیٰ کو کسی قوم کی تباہی پر کسی طرح کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اس کا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے۔ رب تعالیٰ اس کے انجام سے نہیں ڈرتا۔

تفسیر

سورۃ اللیل

(مکمل)

آیاتہا ۲۱ | ۹۲ سُوْرَۃُ الَّیْلِ مَکِّیَّۃٌ ۹ | رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَ الَّیْلِ اِذَا یَغْشٰى ۙ﴿۱﴾ وَ النَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۙ﴿۲﴾ وَ مَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَ الْاُنْثٰۤى ۙ﴿۳﴾ اِنَّ سَعْیَكُمْ لَشَتّٰى ؕ﴿۴﴾ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَ اتَّقٰى ۙ﴿۵﴾ وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۙ﴿۶﴾ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰى ؕ﴿۷﴾ وَ اَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَ اسْتَغْنٰى ۙ﴿۸﴾ وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۙ﴿۹﴾ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ؕ﴿۱۰﴾ وَ مَا یُغْنِیْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰى ؕ﴿۱۱﴾ اِنَّ عَلَیْنَا لَلْهُدٰى ۚ﴿۱۲﴾ وَ اِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَ الْاُوْلٰى ﴿۱۳﴾ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ۚ﴿۱۴﴾ لَا یَصْلٰىهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَى ۙ﴿۱۵﴾ الَّذِیْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى ؕ﴿۱۶﴾ وَ سَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۙ﴿۱۷﴾ الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَ مَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى ۙ﴿۱۹﴾ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۚ﴿۲۰﴾ وَ لَسَوْفَ یَرْضٰى ﴿۲۱﴾ ع ۱۷

وَالَّیْلِ قسم ہے رات کی اِذَا یَغْشٰى جب وہ چھا جائے

وَالنَّهَارِ اور قسم ہے دن کی اِذَا تَجَلّٰى جب وہ روشن ہو جائے وَمَا

خَلَقَ الذَّكَرَ اور قسم ہے اس ذات کی جس نے نر پیدا کیا وَالْاُنْثٰى

اور مادہ پیدا کیا اِنَّ سَعْیَكُمْ بے شک تمھاری کوشش لَشَتّٰى

البتہ مختلف ہے فَاَمَّا مَنْ پس بہرحال وہ شخص اَعْطٰی جس نے مال دیا وَاتَّقٰی اور اللہ تعالیٰ سے ڈرا وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی اور اس نے تصدیق کی اچھی بات کی فَسَنُيَسِّرُهٗ پس ہم آسان کردیں گے اس کے لیے لِلْيُسْرٰی آسان دین وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ اور بہرحال وہ شخص جس نے بخل کیا وَاسْتَغْنٰی اور وہ بے پروا رہا وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰی اور جھٹلایا اس نے اچھی بات کو فَسَنُيَسِّرُهٗ پس ہم آسان کردیں گے اس کے لیے لِلْعُسْرٰی تنگ چیز وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اور نہیں کام آئے گا اس کے اس کا مال اِذَا تَرَدّٰی جب وہ گرے گا دوزخ میں اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰی بے شک ہمارے ذمے ہے راہنمائی کرنا وَاِنَّ لَنَا اور بے شک ہمارے لیے ہے لَلْاٰخِرَةَ البتہ آخرت وَالْاُوْلٰی اور دنیا فَاَنْذَرْتُكُمْ پس میں نے تم کو ڈرا دیا ہے نَارًا آگ سے تَلَظّٰی جو شعلے مارتی ہے لَا يَصْلٰىهَآ نہیں داخل ہوگا اس آگ میں اِلَّا مگر الْاَشْقَی جو بدبخت ہے الَّذِيْ كَذَّبَ وہ جس نے جھٹلایا وَتَوَلّٰی اور اعراض کیا وَسَيُجَنَّبُهَا اور عن قریب بچایا جائے گا اس آگ سے الْاَتْقَی جو بڑا پرہیزگار ہے الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ جو دیتا ہے اپنا مال يَتَزَكّٰی کہ نفس کو پاک کرے وَمَا لِاَحَدٍ اور نہیں ہے کسی کا عِنْدَهٗ اس کے ہاں

مِنْ نِّعْمَةٍ کوئی احسان تُجْزٰٓى جس کا بدلہ دیا جائے اِلَّا مگر ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ چاہتے ہوئے اپنے رب کی رضا الْاَعْلٰى جو بلند و برتر ہے وَلَسَوْفَ يَرْضٰى اور عنقریب وہ اس سے راضی ہو جائے گا۔

نام اور کوائف:

اس سورت کا نام سورۃ الیل ہے۔ پہلی آیت کریمہ ہی میں لیل کا لفظ موجود ہے جس سے اس سورت کا نام لیا گیا ہے۔ یہ ابتدائی سورتوں میں سے ہے اس سے پہلے آٹھ ۸۰ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ نزول کے اعتبار سے اس کا نواں ۹۰ نمبر ہے۔ اس کا ایک رکوع اور اکیس ۲۱ آیات ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَالَّيْلِ۔ واو قسمیہ ہے۔ قسم ہے رات کی اِذَا يَغْشٰى جب وہ چھا جائے۔ جب رات کا اندھیرا چھا جائے تو تاریکی ہوتی ہے وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى اور قسم ہے دن کی جب وہ روشن ہو جائے۔ دن جب روشن ہوتا ہے تو سفید، سیاہ رنگ کی ہر چیز نظر آتی ہے۔ رات کی تاریکی میں کچھ نظر نہیں آتا باوجود آنکھ کے صحیح ہونے کے۔ اور دن کو ہر چیز اپنی اصل شکل میں نظر آتی ہے وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى اور قسم ہے اس ذات کی جس نے پیدا کیا نر کو اور مادہ کو۔ پروردگار نے مرد پیدا کیے، عورتیں پیدا کیں اور ان کے ذریعے نسل انسانی کو چلایا اور جس وقت تک دنیا قائم رہے گی یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔

فرمایا اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى۔ شَتّٰى شَتِيْتٌ کی جمع ہے جس طرح

مرضٰی مریضٌ کی جمع ہے۔اس کا معنٰی ہے متفرق ہونا۔معنٰی ہوگا بے شک تمھاری کوشش البتہ مختلف ہے۔ جیسے دن رات میں فرق ہے، نر مادہ میں فرق ہے، اسی طرح تمھارے عملوں میں بھی فرق ہونا چاہیے۔نیک عمل اور ہے، بدعمل اور ہے، شرک اور ہے، توحید اور ہے، سنت اور بدعت میں فرق ہے۔حق اور ہے، باطل اور ہے، سچ اور ہے، جھوٹ اور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دن رات اور نر اور مادہ کے اختلاف کو پیش کر کے عمل کے اختلاف کی طرف راہ نمائی فرمائی ہے کہ عمل بھی مختلف ہے۔

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی پس بہرحال وہ شخص جس نے دیا مال۔(اس آیت کا اول مصداق مفسرین کے نزدیک ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر قیامت تک کے اَعْطٰی وَاتَّقٰی اس میں شامل ہیں۔ کیوں کہ شان نزول پر چیز بند نہیں ہوتی۔) زکوٰۃ ادا کی، فطرانہ دیا، عشر دیا۔ جو حقوق مالیہ ہیں حقوق اللہ ہیں یا حقوق العباد ہیں، ادا کیے وَاتَّقٰی اور ڈرتا رہا اللہ تعالیٰ کی گرفت سے، اللہ تعالیٰ کے عذاب سے وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی اور اس نے تصدیق کی اچھی بات کی۔کلمہ طیبہ کی، اسلام کی، شریعت کی، قرآن کی، دین حق کی تصدیق کی فَسَنُیَسِّرُهٗ پس ہم آسان کر دیں گے اس کے لیے لِلْیُسْرٰی آسان دین۔یسریٰ سے مراد شریعت ہے۔شریعت پر چلنا آسان کر دیں گے۔اللہ تعالیٰ نے کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ کا مکلف نہیں بنایا۔

اور یسریٰ سے مراد جنت بھی ہے۔تو معنٰی ہوگا ہم اس کے لیے آسان کر دیں گے جنت تک پہنچنا۔جنت کو یسریٰ اس لیے کہتے ہیں کہ وہاں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہے۔ دنیا میں تو محنت کر کے کھانا ہے، گرمی سردی برداشت کرنی ہے، چور، ڈاکو کا ڈر بھی ہے، عزت پر حملے کا خوف بھی ہے، بیماریاں بھی ہیں۔وہاں ان میں سے کوئی شے نہیں ہے۔

اس کا نام ہی دار السلام ہے خوش نصیب ہوگا جو جنت میں داخل ہو جائے گا۔ وہ ابداً آباد کی زندگی اور مزے کی جس کو آج ہم نہیں سمجھ سکتے۔ جہاں ہر خواہش پوری ہوگی۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک دیہاتی آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا حضرت! جنت میں کاشت کاری کی اجازت ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں کاشت کاری کی کیا ضرورت ہوگی سب کچھ تیار مل جائے گا۔ کہنے لگا حضرت! اگر کوئی کرنا چاہے تو پھر۔ فرمایا ہاں! اجازت مل جائے گی کھڑے کھڑے بیج ڈالے گا اس کے سامنے اُگیں گے، بڑھیں گے، پک جائیں گے، کاٹے جائیں گے، ڈھیر لگ جائے گا۔ ایک منٹ میں سارا کچھ ہو جائے گا۔

سورۃ الفرقان میں ہے لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ "ان کے لیے جنت میں وہ ہوگا جو وہ چاہیں گے۔" اگر کوئی کہیں اُڑ کے جانا چاہے گا تو اُسے اُڑنے کی توفیق مل جائے گی۔ اگر کوئی چاہے گا کہ یہ اُڑتا ہوا پرندہ میری خوراک بن جائے تو اُسی وقت بھنا ہوا رکابی میں سامنے پڑا ہوگا۔ جنتی جو چاہیں گے اللہ تعالیٰ اُن کی مرادیں پوری کرے گا۔

وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ اور بہرحال جس نے بخل کیا اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال میں۔ جہاں خرچ کرنا تھا نہیں کیا یا جتنی مقدار میں خرچ کرنا تھا نہیں کیا وَاسْتَغْنٰى اور بے پروا رہا حق سے وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى اور جھٹلایا اس نے اچھی بات کو۔ کلمہ توحید کو، اسلام کو، دین کو، حق کو جھٹلایا فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى پس ہم آسان کر دیں گے اس کے لیے تنگ چیز کو۔ (ان آیات کے اولین مصداق مفسرین کے نزدیک ابوجہل، عاص بن وائل، امیہ بن خلف، نضر بن حارث وغیرہ ہیں۔ پھر قیامت تک اس مد کے لوگ اسی میں شامل ہیں کہ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰى کے لیے تنگی کو آسان کریں گے۔)

تنگ چیز سے مراد دوزخ ہے۔ اس کو دوزخ والے کام آسان لگیں گے۔ دوزخیوں والے کام کرے گا وہ اس کو دوزخ میں پہنچا دیں گے۔

مثلاً: چوری، ڈاکا کوئی آسان کام تو نہیں ہیں۔ جاگنا ہے، اِدھر اُدھر دیکھنا ہے، لوگوں کا خطرہ، پولیس کا خطرہ۔ ان خطرات کے باوجود ان لوگوں کے لیے یہ کام آسان ہیں رات کو سونا ان کے لیے مشکل ہے چلنا بھاگنا ان کے لیے آسان ہے۔ کیوں کہ انھوں نے حق کی تصدیق نہیں کی۔ وہ اس طرف چل پڑے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے یہ راستہ آسان کر دیا۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ضابطہ ہے نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی ﴿سورۃ النساء: ۱۱۵﴾ "ہم اس کو پھیر دیں گے اسی طرف جس طرف اس نے رخ کیا۔" جس طرف کوئی جانا چاہتا ہے اسی طرف ہم اس کو چلا دیتے ہیں۔ کوئی نیک کام کی طرف چلنا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو نیکی کی توفیق دے دیتے ہیں۔ بُرے کام کی طرف چلنا چاہتا ہے تو اس کی توفیق دے دیتے ہیں۔ یہ دنیا دارالتکلیف ہے اور دارالعمل ہے۔ جو کوئی اچھا بُرا کرنا چاہے کرتا رہے۔ آخرت دارالجزاء ہے وہاں اس کو کیے کا بدلہ مل جائے گا۔

وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اور نہیں کفایت کرے گا اس کو اس کا مال۔ اس کے کام نہیں آئے گا اِذَا تَرَدّٰی جب وہ گرے گا دوزخ میں۔ تَرَدّٰی کا معنیٰ ہے بلندی سے نیچے گرنا۔ پل صراط دوزخ کے اوپر بچھا ہوا ہے۔ جونہی ایک قدم رکھ کر اُٹھائے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نیچے گر پڑے گا۔ پھر وہیں اس کے ٹکڑے جوڑ کر چنگا بھلا انسان بنا کر کھڑا کر دیا جائے گا۔ ہوش و حواس ٹھیک ہوں گے تکلیف محسوس کرے گا۔

جہنمی ایک دوسرے کو پہچانیں گے بھی يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ﴿یونس: ۴۵﴾ "ایک دوسرے کو پہچانیں گے۔" میدان محشر میں بھی ایک دوسرے کو پہچانیں گے کہ یہ فلاں

صاحب ہے یہ فلاں صاحب ہے۔ جنت میں بھی ایک دوسرے کی شناخت ہوگی اور دوزخ میں بھی ایک دوسرے کی شناخت ہوگی اور ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑا بھی کریں گے۔ جن لوگوں نے گمراہ کیا ان کے پیروکار ان کے پیچھے پڑ جائیں گے کہ تم نے ہمیں گمراہ کیا اب تم ہمیں اس سزا سے چھڑاؤ۔ وہ کہیں گے کہ ہم نے تمھارے ساتھ کوئی جبر تو نہیں کیا تم ہماری بات نہ مانتے۔ یہاں تک کہ گمراہوں کا بڑا پیر شیطان ہے۔ یہ لوگ اس کے پاس جائیں گے اور کہیں گے کہ تو ہمیں سبز باغ دکھاتا تھا آج ہماری کوئی مدد کر، کوئی نسخہ بتلا کہ جس کے ذریعے ہم دوزخ سے نکل جائیں۔

سورۃ ابراہیم میں ہے ابلیس لعین کہے گا فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ "مجھے ملامت نہ کرو اپنے آپ کو ملامت کرو میرا تم پر کوئی جبر تو نہ تھا اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ میں نے تم کو دعوت دی تم نے قبول کر لی، نہ قبول کرتے۔" اور یہ بھی کہے گا اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ "بے شک میں نے انکار کیا اس چیز کا کہ تم نے مجھے شریک بنایا اس سے پہلے۔" اور میرے کفر کے ذمہ دار بھی تم ہو۔ لہٰذا ایسا ہونا چاہیے۔ بھائی! اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے اس کے ساتھ سوچو غور و فکر کرو حق کو حق کہو، باطل کو باطل کہو۔ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے تمھیں نہ مال بچائے گا نہ اولاد بچائے گی صرف ایمان عمل صالح، حق کو قبول کرنا دوزخ کے بچانے کے سبب ہیں۔

فرمایا اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى بے شک ہمارے ذمہ ہے راہنمائی کرنا۔ ہم نے عقل دی، پیغمبر بھیجے، کتابیں نازل فرمائیں، حق کی آواز بلند کرنے والے بھیجے، راہ نمائی کے پورے اسباب مہیا کیے وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى اور بے شک ہمارے لیے ہے البتہ آخرت اور دنیا۔ دنیا کے مالک بھی ہم ہیں اور آخرت کے مالک بھی ہم ہیں۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں اے بندو! فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى پس میں نے تم کو ڈرا دیا ہے آگ سے جو شعلے مارنے والی ہے لَا یَصْلٰهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَى نہیں داخل ہوگا اس آگ میں مگر جو بد بخت ہے۔ دوزخ میں بد بخت ہی جائے گا الَّذِیْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى وہ جس نے جھٹلایا حق کو اور اعراض کیا عمل سے وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى اور عن قریب بچایا جائے گا اس بھڑکتی ہوئی آگ سے جو بڑا پرہیزگار ہے الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰى جو دیتا ہے اپنا مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں کہ پاک کرے اپنے نفس کو بخل سے، غریبوں کے حق سے۔

الْاَتْقَى کا مصداق حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں :

تفسیروں میں آتا ہے کہ یہ آیات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بڑے مال دار تھے۔ جن غلاموں اور لونڈیوں کو ایمان کی وجہ سے ظلم و تشدد کا نشانہ بنایا جاتا تھا انہیں خرید کر آزاد کرا دیتے تھے۔ حضرت بلال بن رباح حبشی رضی اللہ عنہ امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ یہ قریش کا بڑا آدمی تھا۔ بڑا تلخ مزاج اور بڑا ظالم آدمی تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اس نے بڑی تکلیفیں دی ہیں۔ کبھی ان کو دھوپ میں کھڑا کر دیتا اور خود سائے میں سو جاتا اور کہتا خبردار! اگر یہاں سے اِدھر اُدھر ہوا۔ کبھی قمیص اتروا کر گرم ریت پر لٹا دیتا۔ یہ بے چارہ غلام تھا سب کچھ برداشت کرتا۔ اگر کبھی قیل و قال کرتا تو اتنا مارتا تھا کہ بے چارہ حرکت نہیں کر سکتا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اس بے چارے پر بڑا ظلم ہو رہا ہے۔ اس کے پاس گئے کہ اس کو میرے آگے بیچ دے۔ اس نے اتنی قیمت بتلائی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کو خرید نہ سکیں سن کر ڈر جائیں۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گھر

آئے جھاڑ و پھیر کر ساری رقم اکٹھی کر کے دے دی اور آزاد کر دیا۔ بلکہ بعض کتابوں میں آتا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کرتے کا بٹن گر گیا تو قمیص کو کانٹے کے ساتھ جوڑا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا کانٹے کے ساتھ جوڑا ہے بٹن لگا لیتے۔ تو کہنے لگے حضرت سارے پیسے اکٹھے کر کے بلال کو خریدا ہے بٹن کے پیسے بھی نہیں بچے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ مال خرچ کرتا تھا تزکیہ حاصل کرنے کے لیے وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى اور نہیں ہے کسی کا اس کے ہاں احسان جس کا بدلہ دیا جائے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر کسی کا احسان نہیں تھا کہ جس کا وہ بدلہ دے رہے تھے اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى مگر چاہتے ہوئے اپنے رب کی رضا جو بلند و برتر ہے۔ اُنھوں نے بلند رب کی رضا حاصل کرنے کے لیے سب کچھ کیا کہ بلال وغیرہ غلام ایمان لا چکے تھے اس لیے خرید کر آزاد کیا کہ کھل کر عبادت کر سکیں۔ تو رب تعالیٰ کا وعدہ ہے وَلَسَوْفَ يَرْضٰى اور عن قریب اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائے گا۔

اور یہ معنیٰ بھی ہے کہ مال خرچ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ آخرت میں اس قدر انعام واکرام فرمائیں گے کہ وہ راضی ہو جائے گا۔ یہ معنیٰ اس وقت ہوگا جب يَرْضٰى کی ضمیر کا مرجع اتقٰی ہو کہ اتقٰی کو اللہ تعالیٰ اس کے ایثار کا اتنا بدلہ دے گا کہ وہ راضی ہو جائے گا۔

17

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُورَۃُ الضُّحٰی

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتہا ۱۱ ۹۳ سورۃ الضحیٰ مکیۃ ۱۱ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَالضُّحٰى ۙ﴿۱﴾ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰى ۙ﴿۲﴾ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ؕ﴿۳﴾ وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ؕ﴿۴﴾ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ؕ﴿۵﴾ اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰى ۪﴿۶﴾ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۪﴿۷﴾ وَوَجَدَكَ عَآىِٕلًا فَاَغْنٰى ؕ﴿۸﴾ فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ ؕ﴿۹﴾ وَاَمَّا السَّآىِٕلَ فَلَا تَنْهَرْ ؕ﴿۱۰﴾ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿۱۱﴾ ع

وَالضُّحٰی (واو قسمیہ ہے معنیٰ ہے) قسم ہے چاشت کے وقت کی وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی اور قسم ہے رات کی جب چھا جائے مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ نہیں چھوڑا آپ کو آپ کے رب نے وَمَا قَلٰی اور نہ ہی دشمنی کی ہے وَلَلْاٰخِرَۃُ اور البتہ آخرت خَیْرٌ لَّکَ بہتر ہے آپ کے لیے مِنَ الْاُوْلٰی دنیا سے وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ اور عن قریب آپ کا رب آپ کو دے گا فَتَرْضٰی کہ آپ راضی ہو جائیں گے اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا کیا نہیں پایا اس نے آپ کو یتیم فَاٰوٰی پس اس نے ٹھکانا دیا وَوَجَدَکَ ضَآلًّا اور پایا آپ کو بے خبر فَھَدٰی پس آپ کی راہ نمائی کی وَوَجَدَکَ عَآئِلًا اور پایا آپ کو

مفلس فَاَغْنٰی پس اس نے غنی کر دیا فَاَمَّا الْيَتِيْمَ پس بہرحال یتیم پر فَلَا تَقْهَرْ پس نہ قہر کر وَاَمَّا السَّآئِلَ بہرحال سائل کو فَلَا تَنْهَرْ پس نہ جھڑک وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ اور بہرحال اپنے رب کی نعمت کو فَحَدِّثْ پس بیان کرو۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ الضحیٰ ہے۔ضحیٰ کا لفظ پہلی ہی آیت کریمہ میں موجود ہے جس سے اس سورت کا نام لیا گیا ہے۔ یہ سورت ابتدائی سورتوں میں سے ہے اس سے پہلے دس سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔نزول کے اعتبار سے اس کا گیارھواں نمبر ہے۔اس کا ایک رکوع اور گیارہ ۱۱ آیتیں ہیں۔

شانِ نزول :

اس سورت کی شان نزول یہ ہے کہ یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تین چیزوں کا سوال کیا۔ایک یہ پوچھا کہ روح کی حقیقت کیا ہے وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ "یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے ہیں روح کے بارے میں کہ روح کی حقیقت کیا ہے؟" دوسرا سوال تھا کہ اصحاب کہف کون لوگ تھے؟ تیسرا سوال تھا کہ ذوالقرنین کون بزرگ تھے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تمھیں کل بتاؤں گا۔زبان سے ان شاء اللہ کہنا بھول گئے۔اس بات کا تو کوئی مسلمان تصور بھی نہیں کر سکتا کہ اللہ تعالیٰ سے معصوم پیغمبر اللہ تعالیٰ سے بے پروا ہوں۔لیکن ظاہری طور پر زبان سے یہ الفاظ نہ کہہ سکے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور قدرت کہ کل کا دن آیا تو یہودیوں نے آکر کہا کہ ہمارے

سوالات کا جواب دو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وحی نازل نہیں ہوئی۔ ایک دن گزرا، دو دن گزرے، تین دن گزرے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں فَتَاَخَّرَ الْوَحْیُ خَمْسَةَ عَشَرَ یَوْمًا "پندرہ دن وحی نازل نہ ہوئی۔" یہودیوں نے پروپیگنڈا کیا کہ کل کا وعدہ تھا جواب دوں گا ابھی اس کا کل نہیں آیا؟ اس کی بات کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکر بھنگڑے ڈالتے کہ کل نہیں آیا۔ کوئی کہتا اس کا کل قیامت والے دن آئے گا۔ مخالف کو تو بات ملنی چاہیے وہ ان کو مل گئی۔ یہود نے تو اس عنوان کے ساتھ مذاق اُڑایا اور قریش مکہ نے کہا کہ اب اس کا رب ناراض ہو گیا ہے اس لیے وحی نہیں آتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چچی جس کا نام عورا اور کنیت ام جمیلہ تھی۔ یہ ابولہب کی بیوی اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی سگی بہن اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی پھوپھی تھی۔ یہ خاندان قدرتی طور پر سخت مزاج تھا۔ خاندانی اثرات لوگوں میں ہوتے ہیں۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آکر کہا کہ وہ تیرا شیطان اب تیرے پاس نہیں آتا وہ تیرا پیچھا چھوڑ گیا ہے قَدْ تَرَکَكَ شَیْطَانُكَ بخاری شریف کی روایت ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے متعلق کہتی تھی وہ تجھے چھوڑ گیا ہے۔ عجیب قسم کا منظر تھا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی۔

وَالضُّحٰی قسم ہے چاشت کے وقت کی۔ واو قسمیہ ہے وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی اور قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے۔ یعنی جب اس کا اندھیرا چھا جائے مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ نہیں چھوڑا آپ کو آپ کے رب نے وَمَا قَلٰی اور نہ ہی دشمنی کی ہے آپ کے رب نے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمتیں ہیں۔ رات بھی ہے دن بھی ہے۔ جیسے رات کی تاریکی کے بعد دن کی روشنی کا آنا فطری بات ہے۔ رات کا اندھیرا ہمیشہ نہیں رہتا دن کا

اُجالا اور روشنی بھی ہے۔ اسی طرح ان لوگوں کے اعتراضات کے اندھیرے کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے ساتھ وحی کی روشنی بھی آئے گی دن چڑھے گا۔ پندرہ دن کے بعد وحی نازل ہوئی۔ فرمایا وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا "اور نہ کہیں آپ کسی شے کے بارے میں کہ میں کرنے والا ہوں اس کو کل اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ مگر یہ کہ چاہے اللہ تعالیٰ۔" ﴿پارہ:۱۵﴾ ان شاء اللہ کے بغیر کل کے بارے میں کوئی بات نہ کرنا۔ کوئی کام بھی رب چاہے گا تو ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے روح کے بارے میں بھی اور اصحاب کہف کے بارے میں بھی اور ذوالقرنین کے متعلق بھی بتایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آگاہ فرمایا۔

وَمَا قَلٰی میں کاف کو حذف کیا گیا ہے۔ اصل میں ہے قَلَاكَ۔ وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی اور البتہ آخرت بہت بہتر ہے آپ کے لیے دنیا سے۔ دنیا عارضی اور فانی شے ہے۔ اب ہے لمحے کے بعد نہیں ہے، آج ہے کل نہیں ہے، صبح ہے شام نہیں ہے۔ اس پر اگر کوئی اعتماد کرے تو نادان ہے۔ آخرت پائیدار ہے نہ ختم ہونے والی زندگی ہے۔

بعض مفسرین کرام رحمہم اللہ یہ معنیٰ کرتے ہیں کہ اب تک جو احکام نازل ہوئے ہیں ان کے بعد جو احکام نازل ہوں گے وہ بہت بہتر ہوں گے۔ اس سورت کا گیارھواں نمبر ہے باقی جو ایک سو تین سورتیں نازل ہوں گی وہ بہت بہتر ہوں گی۔ ان میں بہت کچھ ہوگا وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی اور عن قریب آپ کا رب آپ کو (وہ کچھ) دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سب سے بلند اور عظیم مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا۔ ختم نبوت کی مہر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھوں کے درمیان

لگائی۔ جنت میں سب سے عمدہ اور بہترین کوٹھی کا نام وسیلہ ہے اس سے بڑھ کر کوئی کوٹھی نہیں ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیں گے۔ جس کے لیے ہم اذان کے بعد دعا کرتے ہیں اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ کچھ عطا فرمائیں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راضی ہو جائیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت:

فرمایا اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی کیا نہیں پایا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم پس آپ کو ٹھکانا دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابھی پیدائش بھی نہیں ہوئی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبد اللہ وفات پا گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے والد کو نہیں دیکھا۔ ان کی وفات کے بعد دادا کی تربیت میں تھے چھ سال کی عمر میں مدینہ طیبہ سے جاتے ہوئے ابوا کے مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا۔ کیوں کہ ان کے میکے مدینہ طیبہ میں تھے۔ بنو نجار خاندان میں، خادمہ ام ایمن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساتھ لے کر واپس آئیں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا نے کی۔ آٹھ سال کی عمر میں اور بعض روایات کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک بارہ سال تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا جان نے اٹھاسی ۸۸ سال کی عمر میں وفات پائی اور دنیا سے رخصت ہو گئے۔

آخری وقت میں دادا جان بڑے پریشان تھے کہ نہ ماں ہے نہ باپ کا سایہ سر پر ہے بھائی بھی نہیں ہے۔ بیٹوں کے مزاج سے اور بہوؤں کے مزاج سے بھی واقف تھے۔ بیٹیاں دوسروں کے گھروں میں تھیں۔ مال و دولت بھی نہیں۔ عالم اسباب میں کوئی سہارا نہیں اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا جان وفات کے وقت کافی گھبرائے ہوئے تھے۔

لوگوں نے پوچھا کہ آپ کافی پریشان ہیں؟ کہنے لگے اپنے پوتے کے واسطے پریشان ہوں کہ عالم اسباب میں اس کا کوئی آسرا اور سہارا نہیں ہے۔ بیٹوں میں عبد مناف ابو طالب ظاہری لحاظ سے بڑے شریف الطبع تھے اور بہوؤں میں ان کی بیوی فاطمہ بنت اسد بڑی شریف الطبع بی بی تھی۔ جو بعد میں مسلمان ہوگئی تھی رضی اللہ عنہا۔ مگر یہ مالی لحاظ سے سب سے کمزور تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داداجی نے ان دونوں کو بلایا۔ ایک ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عبد مناف کے ہاتھ میں دیا اور دوسرا ہاتھ اپنی بہو کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا کہ اس کا اللہ تعالیٰ نگران اور محافظ ہے۔ اب یہ بچہ تمھارے سپرد ہے۔ عبدالمطلب کی باقی بہوئیں سخت مزاج تھیں یہ نرم مزاج تھی۔ آٹھ یا بارہ سالہ کی عمر سے لے کر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک پچاس سال کی ہوئی۔ نبوت کے دسویں سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی اور اسی سال ابوطالب نے بھی وفات پائی۔ تاریخ میں اس کا نام عام الحزن ہے یعنی غم والا سال۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں کیا نہیں پایا آپ کو یتیم پھر رب تعالیٰ نے ٹھکانا دیا وَوَجَدَكَ ضَآلًّا اور پایا آپ کو بے خبر فَهَدٰى پس آپ کی راہنمائی کی۔ اکثر مفسرین کرام رحمہم اللہ یہی معنیٰ کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شریعت کے احکام سے بے خبر پایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہنمائی کی۔

سورۃ شوریٰ آیت نمبر ۵۲ میں ہے مَا كُنْتَ تَدْرِىْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِىْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا "آپ نہیں جانتے تھے کیا ہے کتاب اور نہ ایمان لیکن ہم نے بنایا اس کو نور ہدایت۔ دیتے ہیں ہم اس کے ساتھ جس کو چاہیں اپنے بندوں میں سے۔" نہ آپ کتاب جانتے تھے اور نہ ایمان کی تفصیل جانتے تھے۔

نفس ایمان تو پیغمبر کا پیدائشی طور پر ہوتا ہے۔اس کی تفصیل سے آپ بے خبر تھے اللہ تعالیٰ نے اس کی راہ نمائی کی۔

بعض مفسرین کرام رحمہم اللہ یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں لوگوں کی بکریاں چراتے تھے اور بخاری شریف میں روایت ہے کہ دنیا میں کوئی پیغمبر ایسا نہیں گزرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔کسی نے پوچھا حضرت! آپ نے بھی چرائی ہیں؟تو فرمایا كُنْتُ اَرْعٰى لِاَهْلِ مَكَّةَ عَلٰى قَرَارِيْط "میں ٹکے ٹکے پر کے والوں کی بکریاں چراتا تھا۔"سوئے اتفاق سے ایک دفعہ وہ بکریاں دور چلی گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بچے تھے راستہ بھول گئے پہاڑیاں تھیں خیال نہ رہا کدھر جانا ہے؟ رات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر نہ آئے۔دوسرا دن اور رات بھی گزر گئی، تیسرا دن اور رات بھی گزر گئی۔سب کو پریشانی ہوئی۔پھر کیا ہوا؟ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن میں ڈالا کہ وہ پہاڑ ہمارے دائیں طرف ہوتا ہے اور یہ ہمارے بائیں طرف ہوتا ہے۔اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر پہنچا دیا۔

اس زمانے میں انسانوں کی آبادی کم ہوتی تھی جنگلات ہی جنگلات ہوتے تھے بھیڑیئے بکثرت تھے۔یہ بھی گھر والوں کی پریشانی کا سبب تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت فرمائی۔

اور کمالین وغیرہ میں یہ واقعہ بھی لکھا ہے کہ ابو طالب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شام کے سفر میں ساتھ لے گئے۔مکہ میں زمین پتھریلی ہے۔نہ وہاں باغات، نہ زراعت۔وہاں کے لوگ گزران کے لیے دو تجارتی سفر کرتے تھے۔ایک گرمیوں میں اور ایک سردیوں میں۔ گرمیوں میں شام کا سفر اور سردیوں میں یمن کا سفر کرتے تھے اور سال بھر کی روزی

کما لیتے تھے۔ تو شام کے سفر میں ابو طالب آپ ﷺ کو ساتھ لے گئے کہ آپ ﷺ تجارت کا رنگ ڈھنگ جانیں کہ تجارت ایسے کرتے ہیں۔ ایک رات آپ ﷺ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے اور قافلے سے دور ہو گئے۔ شیطان نے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑا اور دور لے گیا۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک بارہ سال تھی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر شیطان کو ایک تھپڑ مارا تو وہ دوڑ گیا۔ اور آپ ﷺ کا رخ مبارک قافلے کی طرف پھیر دیا۔ تو آپ ﷺ قافلے سے گم ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی راہنمائی فرمائی۔

(مرشد مولانا عبدالمجید صاحب جامی جو مدینہ طیبہ میں چالیس سال سے مقیم ہیں اور بڑی مدت قطب الاقطاب حضرت مولانا عبداللہ صاحب بہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں شجاع آباد ملتان میں رہے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت بہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس جملے کی تشریح اس طرح کرتے تھے کہ وَوَجَدَكَ مُشْتَاقًا لِهِدَايَةٍ فَهَدَيْنَاكَ إِلَى تَحْصِيلِهَا "اور پایا ہم نے آپ کو مشتاق ہدایت کے لیے پس ہم نے آپ کی راہنمائی کر دی اس کے حاصل کرنے کی طرف۔" اور دلیل میں سورہ یوسف کی آیت نمبر ۹۵ پیش فرماتے تھے قَالُوْا "یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ بے شک آپ یوسف علیہ السلام کی پرانی محبت میں مبتلا ہیں۔" یہاں ضلال کا ترجمہ محبت ہے۔ از مرتب: محمد نواز بلوچ)

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی اور پایا اللہ تعالیٰ نے آپ کو مفلس، ضرورت مند پس غنی کر دیا۔ آپ ﷺ کی کوئی جائیداد نہیں تھی۔ چچا ابو طالب نے تربیت کی۔ دنیاوی لحاظ سے ایسا بہتر چچا شاید پیدا ہو۔ لیکن آخرت کے اعتبار سے بدقسمت تھا ایمان

نصیب نہیں ہوا۔ اچھا بھلا سمجھتے ہوئے دھڑے بندی کی وجہ سے محروم رہا۔ جب آپ ﷺ کی عمر مبارک پچیس سال کی ہوئی تو عورتوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اگر خدیجۃ الکبریٰ آمادہ ہوجائے تو آپ کے ساتھ نکاح کرادیا جائے۔ کیوں کہ وہ اس سے قبل یکے بعد دیگرے دو خاوندوں سے بیوہ ہوچکی تھیں۔ چنانچہ آپ ﷺ سے بھی رائے لی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جیسے چچا جان اور چچی جان کہیں گے میں منظور کرلوں گا۔

چنانچہ آپ ﷺ کا حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑا مال دیا تھا۔ وہ تجارت کرتی تھیں۔ عالم اسباب میں اللہ تعالیٰ نے یہ سبب پیدا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ پس بہر حال یتیم پر پس قہر نہ کر۔ یہ آپ ﷺ کو خطاب کر کے ہمیں سمجھایا گیا ہے کہ یتیم کے ساتھ زبردستی نہ کرنا۔

سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۵۲ میں ہے وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ "اور نہ قریب جاؤ یتیم کے مال کے۔" اور سورۃ النساء آیت نمبر ۱۰ میں ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا "بے شک وہ لوگ جو یتیموں کا مال زیادتی کے ساتھ کھاتے ہیں بے شک وہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ کھاتے ہیں۔" وہ لقمے نہیں کھا رہے وہ دوزخ کی آگ پیٹ میں ڈال رہے ہیں۔

وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ اور بہر حال سائل کو نہ جھڑک۔ جو صحیح معنیٰ میں سائل ہے اس کو نہ جھڑکو۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں ذرا تفصیل ہے کہ اگر کوئی آدمی واقعی پیشہ ور سائل نہیں ہے اور اچانک کسی مصیبت میں مبتلا ہوگیا ہے تو اس کی امداد کرو۔ لیکن اگر کسی نے مانگنے پر کمر باندھ لی ہے۔ مانگنا اپنا پیشہ بنالیا ہے اس کو تنبیہ کرو کہ

اللہ تعالیٰ نے تجھے صحت دی ہے ہاتھ پاؤں دیئے ہیں کیوں مانگتا ہے؟ خصوصاً چھوٹے بچے اور عورتیں کہ وہ اچھے لوگوں کے پاس بھی جائیں گے اور بُروں کے پاس بھی جائیں گے دن کو بھی جائیں گے اور رات کو بھی جائیں گے۔ ان کے اخلاق خراب ہوں گے، معاشرے میں بُرائی اور خرابی پیدا ہوگی۔ ان کو جھڑک دو کہ تو اچھا بھلا ہے مزدوری کر، محنت کر یہ پیشہ صحیح نہیں ہے بجائے اس کے شریفانہ زندگی بسر کرو۔ مقصد اصلاح ہو تو پھر جھڑکنا صحیح ہے۔ اپنے بخل پر پردہ ڈالنے کے لیے جھڑکتے ہو تو پھر صحیح نہیں ہے بلکہ گناہ ہے۔

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اور بہرحال اپنے رب کی نعمت کو بیان کرو۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کا اظہار شکر ہے۔ ایک شخص میلے لباس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تیرے پاس صابن نہیں ہے کہ کپڑے دھولے۔ تیرے پاس کنگھی نہیں ہے کہ سر کے بالوں میں پھیر لے۔ ابوداؤد شریف کی روایت ہے کہنے لگا حضرت! میرے پاس اتنے غلام ہیں، اتنے اونٹ ہیں، اتنی بکریاں ہیں۔ میں بہت خوش حال بندہ ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا رب تعالیٰ نے تجھے نعمت دی ہے اس کا اثر تیرے بدن پر نظر آنا چاہیے۔

شرعی دائرے میں رہ کر صاف ستھرا لباس پہننا عملی طور پر اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار ہے۔ انسان اپنی حیثیت سے ادنیٰ لباس پہنے بری بات ہے۔ رب تعالیٰ کی نعمت کا اظہار قولاً بھی کرو اور فعلاً بھی کرو۔

تفسیر

سُورَۃُ الشَّرح

(مکمل)

جلد ۲۱

اٰیاتھا ۸ | ۹۴ سُوْرَةُ الْاِنْشِرَاحِ مَكِّيَّةٌ ۱۲ | رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝۱ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝۲ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝۳ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝۴ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝۵ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝۶ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝۷ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝۸ ع ۱۹

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ کیا نہیں ہم نے کھولا آپ کے لیے صَدْرَكَ آپ کا سینہ وَوَضَعْنَا عَنْكَ اور ہم نے اُتار دیا آپ سے وِزْرَكَ آپ کا بوجھ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ وہ جس نے بوجھل کر دیا تھا ظَهْرَكَ آپ کی کمر کو وَرَفَعْنَا لَكَ اور ہم نے بلند کیا آپ کے لیے ذِكْرَكَ آپ کے ذکر کو فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے فَاِذَا فَرَغْتَ پس جب آپ فارغ ہوں فَانْصَبْ تو محنت کریں وَاِلٰى رَبِّكَ اور اپنے رب کی طرف فَارْغَبْ راغب ہو جائیں۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام الم نشرح ہے۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں الم نشرح کا لفظ موجود

ہے۔جس سے یہ نام لیا گیا ہے۔یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔نزول کے اعتبار سے اس کا بارھواں نمبر ہے۔سورۃ ضحیٰ اس سے پہلے نازل ہوئی ہے۔اس کا ایک رکوع اور آٹھ آیتیں ہیں۔

آنحضرت ﷺ کی بعثت کے وقت اہل عرب کی حالت :

آنحضرت ﷺ جس دور میں مبعوث ہوئے اس وقت لوگوں کے عقائد بہت بُرے تھے۔اور اخلاقی اعتبار سے اور رسموں کے اعتبار سے ہر طرف بُرائی ہی بُرائی تھی۔ وہ کعبۃ اللہ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے بنایا تھا اُس میں رب تعالیٰ کی عبادت کے بجائے تین سو ساٹھ بتوں کی عبادت ہوتی تھی۔اور ظلم کی بات یہ ہے کہ خود ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کی پوجا بھی ہوتی تھی۔ ان دونوں بزرگوں کے ساتھ یہود ونصاریٰ کو بھی عقیدت تھی اور مشرکوں کو بھی عقیدت تھی۔ یہ سب کے مشترک بزرگ تھے۔

نجران کے علاقے میں عیسائی تھے۔اُنھوں نے شوشہ چھوڑا کہ ہمارے خاص بزرگوں عیسیٰ علیہ السلام اور مریم علیہا السلام کا کوئی مجسمہ کعبہ میں نہیں ہے۔مکے والوں نے ان کو خوش رکھنے کے لیے ان کے بھی بت رکھ دیے۔یعنی ان تین سو ساٹھ بتوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کا بھی بت تھا اور ان میں ایساف اور نائلہ کا بھی بت تھا۔

ایساف مرد کا نام ہے اور نائلہ عورت کا نام ہے۔زمانہ جاہلیت میں ان کے آپس میں ناجائز تعلقات تھے۔اپنے نفس کی خواہش پوری کرنے کے لیے ان کو کوئی جگہ نہ ملی۔ اُس وقت مخلوق بہت کم ہوتی تھی۔اب تو الحمد للہ! کعبہ ہر وقت آباد رہتا ہے۔اس وقت

آدمی اتنے نہیں ہوتے تھے۔ شام کے وقت لوگ کھانے پینے کے لیے گئے تو ان کو موقع مل گیا۔ اُنھوں نے کعبۃ اللہ کے اندر بدکاری کی، اللہ تعالیٰ کے گھر کی بے حرمتی کی۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو انسانی شکل میں ہی پتھر بنا دیا۔ لوگوں نے عبرت کے لیے ان کے بت بھی نصب کر دیے۔ کچھ عرصہ تک تو لوگ ان کو عبرت کی نگاہ سے دیکھتے رہے لیکن بعد والی نسلوں نے ان کی بھی پوجا شروع کر دی۔ اتنا گند عقیدے کے لحاظ سے تھا کہ وہ گھر جو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے تھا وہاں اس کی عبادت نہیں ہوتی تھی اس کی عبادت کے بجائے دوسروں کی عبادت ہوتی تھی۔

قتل و غارت، ڈاکے عام تھے۔ بلکہ اُس زمانے میں شریف آدمی کو رشتہ ملنا مشکل ہوتا تھا۔ جو رشتہ مانگنے کے لیے آتا تھا اس سے پوچھتے تھے کہ تو نے کتنے ڈاکے ڈالے ہیں اور کتنے آدمی قتل کیے ہیں اور کتنے اغوا کیے ہیں اور کتنے مٹکے شراب کے پیے ہیں؟ جو اس میں نمبر لے جاتا اس کو بغیر قیل و قال کے رشتہ مل جاتا۔ اور جس کے متعلق کہا جاتا کہ بڑا شریف آدمی ہے اس نے کوئی ڈاکا نہیں ڈالا، کسی کو قتل اور اغوا نہیں کیا۔ تو کہتے بھاگ جاؤ کوئی رشتہ نہیں ہے۔ یہ ہماری لڑکی کی کیا حفاظت کرے گا اس کو کیا کھلائے گا؟ کیوں کہ اُن کے ہاں بہادری کا معیار چوری، ڈاکا، قتل اور اغوا ہی تھا۔ اور جو یہ کام نہیں کرتا تھا وہ گھٹیا سمجھا جاتا تھا۔

ایک شاعر بڑی شریف قوم سے تھا جو چوری، ڈاکے، قتل سے گریز کرتی تھی۔ وہ اپنی قوم کی بدخواہی کرتے ہوئے کہتا ہے:

ع كَأَنَّ رَبَّكَ لَمْ يَخْلُقْ بِخَشْيَتِهِ
سواهم مِنْ جَمِيعِ النَّاسِ إِنْسَانَا

"گویا کہ آپ کے رب نے نہیں پیدا کیے اپنے خوف کے لیے سارے انسانوں میں ان کے سوا کوئی انسان۔" یعنی ایسا لگتا ہے کہ رب نے اپنی عبادت کے لیے میری قوم پیدا کر دی ہے نہ چوری، نہ ڈاکا، یہ بھی کوئی آدمی ہیں۔ یوں سمجھو کہ شریف ہونا عیب سمجھا جاتا تھا۔

تو ایسے ماحول میں جہاں عقائد درست نہ ہوں اخلاق خراب ہوں اور خراب ہی خراب ہوں اور ساتھ دینے والا ایک آدمی بھی نہ ہو ایسے موقع پر حق بیان کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ سارے عرب مخالف،، یہودی مخالف، مشرک مخالف، عیسائی مخالف، قریبی رشتہ دار مخالف، دور والے مخالف، اندر والے مخالف، باہر والے مخالف۔ اور پروگرام ایسا ہے جو ہر ایک کو گولی کی طرح لگتا ہے، رب تعالیٰ کی توحید۔

سورۃ الصّٰفّٰت آیت نمبر ۳۵ پارہ ۲۳ میں ہے اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ "بے شک یہ لوگ کہ جب ان کے سامنے کہا جاتا تھا لا الٰہ الا اللہ تو تکبر کرتے تھے۔" اور سورۃ ص آیت نمبر ۵ پارہ ۲۳ میں ہے اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ "کیا کر دیا ہے اس نے تمام معبودوں کو ایک ہی معبود بے شک یہ ایک عجیب چیز ہے۔"

سب معبودوں کا انکار کر کے کہتا ہے ایک ہی مشکل کشا ہے، ایک ہی حاجت روا ہے۔ یہ بات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ تو ایسے ماحول میں حق بیان کرنا سخت مشکل ہے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ کیا ہم نے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا۔ اتنا بھاری کام آپ کے سپرد کیا اور ہمت دی کہ شرح صدر ہو گیا کہ ان شاء اللہ یہ کام کرنا ہے اور یہ ہو کر رہے گا۔ نہ توحید کا مسئلہ مشکل نظر آیا، نہ قیامت کا بیان کرنا

اور ان کے جتنے غلط عقائد تھے ان کو احسن طریقے سے رد کیا اور حق کی دعوت دی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سینہ مبارک ایسا کھولا کہ نہ اس میں کوئی لالچ تھا اور نہ کسی قسم کا کوئی خوف تھا۔

حسی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا چار مرتبہ شق صدر ہوا:

یہ شرح صدر تو باطنی طور پر تھا اور ظاہری طور پر بھی شرح صدر کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک جب تقریباً چار سال کی تھی اور حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے۔ ان کی بیٹی تھی شیماء رضی اللہ عنہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے ساتھ تھے اور بھیڑ بکریاں چرا رہے تھے۔ گھر سے کچھ فاصلے پر تھے کہ دو آدمی سفید لباس میں آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لٹا کر چھاتی کو چاک کیا۔ یہ شق صدر ہوا۔ شیماء رضی اللہ عنہا دوڑتی ہوئی گئیں کہ امی جان! امی جان! بھائی کو کوئی مار گیا ہے۔ آدمی آئے ہیں اُنھوں نے اس کا پیٹ چاک کر دیا ہے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا آئیں تو وہاں کوئی آدمی نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی چھاتی دیکھی تو معمولی سا نشان تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پریشان تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سینے سے ساتھ لگایا، پیار کیا۔ اس کے بعد پھر پیچھے پیغام کہ تمھارا کوئی دشمن ہے جس نے یہ کارروائی کی ہے۔ حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے تھے جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سینہ چاک کیا اور وہ مواد صاف کر دیا کہ جس سے بچوں کا میلان کھیل کود کی طرف ہوتا ہے۔

دوسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سینہ چاک کیا گیا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جوان ہوئے اور جوانی میں جو طبعی خیالات ہوتے ہیں ان سے پاک کر دیا گیا۔

تیسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سینہ چاک کیا گیا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم غار حرا کے سامنے جبلِ نور کی چوٹی پر تھے جس پر آج کل اُنھوں نے چونا لگایا ہوا ہے۔ (آج کل

اس جگہ کھو کھے بنا کر دکانیں بنائی ہوئی ہیں۔مرتب) سینہ چاک کر کے اس میں کچھ چیزیں رکھ دی گئیں تا کہ آپ ﷺ نبوت کا بوجھ برداشت کر سکیں۔

چوتھی مرتبہ آپ ﷺ کا سینہ چاک کیا گیا جب آپ ﷺ کو معراج کرایا گیا۔بخاری شریف کی روایت ہے کہ آپ ﷺ حضرت ام ہانی کے گھر تھے۔ام ہانی کا گھر حجر اسود سے ایک سو ستر قدم کے فاصلے پر جنوب مشرق کی طرف تھا۔اب وہ مسجد حرام کے اندر آ گیا ہے۔اُسی طرف باب ام ہانی بھی ہے۔دروازے کے اندر اور باہر دونوں طرف لکھا ہوا ہے"باب اُم ہانی"۔

آپ ﷺ کے ایک طرف حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ لیٹے ہوئے تھے اور دوسری طرف حضرت عقیل رضی اللہ عنہ اور آپ ﷺ درمیان میں تھے۔تین فرشتے آئے ان میں ایک جبرئیل علیہ السلام تھے۔آپس میں گفتگو کی کہ ہمارا مطلوب جس کو ہم نے لے کر جانا ہے کون ہے؟ دوسرے نے کہا اَوْسَطُهُمْ وَهُوَ خَيْرُهُمْ "ان کے درمیان میں جو ہے اور وہ سب سے بہتر ہے۔" وہ ہمارا مطلوب ہے۔آپ ﷺ کو آہستہ سے اُٹھایا، چھت پھاڑی اور لے گئے۔چھت پھر مل گئی ایسے کہ جیسے چھت کو کسی نے چھیڑا ہی نہیں۔اور حطیم میں آپ ﷺ کو لٹایا گیا اور آپ ﷺ کا سینہ مبارک چاک کیا گیا۔اسے آب زم زم سے دھویا گیا۔پھر سونے کا ایک طشت لایا گیا جس میں علم وحکمت تھی۔اس سے آپ ﷺ کے سینے کو بھر دیا گیا۔

یہ حسی طور پر چار دفعہ آپ ﷺ کا شق صدر ہوا مگر آپ ﷺ کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔حالانکہ عموماً جتنے آپریشن ہوتے ہیں ان کے بعد آدمی کچھ دن ہل جل نہیں سکتا چاہے آپریشن کتنے ہی کامیاب کیوں نہ ہوں۔لیکن رب تعالیٰ کا آپریشن تو رب

تعالیٰ کا آپریشن تھا وہ فوری طور پر صاف ہو جاتا تھا۔

فرمایا وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ اور ہم نے اُتار دیا آپ سے آپ کا بوجھ۔ یعنی جو کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھاری نظر آتا تھا ہم نے آسان کر دیا۔ عالم اسباب میں اس کی یہ صورت بنی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ جیسے مخلص اور جانباز ساتھی عطا فرمائے جو جان پر کھیل کر بھی حق کی آواز بلند کرنے والے تھے۔ باطنی طور پر اللہ تعالیٰ نے اندر قوت عطا فرمائی اور ظاہری طور پر ایسے مخلص ساتھی عطا فرمائے کہ دنیا میں اُن کی نظیر نہیں ملتی۔

تو فرمایا اور ہم نے اُتارا آپ سے آپ کا بوجھ الَّذِيْ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ جس نے بوجھل کر دیا تھا آپ کی پشت کو۔ وزنی چیز آدمی اُٹھائے تو کمر کو تکلیف ہوتی ہے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ اور ہم نے بلند کر دیا آپ کے لیے آپ کے ذکر کو۔ کلمے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، اذان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم روضہ اقدس میں آرام فرما رہے ہیں اور پوری دنیا میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بلند ہو رہا ہے، ہر وقت گونج رہا ہے۔ مرتب)

التحیات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے چاہے فرض نماز ہو یا واجب ہو، سنت ہو یا نفل ہو، جمعہ ہو یا عید ہو۔ کوئی ایسی نماز نہیں ہے جس میں التحیات اور درود شریف نہ پڑھا جائے۔ اسی طرح خطبہ میں بھی چاہے جمعہ کا ہو یا عید کا ہو یا نکاح کا ہو اس میں باقاعدہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام آتا ہے۔ اور جو مقرر تقریر کرتا ہے سنت کے مطابق اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی شہادت بھی ہوتی ہے۔ پہلی کتابوں میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لکھا ہوا تھا اَلَّذِیْ یَجِدُوْنَہٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَھُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ ﴿الاعراف:۱۵۷﴾ "وہ جس کو وہ پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجیل میں۔" تمام کتابوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام۔

فرمایا آپ پریشان نہ ہوں فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا پس بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ضابطہ بیان فرمایا ہے کہ ہمیشہ تکلیف نہیں رہتی تکلیف کے بعد راحت بھی آتی ہے اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔ عربی گرائمر کا ضابطہ ہے کہ جس لفظ پر الف لام آئے اس کو معرفہ کہتے ہیں اور جس اسم پر الف لام نہ ہو نکرہ ہوتا ہے۔ اَلْعُسْرِ معرفہ ہے اور یسر نکرہ ہے۔ دوسرا ضابطہ یہ ہے کہ معرفہ دوبارہ آئے تو بھی پہلا ہی ہوتا ہے اور نکرہ دوبارہ آئے تو دوسرا ہوتا ہے۔ اب مطلب یہ بنے گا کہ تنگی ایک ہوگی آسانیاں دو ہوں گی۔ مگر انسان بڑا ناشکرا ہے۔ تنگی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اور جب راحت آتی ہے تو اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے۔ ظفر مرحوم جو مغلیہ خاندان کا آخری بادشاہ تھا اس کا شعر ہے:

ع ظفر آدمی اس کو نہ جانیے گا ہو وہ کیسا ہی فہم و ذکا
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

عیش میں جو خدا کو بھول جائے اور طیش میں رب کے خوف سے بے نیاز ہو جائے وہ آدمی کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔

فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کا ثبوت :

فرمایا فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ پس جب آپ فارغ ہوں تو محنت کریں۔ اکثر مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم اس کا یہ مفہوم بیان فرماتے ہیں کہ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوں تو دعا کریں۔ احادیث میں جن اوقات میں دعاؤں کے قبول ہونے کا ذکر ہے اُن میں سے ایک بعد الصلوٰۃ المکتوبہ ہے کہ فرض نماز کے بعد دعا قبول ہوتی ہے۔ ترمذی شریف کی روایت ہے سحری کے وقت میں خاص طور پر دعاؤں میں قبولیت پائی جاتی ہے۔ فرض نماز کے بعد اجتماعی شکل میں ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا صحیح سنت سے ثابت ہے۔ کچھ غیر مقلد شور مچاتے ہیں لیکن ان کے بزرگوں کے فتوے ہیں کہ فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا جائز ہے، احادیث سے ثابت ہے۔ اگر کوئی ضد کرے تو اس کا جواب نہیں ہے۔

بعض اس کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ جب تبلیغ سے فارغ ہو تو دعا کرو۔ تبلیغ دین بہت اونچا مقام ہے۔ پیغمبروں والا کام ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ کسی بھی نیکی اور عبادت کے بعد دعا کرے گا تو قبول ہوگی۔

بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ جب جہاد سے فارغ ہوں تو دعا کریں۔ لیکن جہاد تو مکہ مکرمہ میں نہیں ہوا وہ تو مدینہ طیبہ میں فرض ہوا ہے۔ اس لیے پہلی تفسیریں صحیح ہیں کہ فرض نماز کے بعد دعا، سحری کے وقت دعا، تبلیغ کے بعد دعا، نہایت عاجزی اور مشقت سے۔

اور فرمایا وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ اور اپنے رب کی طرف راغب ہو جائیں یہی سمجھ کر کہ وہی دینے والا ہے، وہی داتا ہے اور کوئی داتا نہیں ہے۔ وہی حاجت روا اور

مشکل کشا ہے، وہی فریادرس ہے، وہی دست گیر ہے اور کوئی نہیں ہے۔ یہ سورت تو چھوٹی سی ہے لیکن اس میں بہت مضامین ہیں۔ اختصار کے ساتھ آپ نے سنے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سُورَۃ التّین

(مکمل)
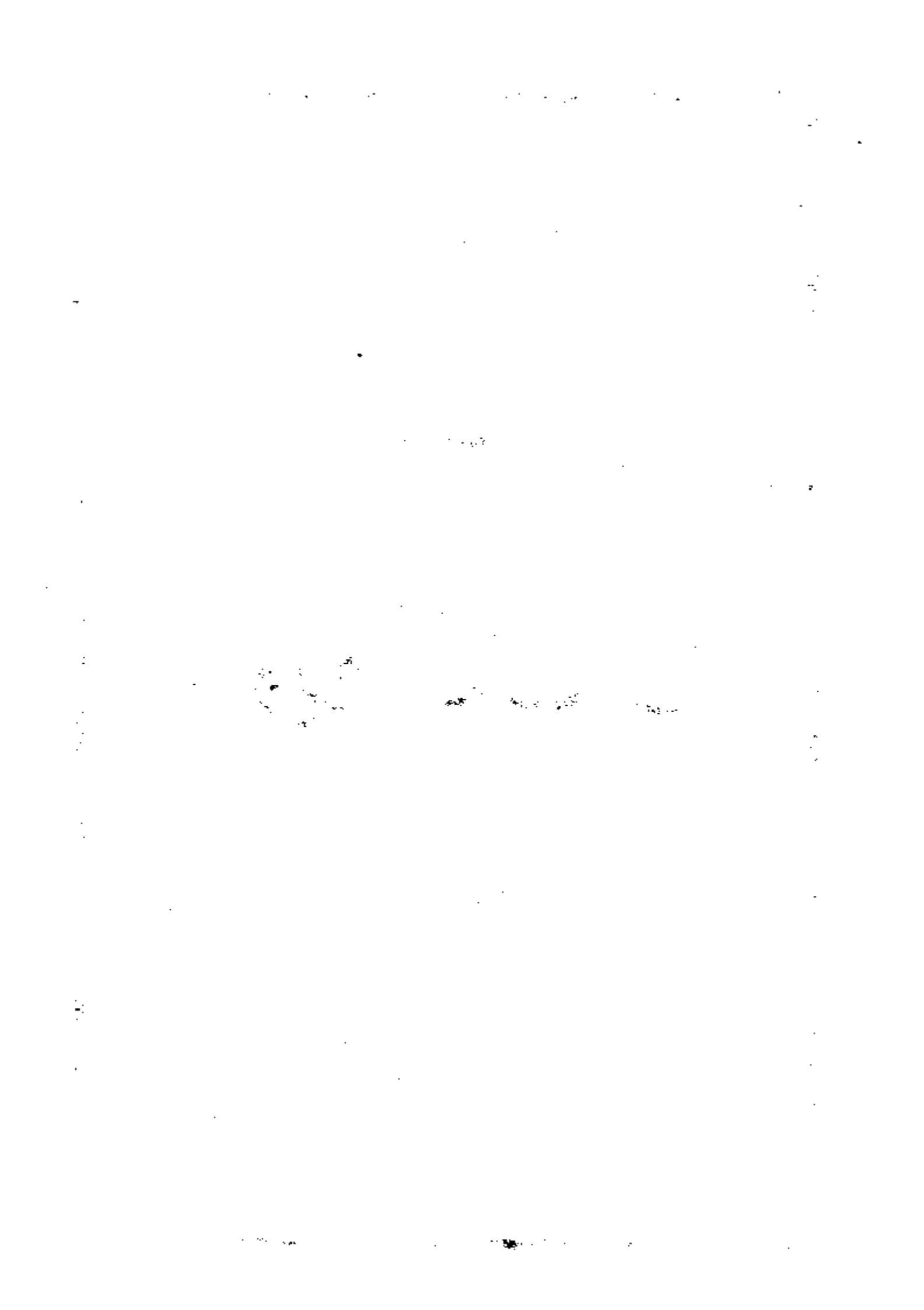
ایاتھا ۸ | ۹۵ سُورَۃُ التِّیْنِ مَکِّیَّۃٌ ۲۸ | رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ ۙ﴿۱﴾ وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ ۙ﴿۲﴾ وَھٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ ۙ﴿۳﴾
لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۫﴿۴﴾ ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ
سٰفِلِیْنَ ۙ﴿۵﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَھُمْ اَجْرٌ
غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ؕ﴿۶﴾ فَمَا یُکَذِّبُکَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ ؕ﴿۷﴾ اَلَیْسَ اللّٰہُ
بِاَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ ۧ﴿۸﴾ ع

وَالتِّیْنِ قسم ہے انجیر کی وَالزَّیْتُوْنِ اور قسم ہے زیتون کی
وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ اور قسم ہے طور سینا کی وَھٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ اور قسم
ہے اس امن والے شہر کی لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیا
انسان کو فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ اچھی ترکیب میں ثُمَّ رَدَدْنٰہُ
پھر ہم نے لوٹایا اس کو اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ نیچوں سے نیچے اِلَّا الَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا مگر وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے
فَلَھُمْ اَجْرٌ پس ان کے لیے اجر ہے غَیْرُ مَمْنُوْنٍ نہ ختم ہونے
والا فَمَا یُکَذِّبُکَ (پس اے انسان) کون سی چیز جھٹلانے پر مجبور
کرتی ہے تجھے بَعْدُ یہ سننے کے بعد بِالدِّیْنِ بدلے کے دن کو

اَلَیْسَ اللّٰہُ کیا نہیں ہے اللہ تعالیٰ بِاَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ سب حاکموں سے اچھا حاکم۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ التین ہے۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں تین کا لفظ موجود ہے۔ جس سے سورت کا نام ماخوذ ہے۔ اس سے پہلے ستائیس ﴿۲۷﴾ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ نزول کے اعتبار سے اس کا اٹھائیسواں ﴿۲۸﴾ نمبر ہے۔ اس کا ایک رکوع اور آٹھ ﴿۸﴾ آیتیں ہیں۔

وَالتِّیْنِ واو قسم کا ہے۔ تین اور زیتون سے کیا مراد ہے؟ بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ شام کے علاقے میں دو پہاڑ ہیں تین اور زیتون۔ یعنی تین اور زیتون پہاڑوں کے نام ہیں۔ ان دو پہاڑوں کی قسم ہے۔ یہ حضرات قرینہ یہ پیش کرتے ہیں کہ طورِ سینین بھی پہاڑ ہے۔ اور بلد امین سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ تو طور بھی جگہ کا نام ہے، بلد امین بھی جگہ کا نام ہے۔ اس مناسبت سے تین سے بھی پہاڑ مراد ہے اور زیتون سے بھی پہاڑ مراد ہے جو جگہ کے نام ہیں۔ لیکن اکثر مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ تین سے انجیر مراد ہے جو کہ پھل ہے۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ نے بہت فائدے رکھے ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ یہ ایسا پھل ہے کہ جس میں گٹھلی نہیں ہے۔ آم، آلو بخارا، خوبانی وغیرہ میں گٹھلی ہوتی ہے۔ طبی نقطہ نگاہ سے اس میں بہت فائدے ہیں۔

انجیر کے فوائد :

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مقام پر اس کے بہت

فائدے لکھے ہیں۔ نمبر ایک بواسیر کا علاج ہے۔ نمبر دو رگوں میں جو فاسد مادے جمع ہو جاتے ہیں انجیر کے ذریعے وہ تحلیل ہو جاتے ہیں۔ بلغمی مادہ جمع ہو جائے تو فالج ہو جاتا ہے۔ اس کو بھی خارج کرتا ہے۔ خون کو صاف کرتا ہے، جوڑوں کے دردوں کے لیے بطور علاج کے استعمال ہوتا ہے۔ یہ تجربے سے ثابت ہے اور دوسرے دردوں کے لیے بھی مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت سے فائدے رکھے ہیں تازہ ہو یا خشک۔

بعض دفعہ ہاتھوں اور پاؤں میں ایسا درد ہوتا ہے کہ ہاتھ پاؤں ٹیڑھے ہو جاتے ہیں جس کو گنٹھیا کہتے ہیں۔ اس کے علاج کے لیے حکیم حضرات مستقل طور پر استعمال کرتے ہیں۔ لیکن آج مصیبت یہ ہے کہ نہ تو لوگوں کے اندر یقین رہا ہے اور نہ اس کی طرف توجہ ہے (ڈاکٹروں کے پیچھے بھاگے پھرتے ہیں۔) حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ان سادہ دیسی علاجوں میں بڑا اثر رکھا ہے۔

زیتون کے فوائد :

اور زیتون درخت ہے جس کے پھل سے تیل نکلتا ہے۔ یہ تیل خوراک کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ طبی نقطۂ نظر سے جانوروں کا گھی جس کو ہم دیسی گھی کہتے ہیں، مفید بھی ہے اور مضر بھی ہے۔ جو لوگ محنت کرتے ہیں، بدن سے کام لیتے ہیں ان کے لیے سونے پر سہاگا ہے۔ اور جو لوگ بدنی کام نہیں کرتے بیٹھے رہتے ہیں ان کے اعصاب کو کمزور کرتا ہے۔ زیتون کے تیل میں رب تعالیٰ نے یہ خاصیت رکھی ہے کہ یہ اعصاب کو تقویت بخشتا ہے۔ معدے میں جو فاسد مادے جمع ہو جاتے ہیں ان کو خارج کرتا ہے۔

(نوٹ: اپنے حکیم اور ڈاکٹر کے مشورے کے بغیر استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ علاقے علاقے کا بڑا فرق ہوتا ہے اور مزاج کا بھی بڑا فرق ہوتا ہے۔ ہمارے معدے

زیادہ گرم شے برداشت نہیں کرتے۔مرتب)

اور زیتون دردوں کے لیے مالش کے طور پر مفید ہے۔ ہمارے ہاں چوں کہ رواج نہیں ہے اور مہنگا بھی ہے اور ہم گھی کھانے کے عادی ہیں اس لیے ہمیں اس کا ذائقہ اچھا نہیں لگتا ورنہ دیسی گھی سے یہ بہت اچھا ہے۔

تو فرمایا وَالتِّيۡنِ قسم ہے انجیر کی وَالزَّيۡتُوۡنِ اور قسم ہے زیتون کی وَطُوۡرِ سِيۡنِيۡنَ اور قسم ہے طورِ سینا کی۔طور وہ پہاڑ ہے جس پر بارہا حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی سے ہم کلام ہوئے۔سینین کے تین معانی مفسرین کرام رحمہم اللہ نے بیان فرمائے ہیں۔

- ..... ایک معنٰی ہے برکت والا۔
- ..... دوسرا معنٰی ہے حَسَنٌ خوب صورت۔طور پہاڑ بڑا خوش نما ہے۔
- ..... تیسرا معنٰی ہے پھلوں والا۔طور پہاڑ پر جو درخت ہیں وہ پھل دار ہیں۔

قرآن کریم میں سینین بھی آیا ہے اور سینا بھی آیا ہے۔دونوں ایک ہی چیز ہیں۔

چار مقامات پر دجال نہیں جاسکے گا:

دجال لعین جب آئے گا تو ساری دنیا میں گھومے گا۔دنیا کا کوئی حصہ اس کے ناپاک قدموں سے محفوظ نہیں رہے گا مگر چار مقامات پر نہیں جاسکے گا۔مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا لیکن اللہ تعالیٰ کے فرشتے راستوں پر کھڑے ہوں گے۔وہ اس کا رخ پھیر دیں گے۔

دوسرا مدینہ منورہ میں داخل ہونے کی انتہائی کوشش کرے گا لیکن فرشتے اس کو

داخل نہیں ہونے دیں گے۔ سڑکوں پر فرشتوں کا سخت پہرہ ہوگا۔ پھر مدینہ منورہ میں زلزلہ آئے گا اور کچھ قسم کے لوگ جو دجال کے مرید ہوں گے وہ باہر چلے جائیں گے۔ اور کچھ قسم کے لوگ حرکت نہیں کریں گے۔ وہ کہیں گے کہ موت تو ہے ہی ہم مدینہ کیوں چھوڑیں۔

تیسرا مقام بیت المقدس ہے۔ ایک پہاڑ ہے جس کا نام صہیون ہے۔ آج کل صحافی اس کو صیہون لکھتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ اصل صہیون ہے بروزن بزون۔ یہ پہاڑ سطح سمندر سے پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر ہے جیسے ہمارا کوہ مری ہے۔ اس پہاڑ پر یہ شہر آباد ہے جسے بیت المقدس کہتے ہیں۔ اور بیت المقدس بھی پڑھا جاتا ہے۔ اس میں مسجد اقصیٰ ہے جس پر اس وقت یہودیوں کا قبضہ ہے۔ ان کا دل چاہے تو مسلمانوں کو جمعہ کی نماز پڑھنے دیتے ہیں نہ چاہے تو نہیں پڑھنے دیتے۔ لیکن اُس وقت اللہ تعالیٰ ایسے حالات اور اسباب پیدا کرے گا کہ بیت المقدس پر مسلمانوں کا کنٹرول ہوگا اور دجال لعین بیت المقدس شہر میں داخل نہیں ہو سکے گا باوجود کوشش کرنے کے۔

اور چوتھا مقام کوہِ طور ہے کہ اس پر چڑھنے کی کوشش کرے گا لیکن توفیق نہیں ہوگی۔ یہ چار مقامات دجال لعین کے ناپاک قدموں سے محفوظ رہیں گے۔ مجمع الزوائد میں یہ روایت صحیح سند کے ساتھ موجود ہے۔

وَهٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِيْنِ اور قسم ہے اس امن والے شہر کی۔ مراد مکہ مکرمہ ہے۔ مکہ مکرمہ جاہلیت اور کفر کے زمانے میں بھی امن کا شہر تھا۔ کافر، مشرک لوگ بھی حرم میں نہیں لڑتے تھے۔ اگر کوئی نادان لڑائی کرتا تو کہتے حرم حرم یعنی حرم کا احترام کر یہاں نہ لڑ۔ اس کے اردگرد سے لوگ اٹھا لیے جاتے تھے وَيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ

﴿العنکبوت: آیت: ۶۷، پارہ: ۲۱﴾ "اور اُچک لیے جاتے ہیں لوگ ارد گرد سے۔" قتل ہوتے، ڈاکے پڑتے لیکن وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ﴿آل عمران: ۹۷﴾ "اور جو شخص اس میں داخل ہو گیا وہ امن والا ہو گیا۔" اس کو پورا امن نصیب ہو گا۔ اس میں اختلاف ہے کہ زمین کے ٹکڑوں میں سب سے اعلیٰ ٹکڑا کون سا ہے؟ لیکن یہ اختلاف زمین کے اُس ٹکڑے کے علاوہ ہے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کا مقام۔ کیوں کہ وہ جگہ عرش سے، لوح سے، قلم سے، بیت اللہ سے، جنت سے بھی افضل ہے۔ کیوں کہ جو ذات وہاں آرام فرما ہے وہ ساری مخلوق سے افضل ہے۔ پھر اس ٹکڑے کے بعد بیت اللہ سب سے افضل ہے۔ اس کا بہت بلند مقام ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں عزت والی چیزیں جن کو شعائر اللہ کہتے ہیں بہت سی ہیں مگر چار اہم ہیں۔ ایک قرآن کہ اس کا احترام اسلام کی بنیاد ہے۔ دوسرا نبی کا وجود۔ تیسرا نماز اور چوتھا کعبۃ اللہ۔ یہ چار چیزیں شعائر اللہ میں معظم ہیں۔

پہلے چار چیزوں کی قسم تھی اب جوابِ قسم ہے۔ فرمایا لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیا انسان کو اچھی ترکیب میں۔ انسان کا بدن دیکھو! اور جانوروں کا بدن دیکھو! انسان کو جیسی قد و قامت اور وضع قطع اللہ تعالیٰ نے دی ہے وہ مخلوق میں اور کسی کو نہیں دی۔ قد دیکھو، ہاتھ پاؤں دیکھو، آنکھیں دیکھو، سوچنے کے لیے دل دیا، سمجھنے کے لیے دماغ دیا، بہت کچھ دیا ہے۔ اچھی ترکیب اور اچھی صورت میں انسان کو پیدا فرمایا۔ ساری کائنات میں انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ "اور البتہ تحقیق ہم نے فضیلت دی بنی آدم کو۔"

مجموعی لحاظ سے انسانوں کا درجہ فرشتوں سے بھی اعلیٰ ہے۔ مجموعی کا مطلب یہ ہے کہ تمام انبیاء خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تک سارے کے سارے انسان تھے، بشر تھے۔ ان کی وجہ سے اس نوع کا پلہ بھاری ہو گیا۔ باوجود اس کے کہ فرشتے اپنی نوع کے اعتبار سے معصوم ہیں اور انسان اپنی نوع کے اعتبار سے معصوم نہیں ہے۔ معصوم صرف پیغمبر ہیں۔ امام بھی معصوم نہیں ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے رافضیوں کے کفر کی ایک وجہ یہ لکھی ہے کہ یہ اپنے بارہ اماموں کو معصوم سمجھتے ہیں۔ اور غیر معصوم کو معصوم سمجھنا بھی کفر ہے۔ بے شک اماموں کا اپنی جگہ مرتبہ اور مقام ہے مگر معصوم نہیں ہیں۔

فرمایا ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ پھر ہم نے لوٹایا اس کو نیچوں سے نیچے۔ انسان انسان رہے تو بڑی بلند مخلوق ہے لیکن جب انسانیت کے درجے سے گر جاتا ہے تو شَرُّ الْبَرِيَّةِ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سے برا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں سوار ہونے والوں کی تفصیل میں آتا ہے کہ کتا کتیا بھی سوار ہوئے، بلا بلی بھی سوار ہوئے، چوہا چوہی بھی سوار ہوئے، خنزیر اور خنزیرنی بھی مگر نوح علیہ السلام کے بیٹے کنعان کو جگہ نہ ملی کہ وہ انسانیت سے گر چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اجمالی طور پر فرمایا تھا کہ آپ کے اہل کو بچاؤں گا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے بیٹے کو غرق ہوتے دیکھ کر کہا رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَ اِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ ﴿ہود: ۴۵﴾ "اے میرے رب بے شک میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے اور آپ کا وعدہ برحق ہے۔" اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ. "بے شک وہ نہیں ہے آپ کے اہل میں سے اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ اس کے کام اچھے نہیں ہیں۔"

پیغمبر کے بیٹے کے عمل اچھے نہیں تھے کشتی میں جگہ نہیں ملی اور کتے اور خنزیر کو جگہ مل گئی۔ انسان اگر انسان ہو تو بہت بلند ہے۔ جب گر جائے تو اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ اِنھی انسانوں میں سے منافق ہیں جو جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ﴿النساء: ۱۴۵﴾ "بے شک منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے۔"

تو فرمایا پھر ہم نے اس کو لوٹا دیا نیچوں سے نیچے اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مگر وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے۔ ان کے درجے بلند ہوں گے فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ پس ان کے لیے اجر ہوگا نہ ختم ہونے والا۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کرام رحمہم اللہ لکھتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی جوانی میں، صحت میں نیکیاں زیادہ کرتا تھا مگر بڑھاپے اور بیماری کی وجہ سے نہیں کر سکتا تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ اس کے نامہ اعمال میں وہ نیکیاں اسی طرح لکھتے جاؤ جس طرح وہ جوانی میں کرتا تھا۔ مثلاً: جوانی میں وہ مسجد میں آتا تھا بڑھاپے اور بیماری کی وجہ سے نہیں آسکتا تو اس کے آنے جانے کے ہر قدم پر جو نیکیاں لکھی جاتی تھیں اب بھی اسی طرح لکھی جائیں گی اگرچہ اس نے کی نہیں ہیں۔ درس سننے کے لیے آتا تھا تو ہر قدم پر سات، سات سو نیکیاں ملتی تھیں۔ اب بیماری کی وجہ سے نہیں آسکتا یہ نیکیاں برابر لکھی جائیں گی۔

اس کو اس طرح سمجھو کہ ایک پکا ملازم ہوتا ہے اور ایک کچا ملازم ہوتا ہے۔ کچا ملازم دیہاڑی دار ہوتا ہے۔ آئے گا دیہاڑی ملے گی نہیں آئے گا نہیں ملے گی۔ چھٹی کرے گا تو اس دن کی تنخواہ نہیں ملے گی۔ مگر جو پکا ملازم ہوتا ہے اس کو چھٹی کی بھی تنخواہ ملتی ہے اور

ریٹائر ہونے پر پنشن بھی ملتی ہے۔ کوشش کرو کہ ہم رب تعالیٰ کے پکے ملازم ہو جائیں۔ تو جو پکے ملازم ہیں ان کو بڑھاپے اور بیماری میں بھی پورا اجر وثواب ملتا ہے اُن اعمال کا جو وہ جوانی اور صحت کے زمانے میں کرتے تھے۔

فرمایا فَمَا یُکَذِّبُکَ پس اے انسان کون سی چیز جھٹلانے پر مجبور کرتی ہے تجھے بَعۡدُ یہ سننے کے بعد کہ ہم نے انسان کو اچھی ترکیب میں پیدا کیا ہے بِالدِّیۡنِ حساب کے دن کو، بدلے کے دن کو جھٹلاتے ہو اور کہتے ہو کہ قیامت نہیں آئے گی۔ جو رب پیدا کرسکتا ہے دوبارہ نہیں لوٹا سکتا؟ کیوں کہتا ہے قیامت نہیں آئے گی اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِاَحۡکَمِ الۡحٰکِمِیۡنَ کیا نہیں ہے اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے اچھا حاکم۔ حق والا، عدل والا، انصاف والا حاکم نہیں ہے؟

اگر قیامت نہ آئے تو اللہ تعالیٰ کا عدل ظاہر نہیں ہوگا۔ کیوں کہ دنیا میں سچے کو جھوٹا بنا دیا جاتا ہے اور جھوٹے کو سچا بنا دیا جاتا ہے۔ تو دنیا میں تو صحیح فیصلہ نہ ہوا۔ اگر آخرت نہ آئے اور عدل وانصاف قائم نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی حکومت معاذ اللہ تعالیٰ اندھیر نگری ہے سچ جھوٹ میں فرق نہ ہوا، سچے اور جھوٹے کا پتا نہ چلا، حق وباطل کا علم نہ ہوا، مومن اور کافر کا علم نہ ہوا، موحد اور مشرک کا نتیجہ نہ نکلا، سنی اور بدعتی کا پتا نہ چلا۔ تو عقلی طور پر قیامت کا آنا ضروری ہے۔ تو جو قیامت کا انکار کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو احکم الحاکمین نہیں مانتے۔

اس آیت کریمہ کو جب پڑھتے تو آپ ﷺ خود بھی پڑھتے تھے بَلٰی نَحۡنُ عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشّٰہِدِیۡنَ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی پڑھتے تھے۔ نماز میں نہیں نماز کے بعد، نماز کے علاوہ جب یہ آیت کریمہ سنو اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِاَحۡکَمِ الۡحٰکِمِیۡنَ

تو کہو بلی نحن علی ذلک من الشاھدین کیوں نہیں اور ہم اس پر گواہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سُورَةُ العَلَق

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتہا ۱۹ | ۹۶ سُوْرَةُ الْعَلَقِ مَكِّيَّةٌ ۱ | رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۚ﴿۱﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ﴿۲﴾ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ﴿۳﴾ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ﴿۴﴾ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۗ﴿۵﴾ كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰىٓ ۙ﴿۶﴾ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۗ﴿۷﴾ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۗ﴿۸﴾ اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ۙ﴿۹﴾ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ۗ﴿۱۰﴾ اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى ۙ﴿۱۱﴾ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ۗ﴿۱۲﴾ اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۗ﴿۱۳﴾ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ۗ﴿۱۴﴾ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ۙ﴿۱۵﴾ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۚ﴿۱۶﴾ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ۙ﴿۱۷﴾ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۙ﴿۱۸﴾ كَلَّا ۗ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۩﴿۱۹﴾

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ آپ پڑھیں اپنے رب کے نام کے ساتھ

الَّذِيْ خَلَقَ جس نے پیدا کیا خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اس نے پیدا

کیا انسان کو خون کے لوتھڑے سے اِقْرَاْ آپ پڑھیں وَرَبُّكَ

الْاَكْرَمُ اور آپ کا رب بڑے کرم والا ہے الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ

جس نے تعلیم دی قلم کے ذریعے عَلَّمَ الْاِنْسَانَ سکھایا انسان کو

مَالَمْ یَعْلَمْ وہ کچھ جو وہ نہیں جانتا تھا کَلَّآ خبردار اِنَّ الْاِنْسَانَ بے شک انسان لَیَطْغٰٓی البتہ سرکشی کرتا ہے اَنْ رَّاٰہُ کہ وہ دیکھتا ہے اپنے آپ کو اسْتَغْنٰی بے پروا اِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الرُّجْعٰی بے شک تیرے رب کی طرف لوٹنا ہے اَرَءَیْتَ الَّذِیْ کیا دیکھا ہے آپ نے اس شخص کو یَنْھٰی جو منع کرتا ہے عَبْدًا بندے کو اِذَا صَلّٰی جب وہ نماز پڑھتا ہے اَرَءَیْتَ آپ بتلائیں اِنْ کَانَ عَلَی الْھُدٰٓی اگر ہے وہ (نماز پڑھنے والا) ہدایت پر اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰی یا وہ حکم دیتا ہے پرہیزگاری کا اَرَءَیْتَ اِنْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی آپ بتلائیں اگر (وہ روکنے والا) جھٹلاتا ہے اور اعراض کرتا ہے اَلَمْ یَعْلَمْ کیا وہ نہیں جانتا بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی کہ بے شک اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے کَلَّا خبردار لَئِنْ لَّمْ یَنْتَہِ اگر یہ باز نہ آیا لَنَسْفَعًا البتہ ہم گھسیٹیں گے بِالنَّاصِیَۃِ پیشانی سے پکڑ کر نَاصِیَۃٍ کَاذِبَۃٍ خَاطِئَۃٍ جو پیشانی جھوٹی اور خطا کار ہے فَلْیَدْعُ پس وہ بلائے نَادِیَہٗ اپنی مجلس والوں کو سَنَدْعُ ہم بلائیں گے الزَّبَانِیَۃَ پیدل سیاست کرنے والے فرشتوں کو کَلَّا خبردار لَا تُطِعْہُ آپ اس کی اطاعت نہ کریں وَاسْجُدْ اور سجدہ کرو وَاقْتَرِبْ اور قریب ہو جاؤ۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ العلق ہے۔ دوسری آیت کریمہ میں علق کا لفظ موجود ہے جس سے اس کا نام لیا گیا ہے۔ یہ قرآن پاک کی وہ سورت ہے جو سب سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ پوری تو نہیں لیکن اس کی پہلی پانچ آیتیں سب سے پہلے نازل ہوئیں۔ تو نزول کے اعتبار سے اس کا پہلا نمبر ہے۔ اس کا ایک رکوع اور انیس ﴿۱۹﴾ آیتیں ہیں۔

شانِ نزول :

اس کا شان نزول اس طرح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت ملنے سے پہلے غار حرا میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرتے تھے۔ یہ غار حرا جبل نور کی چوٹی پر آج بھی اصلی شکل میں موجود ہے۔ پہلی کتابوں میں جبل نور کا نام فاران تھا۔ یہ کافی دشوار گزار پہاڑ ہے۔ اس پر چڑھنا کافی مشکل ہے۔ ہمت والے لوگ چڑھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھجوریں، پانی کی صراحی، ستو اور خشک روٹی جو بھی خوراک اس وقت میسر ہوتی تھی ساتھ لے کر کئی کئی دن اور راتیں وہاں عبادت کیا کرتے تھے۔ پیغمبر پیدائشی طور پر موحد ہوتا ہے۔ ایک لمحے کے لیے بھی شرک کے قریب نہیں جاتا۔

اس زمانے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اصل دین تو اکثریت نے مسخ کر دیا تھا لیکن کچھ خال خال بندے اس دین پر چلنے والے موجود تھے۔ انھی لوگوں میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چچا زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملنے سے چند دن پہلے فوت ہو گئے تھے۔ یہ مشرکوں کی سخت تردید کرتے تھے کہ ظالمو! تم نے اللہ تعالیٰ کے گھر میں بت پرستی شروع کی ہوئی ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کے طریقے پر کیوں نہیں چلتے۔

تو خیر حضرت جبرئیل علیہ السلام جبل نور پر انسانی شکل میں تشریف لائے۔ ان کے

ہاتھ میں ایک ریشمی کپڑا تھا اس پر کچھ لکھا ہوا تھا۔ وہ ٹکڑا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کیا اور کہا اِقْرَاْ آپ پڑھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مَا اَنَا بِقَارِیءٍ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سینے کے ساتھ لگا کر زور سے دبایا اور کہا اِقْرَاْ پڑھو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر فرمایا مَا اَنَا بِقَارِیءٍ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ تیسری مرتبہ پھر جبرئیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سینے کے ساتھ لگایا اور کہا اِقْرَاْ پڑھ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا، سے لے کر مَا لَمْ یَعْلَمْ تک پہلی وحی نازل ہوئی ہے۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ چھوٹے بچے کو قاعدہ پڑھاؤ اور کہو پڑھ بسم اللہ! تو وہ ساتھ پڑھتا ہے۔ جو کہتے جاؤ گے وہ ساتھ پڑھتا جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک چالیس سال کی تھی اور ذہن بھی کامل اور صاف تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساتھ پڑھنے میں کیا دشواری تھی؟ اور فرمایا کہ مَا اَنَا بِقَارِیءٍ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں؟

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سمجھا کہ کپڑے پر جو الفاظ لکھے ہوئے ہیں اس کے متعلق مجھے فرما رہے ہیں کہ پڑھو۔ تو فرمایا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ بعد میں حقیقت کھلی کہ وہ کپڑا تو جبرئیل اپنی یادداشت کے لیے لائے تھے پڑھانا تو زبانی تھا۔

جس وقت یہ پہلی وحی نازل ہوئی ہے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کو پندرہ سال گزر چکے تھے اور حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم اور حضرت قاسم رضی اللہ عنہم سب پیدا ہو چکے تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نبوت والے سال پیدا ہوئی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس وقت گھر تشریف لائے تو بڑے

گھبرائے ہوئے تھے۔ فرمایا زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ "مجھے کمبل اوڑھا دو، مجھے کمبل اوڑھا دو۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کمبل اوڑھایا گیا۔ فرمایا مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ میری جان نکل جائے گی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بڑے حوصلے والی بیوی تھیں۔ کہنے لگیں اللہ تعالیٰ آپ کو ضائع نہیں کرے گا اس لیے کہ آپ سچ بولتے ہیں، غریبوں کی ہمدردی کرتے ہیں، غریبوں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، اچھے کام کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ضائع نہیں کرے گا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا چچازاد بھائی تھا ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ۔ پہلے مشرک تھا پھر عیسائی ہوگیا۔ لوگوں کو انجیل عربی اور عبرانی زبان میں لکھ کر دیتے تھے اور لکھوائی لے کر اپنا وقت گزارتے تھے۔ اُس وقت وہ نابینا ہو چکے تھے۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ان کے پاس لے گئیں اور کہا کہ اپنے بھتیجے سے سنو! یہ کیا سناتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جبل نور کی چوٹی پر غار حرا میں تھا میرے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ اقراء، پڑھو! میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ مجھے سینے کے ساتھ لگا کر زور سے دبایا اور کہا کہ پڑھو! میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ تین دفعہ اس نے مجھے سینے کے ساتھ لگا کر دبایا۔ پھر وہ پڑھتا گیا میں بھی اس کے ساتھ ساتھ پڑھتا گیا۔

ورقہ بن نوفل نے کہا ذٰلِكَ النَّامُوْسُ الَّذِیْ "یہ وہ فرشتہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ کاش میں اُس وقت تک زندہ رہوں جس وقت لوگ آپ کو یہاں سے نکالیں گے تو میں تمہاری مدد کروں۔" بخاری شریف کی روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے لوگ یہاں سے نکالیں گے؟ اُس نے کہا ہاں! جو بات

آپ ﷺ نے ان سے کہی ہے وہ جس پیغمبر نے بھی کہی ہے اس پر سختی آئی ہے۔ بعض کو قتل کیا گیا اور بعض کو نکالا گیا۔ ورقہ بن نوفل فوت ہوئے تو حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ حضرت! ان کا کیا انجام ہوگا؟ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں ان کو ایسا لباس پہنے ہوئے دیکھا کہ وہ دوزخیوں کا نہیں ہوسکتا وہ جنتیوں کا لباس ہے۔

ورقہ بن نوفل نے آپ ﷺ کی تصدیق بھی کی تھی کہ آپ ﷺ سچے پیغمبر ہیں اگر میں اس وقت تک زندہ رہا جب لوگ آپ کو یہاں سے نکالیں گے تو میں پوری قوت کے ساتھ تمھاری مدد کروں گا۔ یہی تصدیق ہے۔ اسی لیے اسماء الرجال والے فرماتے ہیں کہ یہ بھی صحابی ہیں آپ ﷺ پر ایمان لائے ہیں۔ لیکن ان سے پہلے واضح طور پر حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ایمان لائی تھیں۔ لہٰذا اولیت ان کو حاصل ہے۔ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے۔ تو اس موقع پر یہ پانچ آیتیں نازل ہوئیں۔

فرمایا اِقْرَاْ پڑھ بِاسْمِ رَبِّكَ اپنے رب کے نام کے ساتھ الَّذِیْ خَلَقَ جس نے پیدا کیا خَلَقَ الْاِنْسَانَ اس نے پیدا کیا انسان کو مِنْ عَلَقٍ لوتھڑے سے۔ منی کے قطرے کو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے خون کا لوتھڑا بنا دیتا ہے پھر وہ سخت ہوکر بوٹی بن جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے انسانی ڈھانچہ تیار ہو جاتا ہے، ہاتھ پاؤں وغیرہ۔ پھر چار ماہ بعد اللہ تعالیٰ اس کے بدن میں روح پھونک دیتے ہیں۔ پانچ ماہ بچہ بغیر سانس لیے ماں کے پیٹ میں پرورش پاتا ہے مرتا نہیں۔ مگر وہی بچہ

پیٹ سے باہر آنے کے بعد ایسی جگہ رکھ دیا جائے جہاں ہوا نہ ہو تو مر جاتا ہے۔ یہ رب تعالیٰ کی قدرت ہے کہ کم و بیش پانچ ماہ تک ماں کے پیٹ میں زندہ رہتا ہے جہاں ہوا کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

فرمایا اِقْرَاْ آپ پڑھیں وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ اور آپ کا رب بڑے کرم والا ہے، بڑی مہربانی کرنے والا ہے الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ جس نے تعلیم دی قلم کے ذریعے۔ قلم کے ذریعے نشر و اشاعت ہوتی ہے اور علم پھیلتا ہے عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ سکھایا انسان کو وہ کچھ جو وہ نہیں جانتا تھا۔ ان چیزوں کی تعلیم دی جن کا اس کو علم ہی نہیں تھا۔ دنیا کا علم حاصل ہوا، آخرت کا بھی علم حاصل ہوا۔ آج انسان زہرہ ستارے تک جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کیا، اظہارِ نبوت کیا تو سب سے پہلے ابوجہل مقابلے میں آیا۔ یہ بڑا اکھڑ مزاج اور ضدی آدمی تھا۔ یہ مکہ مکرمہ کا ابوالحکم یعنی چیف جسٹس تھا۔ اس نے سمجھا کہ لوگ اس کے ساتھ ہو گئے تو میری سرداری خطرے میں پڑ جائے گی تو مخالفت شروع کر دی كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى میں انسان سے مراد ابوجہل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں كَلَّآ خبردار! اِنَّ الْاِنْسَانَ بے شک انسان یعنی ابوجہل لَيَطْغٰٓى البتہ سرکشی کرتا ہے، نافرمانی پر تلا ہوا ہے۔ کیوں؟ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى کہ وہ اپنے آپ کو مستغنی سمجھتا ہے، بے پروا دیکھتا ہے اپنے آپ کو مالی اعتبار سے کہ مکہ مکرمہ میں دوسرے نمبر کا مال دار تھا۔ پہلا نمبر ولید بن مغیرہ کا تھا جو مشہور صحابی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا باپ تھا۔ مکہ مکرمہ میں اس سے بڑا کوئی مال دار نہیں تھا۔

فرمایا اے انسان! اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى بے شک تیرے رب کی

طرف لوٹنا ہے۔ قیامت کو نہ بھولنا رب تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہے۔ دنیا میں کتنی دیر زندہ رہو گے؟ کتنا کھالو گے؟ کتنا استعمال کرلو گے؟ کتنا عرصہ سرکشی اور نافرمانی کرو گے؟ ایک دن رب کے پاس جانا ہے اور نتیجہ بھگتنا ہے۔ یقین جانو! جس آدمی کا یہ پختہ عقیدہ ہو کہ رب تعالیٰ کے پاس جانا ہے اور مجھ سے پوچھ گچھ ہونی ہے اول تو وہ گناہ ہی نہیں کرے گا۔ اگر بہ مقتضائے بشریت ہو گیا تو اصرار نہیں کرے گا فوراً توبہ کرے گا۔ اور وہ آدمی جو موت، قبر، آخرت سے بے فکر ہے اس کی زندگی، حیوانوں والی ہے، جو چاہے کرتا پھرے آخرت میں رسوا ہوگا۔

فرمایا اَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ کیا دیکھا ہے آپ نے اس شخص کو یعنی ابوجہل کو یَنۡهٰی وہ روکتا ہے عَبۡدًا بندے کو یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اِذَا صَلّٰی جب وہ نماز پڑھتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نماز پڑھتے تھے وہ منع کرتا تھا۔ پہلی وحی کے بعد جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو وضو کا طریقہ بتلایا کہ اس وقت نفلی نماز تھی فجر، چاشت اور عصر کی۔ یہ تین نمازیں آپ ﷺ پڑھتے تھے مسجد حرام میں۔ اُس وقت مسجد حرام کا تھوڑا سا رقبہ تھا۔ آنحضرت ﷺ جب کعبۃ اللہ کے سامنے نماز پڑھتے تو ابوجہل کہتا اگر میں نے تجھے دوبارہ نماز پڑھتے دیکھا تو تیری گردن کچل دوں گا، نعوذ باللہ تعالیٰ۔

چنانچہ ایک دن وہ اس ارادے کے ساتھ آیا کہ جس وقت یہ سجدے میں جائیں گے تو میں ان کی گردن پر چڑھ جاؤں گا۔ آپ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھ کر آگے بڑھا مگر فوراً ہی پیچھے ہٹ گیا۔ لوگوں نے پوچھا کیا بات ہوئی تم جلدی واپس لوٹ آئے؟ کہنے لگا مجھے خندق نظر آئی جس میں آگ تھی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ آگے بڑھ کر

مجھے تکلیف پہنچانے کی کوشش کرتا تو فرشتے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے۔

فرمایا اَرَءَیۡتَ اِنۡ کَانَ عَلَی الۡھُدٰۤی آپ بتلائیں کہ اگر وہ نماز پڑھنے والا بندہ ہدایت پر ہو اَوۡ اَمَرَ بِالتَّقۡوٰی یا وہ پرہیزگاری کا حکم کرتا ہو۔ وہ اچھے کام کرتا ہے اس لیے یہ منع کرتا ہے اَرَءَیۡتَ کیا دیکھا ہے تو نے اِنۡ کَذَّبَ اگر وہ روکنے والا حق کو جھٹلاتا ہے وَتَوَلّٰی اور اعراض کرتا ہے حق سے اَلَمۡ یَعۡلَمۡ کیا وہ نہیں جانتا بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی کہ بے شک اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے اس سرکش کی تمام حرکات کو۔ یہ جو روکنے والا ہے، بدکردار ابوجہل عمرو بن ہشام، اس کو علم نہیں ہے کہ رب تعالیٰ جانتا ہے اور دیکھ رہا ہے جو کچھ یہ کر رہا ہے۔ کب تک یہ روکے گا اور کس کس کو رد کرے گا؟

بخاری شریف میں روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کعبۃ اللہ کے سامنے نماز پڑھ رہے تھے اور سورۃ رحمٰن شروع کی ہوئی تھی۔ کافروں نے آکر اتنا مارا کہ بے ہوش ہو کر گر گئے۔ اس کے چند دن بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کی توفیق عطا فرمائی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مَازِلۡنَا اَعِزَّۃً مُنۡذُ اَسۡلَمَ عُمَرُ "جس دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے اس کے بعد ہم طاقت ور سمجھے جاتے تھے۔" پہلے جو لوگ ہم پر سختی کرتے تھے اب سختی نہیں کرتے تھے بلکہ ڈرتے تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے سے پہلے مظلوموں پر بڑا ظلم ہوتا تھا، غلاموں پر، لونڈیوں پر۔

فرمایا کَلَّا لَئِنۡ لَّمۡ یَنۡتَهِ خبردار البتہ اگر وہ روکنے والا باز نہ آیا لَنَسۡفَعًۢا البتہ ہم گھسیٹیں گے بِالنَّاصِیَةِ پیشانی سے پکڑ کر یعنی پیشانی کے بالوں کو

پکڑ کر نَاصِیَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ جو پیشانی جھوٹی اور خطا کار ہے۔ یعنی ہمارے فرشتے آئیں گے بالوں سے پکڑ کر اسے کھینچیں گے یہ کون ہوتا ہے ہمارے بندے کو نماز سے روکنے والا۔

ابو جہل یہ بھی کہتا تھا کہ میری مجلس تو آدمیوں سے بھری ہوتی ہے تیرے ساتھ کتنے آدمی ہیں۔ یہ خباب، بلال، اور چند لولے، لنگڑے تیرے ساتھ ہیں۔ جن پر فخر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا جواب دیتے ہیں فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ پس وہ بلائے اپنی مجلس والوں کو۔ نادی کا معنیٰ مجلس، محفل ۔ جس مجلس اور محفل پر گھمنڈ کرتا ہے بلائے ان کو سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ہم بلائیں گے پیدل سیاست کرنے والے فرشتوں کو۔ زبانیہ (زِبْنِیَةٌ کی جمع ہے) دراصل اس عملے کو کہتے ہیں جو سختی کے ساتھ مجرم سے جرم کا اقرار کرائے۔ جیسے پولیس والے کہ مار مار کر جرم کا اقرار کرواتے ہیں۔ بعض بے گناہ بھی اقرار کر لیتے ہیں مار سے بچنے کے لیے۔

تو زبانیہ فرشتوں کا وہ سخت محکمہ ہے جو يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ جان قبض کرتے وقت کافروں کے مونہوں اور پشتوں پر کوڑے برساتے ہیں۔ وہ مرنے والا ہی جانتا ہے دوسرے کو علم نہیں ہوتا۔

تو فرمایا ہم بلائیں گے اپنے پٹائی کرنے والے جتھے کو، سٹاف کو كَلَّا خبردار لَا تُطِعْهُ آپ اس کافر کی اطاعت نہ کریں نماز سے نہ رکیں۔ جتنا آپ کا جی چاہتا ہے ڈٹ کر نماز پڑھیں وَاسْجُدْ اور سجدہ کر اپنے رب کے سامنے وَاقْتَرِبْ اور قرب حاصل کر اپنے رب کا۔ اس کافر کے کہنے میں نہ آنا۔ یہ سجدے کی آیت ہے جو آدمی اس آیت کو پڑھے گا اس پر بھی سجدہ واجب ہے اور جو سنے گا اس پر بھی سجدہ واجب

ہے۔ مثلاً: اب میں نے پڑھی ہے اور جن مرد عورتوں نے سنی ہے سب پر سجدہ واجب ہو گیا ہے۔ اب تو وقت نہیں ہے سجدہ کرنے کا کیوں کہ سورج طلوع ہو رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد سجدہ کرنا ہے۔

سجدۂ تلاوت کے لیے وہی شرطیں ہیں جو نماز کے لیے ہیں۔ باوضو ہونا، کپڑوں کا پاک ہونا، قبلے کی طرف رخ ہونا، نماز کا وقت بھی ہو، سورج کے طلوع ہونے کے وقت اور غروب ہونے کے وقت اور زوال کے وقت نہیں کرسکتا۔ ان تین وقتوں کے سوا جس وقت چاہے کرسکتا ہے۔ کیوں کہ سجدۂ تلاوت واجب ہے۔ عصر کی نماز کے بعد بھی سجدۂ تلاوت کرسکتا ہے۔ فجر کی نماز کے بعد بھی کرسکتا ہے۔ فجر اور عصر کی نماز کے بعد نفلی نماز نہیں پڑھ سکتا۔ نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے، قضا نماز پڑھ سکتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تفسیر

سُوْرَۃُ الْقَدْرِ

(مکمل)

جلد ۲۱
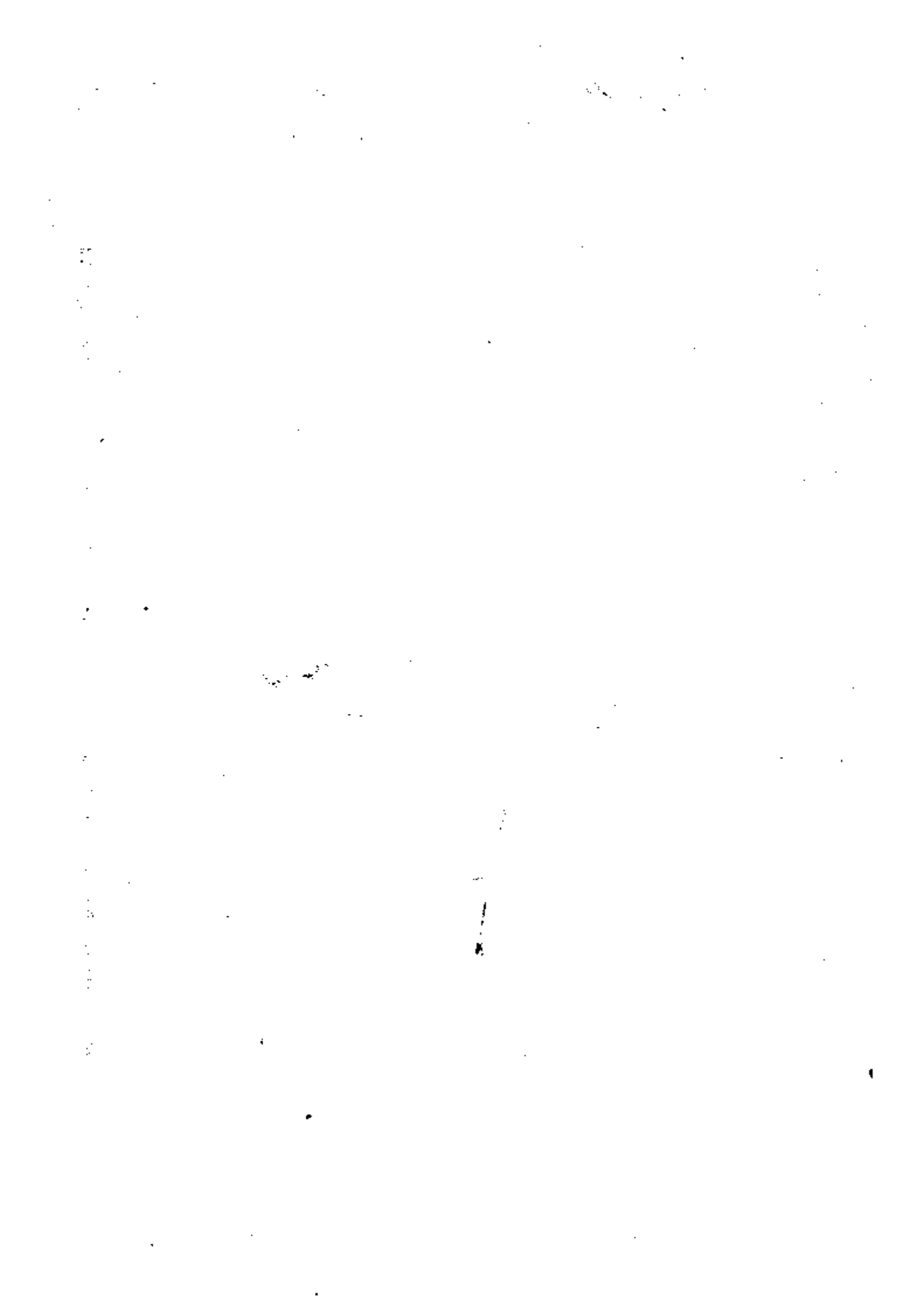
آیاتھا ۵ ۹۷ سُوْرَۃُ الْقَدْرِ مَکِّیَّۃٌ ۲۵ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ﴿۱﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ﴿۲﴾ لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ﴿۳﴾ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ﴿۴﴾ سَلٰمٌ ۛ هِیَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ﴿۵﴾

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ بے شک ہم نے اُتارا اس قرآن پاک کو فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ لیلۃ القدر میں وَمَآ اَدْرٰىكَ اور آپ کو کس نے بتلایا مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ وہ قدر والی رات کیا ہے لَیْلَةُ الْقَدْرِ وہ قدر والی رات خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ہزار مہینے سے زیادہ بہتر ہے تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ اُترتے ہیں فرشتے وَالرُّوْحُ فِیْهَا اور روح اس میں بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اپنے رب کے اذن سے مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ہر معاملے میں سَلٰمٌ سلامتی ہوتی ہے هِیَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ اس رات فجر کے طلوع ہونے تک۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ بے شک ہم نے نازل کیا ہے اس قرآن پاک کو فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ لیلۃ القدر میں۔ لیلۃ القدر میں سارے قرآن پاک کے نازل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا میں ایک مقام ہے جس کا نام بیت العزت ہے اور اس کو بیت العظمت بھی کہتے ہیں، تک پورا قرآن ایک ہی رات یعنی لیلۃ القدر میں نازل

فرمایا۔ بیت العزت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی پر تیئس ﴿۲۳﴾ سال میں نازل ہوا۔

کل کے درس میں تم سن چکے ہو کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک چالیس سال ہوئی تو اکتالیسویں سال کی پہلی صبح سحری کے وقت سوموار کے دن سورۃ العلق کی ابتدائی پانچ آیتیں مَالَمۡ يَعۡلَمۡ تک نازل ہوئیں۔ پھر مکہ مکرمہ میں قرآن کریم نازل ہوتا رہا۔ تقریباً چھیاسی سورتیں مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں۔ باقی قرآن پاک مدینہ طیبہ میں نازل ہوا۔ قرآن پاک کی کل ایک سو چودہ سورتیں ہیں، پانچ سو چالیس رکوع ہیں اور چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیتیں ہیں۔

شانِ نزول :

اس سورت کا شانِ نزول اس طرح تفسیروں میں بیان ہوا ہے کہ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاع ملی کہ میری امت کے اکثر افراد کی عمریں ساٹھ ﴿۶۰﴾ سے ستر ﴿۷۰﴾ سال کے درمیان ہوں گی۔ ستر سے زائد عمر والے کم لوگ ہوں گے۔ یہ سبق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یاد تھا۔

پھر ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک مجاہد اور عابد کا ذکر کیا کہ بنی اسرائیل میں ایک مجاہد تھا کہ جس کا معمول تھا کہ رات کو تہجد پڑھتا اور دن کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتا اور دوپہر کو تھوڑا سا سوتا تھا، آرام کرتا تھا۔ یہ عمل اس نے چوراسی سال کیا۔ چوراسی سال کے تقریباً ایک ہزار مہینے بنتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب یہ بات سنی تو پریشان ہوگئے، سب غمگین ہوگئے اور سر جھکا لیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا ہوا ہے؟ ایک واقعہ سن کر غمگین ہوگئے ہو؟ کہنے لگے حضرت! آپ نے ایک

موقع پر فرمایا تھا کہ میری امت کے اکثر افراد کی عمریں ساٹھ ستر سال کے درمیان ہوں گی۔ اور آج آپ نے فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک عابد نے چوراسی سال اس طرح گزارے کہ رات کو تہجد اور دن کو جہاد۔ ہماری تو عمریں ہی چوراسی سال نہیں ساٹھ سے ستر سال کے درمیان ہوں گی۔ پھر ان میں سے نابالغی کا وقت بھی گزر جاتا ہے۔

نابالغی کے زمانے میں آدمی جو عبادت کرتا ہے اس کا ثواب اس کے والدین کو ملے گا۔ اگر نابالغی میں عبادت نہیں کرتا تو اس پر شرعاً کوئی گرفت نہیں ہے۔ مگر عادت پڑے گی۔ اگر بچپن میں عبادت نہیں کرے گا تو عادت نہیں پڑے گی۔ اس لیے حدیث پاک میں حکم آیا ہے کہ سات سال کے بچوں کو نماز کا حکم دو اور دس کے ہو جائیں اور نہ پڑھیں تو ان کو مارو۔ اور بالغ ہونے کی کوئی مدت مقرر نہیں ہے آب وہوا، خوراک، ماحول، صحت، ان چیزوں پر موقوف ہے۔ اگر لڑکے لڑکی کے بالغ ہونے کی کوئی علامت ظاہر نہ ہو تو پندرہ سال کی عمر میں لازماً بالغ ہو جائے گا۔ اس سے پہلے تیرہ سال یا چودہ سال کی عمر میں بالغ ہو جائے تو ہو سکتا ہے۔

تو خیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا حضرت ہماری تو عمریں ساٹھ سے ستر کے درمیان رہیں گی ان میں کچھ زمانہ نابالغی کا بھی ہے تو وہ بنی اسرائیل کا مجاہد تو نمبر لے گیا، اس کا درجہ تو بڑھ گیا اس لیے ہم پریشان ہوئے ہیں۔ تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تمھیں ایک رات ایسی دی ہے کہ جو ہزار مہینے یعنی چوراسی سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

پھر یہ رات رمضان المبارک کے مہینے میں ہے۔ کیوں کہ دوسرے پارے میں ہے شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ "رمضان المبارک کا مہینہ وہ ہے جس میں

قرآن نازل کیا گیا۔" لوح محفوظ سے، آسمان دنیا میں، بیت العزت کے مقام پر، رمضان المبارک میں لیلۃ القدر میں۔

لیلۃ القدر کی تلاش :

لیلۃ القدر کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یکم رمضان المبارک کو اعتکاف بیٹھ گئے۔ دس راتیں اعتکاف میں گزاریں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا جس رات کی تلاش میں آپ ہیں وہ ان راتوں میں نہیں ہے وہ آئندہ راتوں میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو ساتھی اس رات کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے بیٹھے تھے ان سے فرمایا کہ میرا خیال تھا کہ شاید وہ رات پہلی دس راتوں میں ہو مگر اب جبرئیل علیہ السلام نے مجھے بتلایا ہے کہ وہ آئندہ راتوں میں ہے۔ لہٰذا اب میں نے بیس تاریخ تک اعتکاف بیٹھنا ہے جو تم میں سے ہمت کرے وہ بھی بیٹھے۔

چنانچہ بیس رمضان تک اعتکاف بیٹھے مگر کوئی اشارہ نہ ہوا۔ جب بیسویں رات پوری ہو گئی تو جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا الذی تطلبه امامك "جس رات کی تلاش میں آپ ہیں وہ آگے ہے۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِلْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ "لیلۃ القدر کو رمضان المبارک کے آخری عشرے میں تلاش کرو۔" پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مزید سہولت مل گئی کہ فَالْتَمِسُوْهَا فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ "آخری دس راتوں میں جو طاق راتیں ہیں ان میں تلاش کرو۔" اکیسویں، تیئیسویں، پچیسویں، ستائیسویں، انتیسویں۔ ان پانچ راتوں میں لیلۃ القدر ہے۔

امام ابوحنیفہ وَ مَنْ. وَّافَقَهٗ رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ وہ رات گردش کرتی رہتی

ہے۔کسی رمضان میں اکیسویں، کسی رمضان میں تیئیسویں، کسی رمضان میں پچیسویں اور کسی رمضان میں ستائیسویں اور کسی رمضان میں انتیسویں کی رات ہوتی ہے۔اگر امام ابوحنیفہ ؒ کی اس تحقیق کو تسلیم کر لیا جائے تو بخاری شریف اور مسلم شریف کی تمام روایات منطبق ہو جاتی ہیں کسی کا انکار لازم نہیں آتا۔ کیوں کہ بخاری شریف میں اکیسویں کی روایت بھی آتی ہے، تیئیسویں کی اور پچیسویں، ستائیسویں اور انتیسویں کی روایت بھی آتی ہے۔ بہ ظاہر روایات میں تعارض ہے اور ہیں بھی صحیح۔

امام ابوحنیفہ ؒ کی تحقیق بڑی گہری ہے کہ یہ رات پھرتی رہتی ہے ایک رات میں بند نہیں ہے۔لہٰذا اکیسویں والی روایت بھی صحیح ہے اور تیئیسویں والی روایت بھی صحیح ہے۔کسی رمضان المبارک میں اکیسویں والی رات قدر کی ہوتی ہے اور کسی میں تیئیسویں والی ہوتی ہے وغیرہ۔اس رات کی کوئی علامت نہیں ہے کہ جس سے شناخت ہو جائے کہ یہ لیلۃ القدر کی رات ہے۔

اور یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ اس رات میں سارے درخت سجدے میں گر جاتے ہیں، سب پانی دودھ بن جاتے ہیں ایسی کوئی علامت شریعت میں نہیں ہے۔جیسے نماز، روزے کے لیے، حج زکوٰۃ کے لیے کوئی ظاہری علامت نہیں ہے کہ جس سے پتا چل جائے کہ نماز قبول ہوگئی ہے، روزہ قبول ہوگیا ہے، زکوٰۃ قبول ہوگئی ہے، حج قبول ہوگیا ہے۔

یہ جو روایت ہے کہ جس آدمی کا حج قبول ہو جائے تو اس کی کنکریاں جو وہ جمرات کو مارتا ہے غائب ہو جاتی ہیں اور جس کا حج قبول نہیں ہوتا اس کی کنکریاں وہیں پڑی رہتی ہیں یہ روایت موضوع ہے۔محدثین کرام ؒ نے اس کی بڑی سختی کے ساتھ تردید کی

ہے۔ وجدانی کیفیت پیدا ہو جائے تو شریعت اس کا انکار نہیں کرتی۔ وجدانی کیفیت کا مطلب یہ ہے کہ عبادت کرنے والے کے دل میں نرمی پیدا ہو جائے، بدن پر لرزہ طاری ہو جائے، قبول ہونے کی کوئی کیفیت پیدا ہو جائے جس کا اس کو احساس ہو تو شریعت اس کا انکار نہیں کرتی۔ جیسے مثال کے طور پر میرے گھٹنوں میں درد ہے اس کو میں سمجھتا ہوں تمھیں علم نہیں ہے۔ کسی کو بھوک لگتی ہے تو اس کو بھوک کا احساس ہوتا ہے، جس کو پیاس لگتی ہے اس کو پیاس کا احساس ہوتا ہے دوسرے کو نہیں۔ تو اگر کوئی زیادہ مخلص ہو اور اللہ تعالیٰ اس پر کوئی ایسی کیفیت طاری کر دے کہ اس کو روشنی نظر آئے وغیرہ تو یہ اس کی حد تک ہو گی۔ ظاہری طور پر لیلۃ القدر کی کوئی نشانی نہیں ہے۔

تو فرمایا اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ بے شک ہم نے نازل کیا ہے اس قرآن پاک کو فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ قدر والی، تعظیم والی رات میں وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ اور آپ کو کس نے بتلایا کہ وہ تعظیم والی رات کیا ہے، احترام والی رات کیا ہے؟ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ وہ تعظیم والی رات بہتر ہے ہزار مہینے سے۔ اللہ تعالیٰ نے ہزار مہینے کی راتوں سے نہیں فرمایا۔ اگر صرف راتیں مراد ہوتیں تو فرماتے خَيْرٌ مِّنْ لَيَالِيْ اَلْفِ شَهْرٍ مہینے فرمایا تو اس میں دن بھی آتے ہیں اور راتیں بھی آتی ہیں۔ ایک طرف ہزار مہینوں کے دنوں کی عبادت، راتوں کی عبادت اور ایک طرف لیلۃ القدر کی ایک رات کی عبادت، یہ ان سے بہتر ہے۔

منکرین حدیث کا رد :

خیر اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ یہ دوسرے پر زیادتی کے لیے آتا ہے، برتری کے لیے آتا ہے۔ تو ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس سے یہ ثابت ہوا کہ تھوڑے وقت

کی عبادت زیادہ وقت کی عبادت سے بڑھ سکتی ہے۔ لہٰذا منکرین حدیث کا یہ کہنا کہ یہ بات عقل کے خلاف ہے کہ تین دفعہ سورہ اخلاص پڑھنے سے پورے قرآن کا ثواب مل جاتا ہے۔ چنانچہ یہ حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ سورہ اخلاص پڑھنے سے تیسرے حصے کا ثواب مل جائے گا۔ جو آدمی تین مرتبہ پڑھے گا اس کو پورے قرآن کا ثواب مل جائے گا۔

اسی طرح حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ جو آدمی فجر کی نماز پڑھنے کے بعد اشراق پڑھ کر جائے گا، اشراق کا وقت طلوع آفتاب کے پندرہ منٹ بعد ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو حج وعمرے کا ثواب عطا فرمائیں گے۔ یہ ترمذی شریف کی روایت ہے۔

منکرین حدیث کہتے ہیں یہ کیا ہوا کہ تھوڑی سی دیر میں حج کا ثواب مل گیا، عمرے کا ثواب مل گیا، تھوڑا سا قرآن پڑھا تو سارے قرآن کا ثواب مل گیا۔ یہ تو عقل کے خلاف ہے۔ اس طرح احادیث کا انکار کرتے ہیں۔ اب تم ان کو اس طرح پکڑو کہ بھئی! تم قرآن کو تو مانتے ہو دل سے نہ سہی مگر زبان سے دعویٰ تو کرتے ہو۔ قرآنِ کریم میں ہے کہ ایک رات کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ ہزار مہینوں کی راتیں بناؤ، دن بناؤ۔ تیس راتیں، تیس دن یا انتیس راتیں، انتیس دن۔ تو ایک رات کی عبادت انتیس ہزار راتوں کی عبادت سے بہتر ہے، انتیس ہزار دنوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ یہ بات ہماری سمجھ میں بھی نہیں آتی تو کیا قرآن کریم کا انکار کردیں؟ معاذ اللہ تعالیٰ (رب تعالیٰ نے یہ چیزیں انعام کے طور پر عطا فرمائی ہیں اس میں عقل کا کیا دخل ہے؟ مرتب: محمد نواز بلوچ)

لہٰذا ان لوگوں کی باتوں میں نہ آنا۔ آج کل منکرین حدیث، کتابیں، رسالے

دھڑا دھڑ شائع کر رہے ہیں اور مفت تقسیم کرتے ہیں۔ کراچی کے بڑے بڑے سیٹھ کچھ گمراہ ہو گئے ہیں وہ ان کو زکوٰۃ وغیرہ دے دیتے ہیں اور یہ کتابیں اور رسالے طبع کرا کے لوگوں میں مفت تقسیم کرتے ہیں۔ ان رسالوں اور کتابوں میں گمراہی ہوتی ہے۔ ہر آدمی ان کی گمراہی نہیں سمجھ سکتا۔ مثلاً: ڈاکٹر عثمان ہے اب وہ فوت ہو گیا ہے۔ اسی طرح غلام احمد پرویز ہے وغیرہ۔ یہ سلسلہ بڑا چل رہا ہے۔ ان کی کتابیں نہ پڑھنا چاہے مفت مل جائیں۔ کیوں کہ آدمی جب کسی کتاب کو مسلسل پڑھتا ہے تو اس کا اثر ہوتا ہے۔ وہ اپنا اثر ذہن پر چھوڑتی ہے اچھی ہو یا بُری۔

اہلِ حق کی کتابیں پڑھو اور قرآن و حدیث کو ذہن پر نہ پرکھو۔ ہاں! اتنی بات ضرور ہے کہ جو حدیث بیان ہوئی ہے وہ صحیح ہو (منسوخ نہ ہو۔) حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو آنکھیں بند کر کے قبول کر لو۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ تین دفعہ قُلْ هُوَ اللهُ پڑھنے سے پورے قرآن کا ثواب مل جاتا ہے۔ مسلم شریف میں موجود ہے، نسائی شریف میں موجود ہے سورۃ اِذَا زُلْزِلَتِ پڑھنے سے نصف قرآن کا ثواب مل جاتا ہے۔ دو دفعہ پڑھنے سے مکمل قرآن کا ثواب مل جاتا ہے۔ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ پڑھنے سے قرآن پاک کے چوتھائی کا ثواب مل جاتا ہے۔ چار دفعہ پڑھنے سے پورے قرآن کا ثواب مل جاتا ہے۔ احادیث صحیح ہیں ہم مانتے ہیں۔ عقل مدار نہیں ہے۔

لیلۃ القدر کی ایک رات ہزار مہینوں کے دنوں اور راتوں سے بہتر ہے۔ پھر لیلۃ القدر ہر علاقے کی اپنی معتبر ہے۔ مثلاً اب ہمارے ہاں دن چڑھ رہا ہے امریکہ میں رات آرہی ہے۔ یہ جو اقانیم سبع ہیں اپنے اپنے علاقے کے اعتبار سے معتبر ہوں گے۔ ہمارے حق میں ہماری ہوں گی اور اُن کے حق میں ان کی ہوں گی۔

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ اترتے ہیں فرشتے وَالرُّوْحُ فِيْهَا اور روح اس میں۔
روح سے مراد روح القدس حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ
جبرئیل علیہ السلام اُترتے ہیں فِي كُبْكُبَةٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ "فرشتوں کے جمگھٹے میں۔"
اور جہاں کہیں کوئی نماز پڑھ رہا ہوتا ہے سلام کرتے ہیں، رحمت بکھیرتے چلے جاتے
ہیں۔آن واحد میں وہ سارے جہان میں گھوم جاتے ہیں۔

یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ لیلۃ القدر کو روحیں آتی ہیں یہ نری خرافات ہیں اس کی
کوئی حقیقت نہیں ہے۔نہ جمعرات کو، نہ شب برأت کو، نہ لیلۃ القدر کو روحیں آتی ہیں، نہ
عید کو آتی ہیں۔(اس سلسلے میں قاضی جگنو نے ایک مستقل کتاب لکھی ہے اور ہندوستان
میں کوئی بزرگ گزرے ہیں جو بدعتی خیال کے تھے۔تمام رطب ویابس انھوں نے جمع کیا
ہے۔اس میں عجیب عجیب حدیثیں گھڑی ہیں۔ایک یہ بھی ہے اِنَّ فِيْ بَطْنِ الْمُؤْمِنِ
زَاوِيَةٌ لَا يَمْلَؤُهَا اِلَّا الْحَلْوَاءُ "کہ مومن کے پیٹ میں ایک خانہ ہے حلوے کے
بغیر اور کوئی چیز اس کو پُر نہیں کرتی۔" اور روحیں آکر حلوا اور کھیر مانگتی ہیں۔حلوے اور کھیر کا
ذکر ضرور اس میں ہے۔بحوالہ: دورہ تفسیر از شیخ سرفراز خان صفدرؒ)

بخاری شریف کی حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس سعادت مند کو جنت میں داخلہ
مل گیا وہ دنیا میں آنے کا ارادہ بھی نہیں کرتا۔جنت کی خوشیاں چھوڑ کر دنیا میں کون آئے گا؟
اور جو مجرم پھنسا ہوا ہے اس کو سیر کے لیے کون چھوڑتا ہے۔دنیا کی حوالات اور جیل سے
نہیں آسکتا دوزخ سے کیسے چھوٹ کر آئے گا؟ ہاں اتنی بات یاد رکھنا! کہ حدیث پاک
میں آتا ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اپنے مُردوں کو پریشان نہ کرنا۔
تمھارے اعمال کبھی کبھی بڑوں کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔ماں باپ، دادا دادی

کے آگے۔ اعمال اچھے ہوں تو وہ خوش ہوتے ہیں اور برے ہوں تو وہ بے چارے غمگین ہوتے ہیں۔ اس کو اس طرح سمجھو کہ ہمیں کوئی آ کر کہے کہ تیرے بیٹے نے اچھا کام کیا ہے تو ہم بڑے خوش ہوں گے اور اگر کہیں کہ برا کام کیا ہے تو پریشان ہوں گے۔ اس سے زیادہ وہ پریشان ہوں گے کہ وہ عین الیقین کو پہنچ چکے ہیں۔ تو روحیں دنیا میں نہیں آتیں۔ ان کو کبھی کبھی حالات سے آگاہ کیا جاتا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب کوئی فوت ہوتا ہے تو روحیں آپس میں ملتی ہیں اور پوچھتی ہیں کہ فلاں کا کیا حال ہے۔ جانے والا بتلاتا ہے کہ فلاں کا یہ حال ہے، فلاں کا یہ حال ہے۔ اور اگر وہ دوسری طرف چلا گیا ہو تو وہ کہتا ہے کہ وہ تو کافی عرصے کا آچکا ہے تمھارے پاس نہیں پہنچا؟ وہ کہتے ہیں نہیں پہنچا۔ پھر وہ دوسری طرف چلا گیا ہے۔

تو فرمایا فرشتے اُترتے ہیں اور روح القدس اُترتے ہیں بِإِذْنِ رَبِّهِمْ اپنے رب کے اِذن سے مِنْ كُلِّ أَمْرٍ سَلَامٌ هِيَ ہر معاملے میں سلامتی ہوتی ہے، ہر قسم کی سلامتی کا حکم ہوتا ہے اس رات حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ فجر کے طلوع ہونے تک۔ غروب آفتاب سے لے کر طلوع فجر تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اس میں کوئی تلاوت کرے، نماز پڑھے، صدقہ خیرات کرے، جو بھی نیکی کرے گا اس رات کا ثواب حاصل ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس رات کی عبادت ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سُورۃ البیّنۃ

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتها ۸ ۹۸ سُوْرَۃُ الْبَیِّنَۃِ مَدَنِیَّۃٌ ۱۰۰ رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَمْ یَكُنِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ الْمُشْرِكِیْنَ مُنْفَكِّیْنَ حَتّٰی تَاْتِیَهُمُ الْبَیِّنَةُۙ۝۱ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةًۙ۝۲ فِیْهَا كُتُبٌ قَیِّمَةٌؕ۝۳ وَ مَا تَفَرَّقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنَةُؕ۝۴ وَ مَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۙ۬ حُنَفَآءَ وَ یُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَ ذٰلِكَ دِیْنُ الْقَیِّمَةِؕ۝۵ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ الْمُشْرِكِیْنَ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاؕ اُولٰٓىِٕكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِیَّةِؕ۝۶ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِۙ اُولٰٓىِٕكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِؕ۝۷ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًاؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ۠۝۸ ع ۲۲

لَمْ یَكُنِ الَّذِیْنَ نہیں تھے وہ لوگ كَفَرُوْا جنھوں نے کفر اختیار کیا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اہل کتاب میں سے وَ الْمُشْرِكِیْنَ اور مشرکین میں سے مُنْفَكِّیْنَ باز آنے والے حَتّٰی تَاْتِیَهُمُ الْبَیِّنَةُ

یہاں تک کہ آجائے ان کے پاس واضح دلیل رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ (وہ بینہ) اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول ہے یَتْلُوْا پڑھتا ہے صُحُفًا مُّطَهَّرَةً پاکیزہ صحیفے فِيْهَا ان میں لکھی ہوئی ہیں كُتُبٌ قَيِّمَةٌ کتابیں مضبوط وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اور نہیں پھوٹ ڈالی اُن لوگوں نے اُوْتُوا الْكِتٰبَ جن کو دی گئی کتاب اِلَّا مگر مِنْۢ بَعْدِ مَا بعد اس کے جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ آگئی اُن کے پاس واضح دلیل وَمَآ اُمِرُوْٓا اور نہیں حکم دیا گیا اُن کو اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مگر یہ کہ عبادت کریں اللہ تعالیٰ کی مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ خالص کرنے والے ہوں اس کے لیے دین کو حُنَفَآءَ یک سو ہونے والے ہیں وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اور قائم کریں نماز وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ اور ادا کریں زکوٰۃ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ اور یہی دین مضبوط ہے اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر اختیار کیا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اہل کتاب میں سے وَالْمُشْرِكِيْنَ اور مشرکوں میں سے فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ جہنم کی آگ میں ہوں گے خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ہمیشہ رہیں گے اس دوزخ میں اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ یہ لوگ ساری مخلوق میں سے بدتر ہیں اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ یہ لوگ ساری مخلوق میں سے بہتر ہیں جَزَآؤُهُمْ اُن کا بدلہ

عِنْدَ رَبِّهِمْ اُن کے رب کے ہاں جَنّٰتُ عَدْنٍ رہنے کے باغات ہیں تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ جاری ہیں اُن کے نیچے نہریں خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ رہیں گے اُن میں اَبَدًا ہمیشہ ہمیشہ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ راضی ہو چکا اللہ تعالیٰ اُن سے وَرَضُوْا عَنْهُ اور وہ راضی ہو چکے اللہ تعالیٰ سے ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ یہ اُس شخص کے لیے ہے جو ڈرتا ہے اپنے رب سے۔

نام اور کوائف:

اس سورت کا نام ہے سورۃ البینہ۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ نزول کے اعتبار سے اس کا سواں "۱۰۰" نمبر ہے۔ اس سے پہلے ناتویں "۹۹" سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا ایک رکوع اور آٹھ "۸" آیتیں ہیں۔

رب نے پیچیدہ بیماریوں کے لیے ماہر حکیم اعلیٰ دوا کے ساتھ بھیجا:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سورت میں ایک سخت شکل کو بیان فرمایا ہے۔ سمجھانے کے لیے میں عرض کرتا ہوں۔ جسمانی بیماریوں میں سے بعض بیماریاں ایسی ہوتی ہیں کہ بیمار خود سمجھتا ہے کہ میں بیمار ہوں، مجھے تکلیف ہے۔ اور بعض بیماریاں ایسی ہوتی ہیں کہ بیمار کو پتا نہیں چلتا ڈاکٹر اور حکیم بتلاتے ہیں کہ تجھے یہ بیماری ہے۔ اور بعض ایسی پیچیدہ بیماریاں ہوتی ہیں کہ جو ڈاکٹر اور حکیم کی سمجھ میں بھی نہیں آتیں۔ پھر یہ بھی ہے کہ معمولی بیماری کے لیے معمولی دوا کفایت کر جاتی ہے اور پیچیدہ بیماری کا نہ تو معمولی دوا سے آرام

آتا ہے اور نہ معمولی ڈاکٹر کام آتا ہے۔ ایسی بیماری کے لیے ماہر ڈاکٹر اور ماہر حکیم کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور تشخیص کے بعد ایسی بیماری کے لیے قیمتی دوا کی ضرورت ہوتی ہے کہ بیماری جڑ سے اُکھڑ جائے۔ عام دوا کفایت نہیں کرتی۔

اسی طرح سمجھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تشریف لائے ہیں اُس وقت مشرکین عرب کی جو اپنے آپ کو ابراہیمی کہلواتے تھے اور اہل کتاب یہود و نصاریٰ میں کفر و شرک کی بیماریاں، بدعات اور رسومات کی بیماریاں اُن میں یوں جڑ پکڑ چکی تھیں کہ (وہ ان کو بیماریاں ہی نہیں سمجھتے تھے۔) معمولی حکیم اور معمولی ڈاکٹر اُن کے لیے کافی نہیں تھا اور نہ ہی معمولی نسخہ سے اُن کو آرام آسکتا تھا۔ یہ بیماریاں اُن کی رگ رگ میں رچی ہوئی تھیں جنھوں نے اُن کے جسموں کو کھوکھلا کر دیا تھا۔ وہ اُس وقت تک ٹھیک نہیں ہو سکتے تھے جب تک قابل ترین حکیم اور ڈاکٹر اُن کی بیماریوں کی تشخیص کر کے اُن کو قیمتی دوائی نہ کھلاتا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جتنے روحانی ڈاکٹر اور حکیم بھیجے ہیں اُن تمام روحانی معالجوں میں سے سب سے بڑے ماہر معالج اور حکیم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اُن کے علاج کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا۔ اور روحانی علاج کے لیے جتنی دوائیں ہیں ان تمام دواؤں میں سب سے اعلیٰ دوا، سب سے بڑی دوا قرآن کریم ہے۔ جو اس وقت ہمارے سامنے ہے وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ﴿یونس: ۵۷﴾ "اور شفا ہے اس کے لیے جو سینوں میں (روگ) ہیں۔"

باطنی بیماریوں کا واحد علاج قرآن پاک ہے۔ اور ظاہری بیماریوں کے لیے بھی شفا ہے بہ شرطے کہ یقین کامل ہو۔ مگر آج ایک تو ہمارا یقین کمزور ہے، خوراک ہماری

حلال کی نہیں ہے، زبانیں ہماری پاک نہیں ہیں، دل ہمارے پاک نہیں ہیں، دماغ ہمارے پاک نہیں، دانت ہمارے پاک نہیں، اس لیے ہم جب پڑھ کر دم کرتے ہیں تو فائدہ نہیں ہوتا۔ ورنہ قرآن کریم میں آج بھی وہی اثر ہے۔

دم اور تعویذ پر اُجرت لینا جائز ہے، ایک واقعہ :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیس صحابہ ایک مہم پر روانہ فرمائے۔ ان میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا فرمائی۔ واپس آتے ہوئے ایک گاؤں میں پہنچے، رات گزارنی تھی۔ اُن لوگوں نے پوچھا تم کون ہو؟ انھوں نے بتلایا کہ ہم مدینہ طیبہ کے رہنے والے ہیں اور مسلمان ہیں۔ کہنے لگے اچھا تم ہمارے گاؤں کو ناپاک کرنے آئے ہو ہم تمھیں نہیں رہنے دیں گے۔ اُنھوں نے قصبے میں نہ رہنے دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قصبے سے باہر ڈیرا لگالیا۔ رات گزارنی تھی۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ قصبے کے سردار کو سانپ نے کاٹ لیا۔ وہاں جتنے معالج تھے ان کو بلایا مگر فائدہ نہ ہوا۔ مجبوراً انھوں نے کہا کہ جن لوگوں کو ہم نے رات یہاں رہنے نہیں دیا تھا اُن کے پاس جاؤ شاید اُن میں کوئی دم والا ہو۔ اِن کے پاس آکر اُنھوں نے کہا فَهَلْ فِيكُمْ مِّنْ رَاقٍ "کیا تم میں کوئی دم کرنے والا ہے؟" حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں! لیکن میں تیس بکریاں معاوضہ لوں گا۔ کیوں کہ تیس آدمی تھے۔ خیال ہوا کہ ایک ایک تو مل جائے۔

بخاری شریف کی روایت ہے تیس بکریاں طے ہوئیں۔ انھوں نے جا کر سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا تو وہ ایسے ہو گیا جیسے اس کو تکلیف تھی ہی نہیں۔ تیس موٹی موٹی بکریاں ان سے لے لیں۔ بعض ساتھیوں نے کہا کہ یہیں تقسیم کر لو۔ دوسروں نے کہا نہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ کر دریافت کریں کہ یہ ہمارے لیے جائز بھی ہیں یا نہیں؟ چنانچہ مدینہ طیبہ پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے واقعہ بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بالکل ٹھیک کیا ہے۔

مسئلہ: دم اور تعویذ پر اُجرت لینا بالاتفاق جائز ہے چاہے جتنی مرضی کوئی لے۔ ہاں! ہمارے اکابر نے ہمیں دو سبق دیے ہیں۔ ایک یہ کہ امیر کے گھر نہیں جانا فقیر کا دروازہ بہتر ہے۔ دوسرا یہ کہ کسی سے مانگنا نہیں ہے، نہ اشارہ، نہ کنایہ۔ اپنی خوشی سے کوئی دے دے تو لے لو۔ الحمد للہ! ہم نے اپنے بزرگوں کی نصیحت پر عمل کیا ہے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے واقعہ پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا حصہ بھی نکالو۔ اس میں لالچ وطمع نہیں تھا صرف اُن کا ذہن صاف کرنا تھا کہ اگر اس میں ذرا بھی خرابی ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی نہ لیتے۔ کیوں کہ پیغمبروں کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے یَاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ﴿المومنون: ۵۱﴾ "اے رسولو! کھاؤ پاکیزہ چیزوں سے اور عمل کرو نیک۔" تو خیر قرآن کریم ظاہری بیماریوں کے لیے بھی شفا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا نہیں تھے وہ لوگ جنھوں نے کفر اختیار کیا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ یہودیوں اور عیسائیوں میں وَالْمُشْرِكِيْنَ اور مشرکوں میں سے۔ قریش عرب جو اپنے آپ کو موحد سمجھتے تھے مگر تھے مشرک۔ نہیں تھے یہ سارے مُنْفَكِّيْنَ باز آنے والے، اپنی بُرائی سے جدا ہونے والے حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ یہاں تک کہ آئے ان کے پاس واضح دلیل۔ وہ بینہ کیا ہے؟ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول۔ ایسا رسول جو تمام رسولوں کا امام اور ساری

کائنات سے افضل۔ تب انھوں نے اپنی عادت کو چھوڑنا تھا۔ بیماریاں سخت اور پیچیدہ تھیں ماہر حکیم کی ضرورت تھی۔ نسخہ کیا ہے؟ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً پڑھتا ہے پاکیزہ صحیفے۔ ایسے مضمون جو بڑے پاکیزہ ہیں۔ قرآن پاک کی ہر سورت ایک صحیفہ ہے فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ان میں لکھی ہوئی باتیں بڑی قیمتی ہیں، مضبوط ہیں۔ پیغمبر سب سے اعلیٰ اور نسخہ سب سے بہترین۔ یہ قرآن جو تمھارے سامنے ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف نہ لاتے قرآن نازل نہ ہوتا تو یقیناً ان لوگوں نے کفر و شرک سے باز نہیں آنا تھا۔ بیماری بڑی تھی علاج کے لیے حکیم بھی بڑا اچھا ہے تھا اور نسخہ بھی بہترین درکار تھا۔

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اور نہیں پھوٹ ڈالی اُن لوگوں نے جن کو دی گئی کتاب اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ مگر بعد اس کے کہ آگئی اُن کے پاس واضح دلیل۔ رسول اللہ آ گیا۔ محض اپنی نفسانی خواہشات کی وجہ سے تفرقہ ڈالا آخری پیغمبر کے آجانے کے بعد۔ یہ پیغمبر ان کو وہی سبق دیتا ہے جو پہلی کتابوں میں موجود تھا۔ تورات، انجیل، زبور رب تعالیٰ کی سچی کتابیں تھیں۔ ان تمام کتابوں میں ہدایت تھی، عقیدہ تھا، اخلاقی معاملات تھے، آخری پیغمبر کی نشانیاں تھیں۔

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ اور نہیں حکم دیا گیا اُن کو مگر یہ کہ عبادت کریں اللہ تعالیٰ کی مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ خالص کرتے ہوئے اس کے لیے دین کو۔ ان کو صرف رب تعالیٰ کی عبادت کا حکم تھا مگر انھوں نے اپنے مولویوں اور پیروں کو رب بنالیا تھا اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ﴿توبہ:۳۱﴾ "بنالیا انھوں نے اپنے مولویوں اور پیروں کو رب اللہ تعالیٰ کے سوا اور مسیح ابن مریم کو۔" مولویوں اور پیروں کی بات کو آسمانی دلیل کے بغیر صحیح سمجھ لیتے تھے اور عیسیٰ علیہ السلام کی پوجا

شروع کردی۔

حُنَفَآءَ حنیف کی جمع ہے۔ حنیف کا معنیٰ ہے یک سو ہونے والا۔ تمام غلط راستوں کو چھوڑ کر سیدھے راستے پر چل پڑے۔ باطل عقائد اور نظریات کو چھوڑ کر صحیح بات کو لینے والا حنیف ہے۔ توحید کے لیے یکسو ہونے والا۔ تو حُنَفَآءَ کا معنیٰ ہوگا یکسو ہونے والے ہیں وَيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ اور قائم کریں نماز۔ لیکن ان لوگوں نے کیا کیا؟ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ ﴿مریم:۵۹﴾ "ضائع کردی انھوں نے نماز اور خواہشات کی پیروی کی۔"

آج مسلمانوں کا بھی یہی حال ہے۔ مسلمان کہلانے والوں میں پابندی کے ساتھ نماز پڑھنے والے کتنے ہیں؟ اور کچھ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ توبہ کرلیں گے سب کچھ معاف ہو جائے گا۔ میں کئی مرتبہ یہ مسئلہ سمجھا چکا ہوں کہ نماز، روزہ اور جتنے ارکان اسلام ہیں ایک ارب مرتبہ توبہ کرنے سے بھی معاف نہیں ہوں گے چاہے کعبۃ اللہ میں جا کر توبہ کرو۔ جب تک ان کی قضا نہیں ہوگی معافی نہیں ہے۔ تمام فقہاء، تمام محدثین کا اتفاقی مسئلہ ہے لہٰذا مغالطے میں نہ آنا۔ اپنے گھروں میں یہ مسئلہ واضح کرو، عورتوں کو بھی سمجھاؤ۔ بالغ ہونے کے بعد جس کے ذمہ نماز ہے وہ آج سے ہی اس کی قضا شروع کر دے۔ نوجوانوں کے لیے تو یہ مسئلہ آسان ہے کہ ابھی ابھی بالغ ہوئے ہیں مصیبت تو بوڑھوں کے لیے ہے۔ ایسے لوگ بھی میرے محلے میں رہتے ہیں جن کو میں نے کبھی سجدہ کرتے نہیں دیکھا۔ مجھ سے بھی زیادہ عمر کے ہیں۔ ان سے کہو تو کہتے ہیں اچھا جی! فطرت ہی ایسی بن گئی ہے۔

تو بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ نماز توبہ کے ساتھ معاف نہیں ہوتی وَيُؤْتُوا

الزَّکٰوۃَ اور زکوٰۃ ادا کریں۔ یہ بھی ان کو حکم تھا وَذٰلِکَ دِیْنُ الْقَیِّمَۃِ اور یہی سیدھا دین ہے۔ اس کے بعد فرمایا نافرمانوں کا نتیجہ بھی سن لو! اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر اختیار کیا اہل کتاب میں سے، یہود و نصاریٰ میں سے وَالْمُشْرِکِیْنَ اور مشرکوں میں سے۔ عرب کے مشرکوں میں یا دنیا کے مشرکوں میں سے، سب کے سب فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ جہنم کی آگ میں ہوں گے۔ پھر جہنم میں جانے کے بعد خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے اُولٰٓئِکَ ھُمْ شَرُّ الْبَرِیَّۃِ۔ بَرِیّہ کا معنیٰ ہے مخلوق۔ یہ لوگ ساری مخلوق میں سے بدتر ہیں۔ کتا، بلی، خنزیر، چوہا وغیرہ جن سے لوگ نفرت کرتے ہیں یہ ان سے بھی بدتر ہیں۔ چاہے ان کی قد و قامت، شکل و صورت اچھی کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ بدترین مخلوق ہیں۔

بر خلاف اس کے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کیے اچھے اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ یہ لوگ ساری مخلوق میں سے بہتر ہیں۔ ان کے لیے بدلہ کیا ہوگا؟ جَزَآؤُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ اُن کا بدلہ اُن کے رب کے ہاں جَنّٰتُ عَدْنٍ رہنے کے باغات ہیں۔ یہ باغ ہمیشہ رہنے والے ہیں کبھی خشک نہ ہوں گے اور نہ ان کے پتے جھڑیں گے، ان کے میوے بھی ختم نہیں ہوں گے لَا مَقْطُوْعَۃٍ وَّلَا مَمْنُوْعَۃٍ "نہ قطع کیے جائیں گے نہ روکے جائیں گے۔" ہمیشہ ہمیشہ ہوں گے تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ جاری ہیں اُن باغوں کے نیچے نہریں خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا رہیں گے اُن میں ہمیشہ ہمیشہ۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے جو بہتر ہوں گے وہ ان باغوں میں رہیں گے۔ جو سعادت مند ایک دفعہ داخل ہو گیا پھر اس کے نکلنے کا وہاں سے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَ

رَضُوْا عَنْهُ اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو چکا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو چکے۔ دنیا میں اخلاقی لحاظ سے سندیں دی جاتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی رضا سے بڑی کوئی سند نہیں ہے۔ یہ وعدہ کن لوگوں سے ہے؟ فرمایا ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ یہ اُس شخص کے لیے ہے جو ڈرتا ہے اپنے رب سے۔ چاہے گورا ہے، چاہے کالا ہے، عربی ہے، چاہے عجمی ہے، موٹا ہے یا پتلا ہے اور دنیا کے جس حصے میں بھی رہتا ہے رب تعالیٰ کی رضا کا پروانہ اس کو حاصل ہوگا۔ لہٰذا ہر ایک کو اپنی آخرت بہتر کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُوْرَةُ الزِّلْزَالِ

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتها ۸ ۹۹ سُورَةُ الزِّلْزَالِ مَدَنِيَّةٌ ۹۳ رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝۱ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۝۲ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۝۳ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۝۴ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۝۵ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۝۶ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝۷ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝۸

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ جب ہلا دی جائے گی زمین زِلْزَالَهَا اس کا ہلایا جانا وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اور نکال دے گی زمین اَثْقَالَهَا اپنے بوجھ وَقَالَ الْاِنْسَانُ اور کہے گا انسان مَا لَهَا اس کو کیا ہو گیا ہے يَوْمَئِذٍ اس دن تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا بیان کرے گی زمین اپنی خبریں بِاَنَّ رَبَّكَ اس لیے کہ بے شک تیرے رب نے اَوْحٰى لَهَا اس کو حکم دیا ہے يَوْمَئِذٍ اس دن يَّصْدُرُ النَّاسُ لوٹیں گے لوگ اَشْتَاتًا گروہ گروہ ہو کر لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ تاکہ دکھائے جائیں ان کو ان کے اعمال فَمَنْ يَّعْمَلْ پس جس نے عمل کیا مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ذرہ برابر خَيْرًا نیکی کا يَّرَهٗ دیکھ لے گا اس کو

وَمَنْ يَّعْمَلْ اور جس نے عمل کیا مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ذرہ برابر شَرًّا برائی کا يَّرَهٗ دیکھ لے گا اُس کو۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ الزلزال ہے۔ زلزال کا لفظ پہلی آیت کریمہ ہی میں موجود ہے۔ جس سے یہ نام لیا گیا ہے۔ یہ سورت مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی ہے۔ نزول کے اعتبار سے اس کا اسّی ﴿۸۰﴾ نمبر ہے۔ اس سے پہلے اُناسی ﴿۷۹﴾ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا ایک رکوع اور آٹھ ﴿۸﴾ آیتیں ہیں۔

قرآن کریم میں تین بنیادی عقیدے بیان ہوئے ہیں۔ توحید، رسالت، قیامت۔ تو عقائد کا تیسرا حصہ اس سورت میں ہے۔ سورۂ اخلاص میں اللہ تعالیٰ نے توحید کا مسئلہ بیان فرمایا ہے۔ عقائد میں سے تیسرا حصہ اس میں ہے۔ لہٰذا اس کے پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ بطور انعام کے قرآن کریم کے تیسرے حصے کا ثواب عطا فرماتے ہیں۔ یعنی جس شخص نے ایک دفعہ سورۃ قُلْ هُوَ اللّٰهُ پڑھی اس کو دس پاروں کا ثواب مل گیا۔ دو دفعہ پڑھی تو بیس پاروں کا ثواب مل گیا اور جس نے تین مرتبہ پڑھی اس کو پورے قرآن کا ثواب مل گیا۔

اور سورت قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ پڑھنے سے ربع قرآن یعنی چوتھائی کا ثواب مل جاتا ہے۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے شرک کا رد فرمایا ہے۔ اور توحید اس وقت تک سمجھ نہیں آسکتی جب تک شرک کا مفہوم سمجھ نہ آئے۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے اَلشِّرْكُ اخفى مِنْ دَبِيْبِ النَّمْلِ "شرک کی بعض اقسام ایسی ہیں کہ اُن کی چال چیونٹی سے مخفی ہے۔" ہر آدمی اُن کو نہیں سمجھ سکتا۔

چنانچہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور کہنے لگا حضرت! اگر رات میرے پاس تلوار نہ ہوتی تو ڈاکو مجھے لوٹ لیتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا شرک نہ کر شرک بری شے ہے۔ تجھے یہ کہنا چاہیے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی امداد نہ ہوتی اور عالم اسباب میں یہ تلوار نہ ہوتی تو ڈاکو مجھے لوٹ لیتے۔ تو نے رب تعالیٰ کا نام ہی نہیں لیا۔ تو پہلے شرک کی حقیقت کو سمجھے گا پھر توحید سمجھ آئے گی۔

سورۃ الزلزال کی فضیلت :

سورت اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ کے متعلق فرمایا کہ اس کے پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ نصف قرآن کا ثواب عطا فرمائیں گے۔ یہ سورتیں چھوٹی ہیں مگر ان کا اجر زیادہ ہے۔ یہ سورتیں ہر مسلمان مرد عورت کو یاد کرنی چاہئیں۔ یہ سورت دو مرتبہ پڑھنے سے پورے قرآن کا ثواب مل جاتا ہے۔

مستدرک حاکم میں روایت ہے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے کہ ایک آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس کہا اُس نے مجھے پڑھائیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا اس کو ذوات الرٰ اسورتوں میں سے کوئی پڑھا دیں۔ اس نے عرض کیا حضرت! میں بوڑھا ہوں زبان ٹھیک نہیں چلتی، حافظہ بھی کمزور ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ذوات حم میں سے کوئی سورت پڑھا دو۔ اُس نے پھر وہی کہا جو پہلے کہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کو سورۃ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا پڑھا دو۔ جب وہ پڑھ کے فارغ ہوا تو اس نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اس پر زیادتی نہیں کروں گا۔ پھر جب وہ آدمی واپس گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ آدمی کامیاب ہوگیا، یہ آدمی کامیاب ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا جب ہلا دی جائے گی زمین اس کا ہلایا جانا۔ جس وقت زمین پر زلزلہ طاری کر دیا جائے گا اس کا زلزلہ وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا اور نکال دے گی زمین اپنے بوجھ۔ زلزلہ طاری ہوگا اور حضرت اسرافیل علیہ السلام بگل پھونکیں گے۔ ساری دنیا تباہ ہو جائے گی۔ دوبارہ پھر بگل پھونکیں گے تو سارے اپنی قبروں میں سے اور جہاں کہیں بھی کوئی ہوگا نکل پڑیں گے۔ زمین پہلے زلزلے سے پہلے اپنے سارے بوجھ نکال دے گی۔

قربِ قیامت زمین اپنے دفینے اُگل دے گی :

مسلم شریف میں روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک وقت آئے گا زمین اپنے دفینے اور خزانے باہر نکال دے گی۔ سونے کے پہاڑ نکلیں گے، چاندی کے پہاڑ نکلیں گے، پٹرول، ڈیزل، سوئی گیس زمین سے نکل آئیں گی۔ پہلے ان چیزوں کو کون جانتا تھا؟

تو زمین میں جو دفینے ہیں وہ سب نکل آئیں گے۔ محشر والے دن اللہ تعالیٰ مخلوق کے سامنے سونے چاندی کے ڈھیر لگا دیں گے۔ قاتل کو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے جانتا ہے یہ کیا ہے؟ وہ کہے گا اے پروردگار! یہ سونے کا پہاڑ ہیں، یہ چاندی کا پہاڑ ہے۔ اس کے لیے میں نے آدمیوں کو قتل کیا۔ چور کہے گا اس سونے چاندی کے بدلے میرے ہاتھ کاٹے گئے، قطع رحمی کرنے والا کہے گا اس سونے چاندی کی وجہ سے میں نے قطع رحمی کی۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے اب اُٹھا لے جتنا اُٹھا سکتا ہے۔ کہے گا اے پروردگار! اب میں نے اس کا کیا کرنا ہے؟ تو زمین اپنے خزانے نکال دے گی۔

مسلم شریف کی روایت ہے دریائے فرات اپنا رخ بدل لے گا۔ اس کے نیچے

سے سونے کے پہاڑ نکل آئیں گے۔ اس سونے کے لیے لڑائیاں ہوں گی سو میں سے ننانوے قتل ہو جائیں گے ایک زندہ بچے گا۔ ہر ایک کے ذہن میں یہ ہوگا کہ وہ بچنے والا میں ہوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دریائے فرات کے رخ بدلنے سے نیچے سے سونا ظاہر ہوگا، نظر آئے گا۔ اس کے قریب نہ جانا۔ سونا تو لینا ہوگا فائدے کے لیے اور ننانوے نے قتل ہو جانا ہے لینے والا تو ایک خوش قسمت بچے گا۔ اس وقت تو سونے پر قبضہ یہودیوں کا ہے۔

دورۂ افریقہ اور یہود کے سونے کے کارخانے:

گزشتہ سال ساتھی مجھے جنوبی افریقہ لے گئے۔ بہت بڑا ملک ہے، بڑا وسیع رقبہ ہے۔ وہاں سونے کے بڑے بڑے کارخانے ہیں۔ ایک کارخانے کے بارے میں ساتھیوں نے بتلایا کہ یہاں سفید سونا صاف کرتے ہیں۔ سرخ سونے سے اس کی قیمت زیادہ ہے۔ اگر سرخ سونا ایک روپے کا ہے تو یہ سوا روپے کا ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں مزدور کام کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ کوئی کارخانہ کسی مسلمان کا بھی ہے؟ کہنے لگے نہیں سارے یہودیوں کے ہیں۔

اور یہ بھی بتایا کہ ان کارخانوں کے مالکوں کی کچھ عرصہ پہلے میٹنگ ہوئی تھی جس میں اُنھوں نے اتفاق رائے کے ساتھ فیصلہ کیا کہ ان کارخانوں میں اتنا مال ہم نے مسلمانوں کے ذہن بدلنے کے لیے اور ان کو تباہ کرنے کے لیے خرچ کرنا ہے۔ چنانچہ مختلف شہروں میں انھوں نے ریڑھوں کا انتظام کیا کہ اُن پر گانے چلا کے وہ پھرتے رہیں چاہے اُن سے کوئی سودا لے یا نہ لے بس وہ گانے لگا کر بازاروں میں، گلیوں میں، پھرتے رہیں۔ لوگوں کو گانے سنا کر اُن کا ذہن خراب کیا جائے۔ ان ریڑھوں کا سا،

خرچہ یہودی دیتے تھے۔ (آج کل وہ یہ سارا کام میڈیا سے لے رہے ہیں۔) اور مسلمانوں کے اخلاق تباہ کر رہے ہیں۔ اور ہم لوگ خواب غفلت میں سوئے ہوئے ہیں۔ یہ بہت خبیث قومیں ہیں اور مسلمان غافل ہے اور حق سے ہٹتا جا رہا ہے۔

تو فرمایا زمین اپنے بوجھ نکال دے گی وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا اور کہے گا انسان حیرت سے اس کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ سب کچھ اُگل رہی ہے۔ پہلی دفعہ بگل پھونکنے سے ہر شے فنا ہو جائے گی۔ پھر دوسری دفعہ اسرافیل علیہ السلام بگل پھونکیں گے تو سارے انسان بن کر نکل آئیں گے۔ چاہے وہ قبروں میں ہیں، چاہے درندے کھا گئے، چاہے مچھلیوں کے پیٹ میں ہیں، چاہے جل کر راکھ بن گئے ہیں۔

آج اسٹیشن پر جاؤ جگہ نہیں ملتی۔ بازاروں میں رش ہے، مارکیٹ میں پاؤں دھرنے کی جگہ نہیں، ہسپتالوں میں آدم ہی آدم ہے۔ اور میدان محشر میں اول تا آخر انسان، حیوان، کیڑے مکوڑے، سارے جمع ہوں گے۔ وہ کتنا بڑا میدان ہوگا؟ اس سے اندازہ لگاؤ وہ کتنا بڑا میدان ہوگا۔ کافروں کے لیے وہ بڑا سخت ہوگا لیکن مومنوں کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ "نہیں غم میں ڈالے گی اُن کو بڑی گھبراہٹ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ﴿الانبیاء: ۱۰۳﴾ اور ملیں گے ان سے فرشتے، سلام کریں گے۔" تو مومنوں کے لیے اس دن کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ بے ایمانوں، کافروں، منافقوں، بے نمازوں اور روزے خوروں، شرابیوں، زانیوں، بدمعاشوں اور غنڈوں کے لیے سخت ہوگا۔

يَوْمَئِذٍ اُس دن تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا زمین بیان کرے گی اپنی خبریں کہ اے پروردگار! اس مرد نے، اس عورت نے مجھ پر یہ کام کیا تھا۔ جہاں نماز پڑھی، جہاں

قرآن کریم پڑھا، جہاں درود شریف پڑھا، جہاں ذکر کیا، جہاں زنا کیا، جہاں شراب پی، جہاں جو بھی کام کیا ہے اچھا یا برا زمین کا وہ حصہ بول کر بتائے گا اور ایسے بولے گا جیسے ایک آدمی بولتا ہے۔ زمین کیوں بولے گی؟ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا اس لیے کہ آپ کے رب نے اس کو حکم دیا ہے۔ اسی طرح یہ ہاتھ پاؤں آج ہمارے ساتھ نہیں بولتے قیامت والے دن بولیں گے۔ بدن کا ایک ایک عضو بولے گا۔ جلد بولے گی۔

جب اللہ تعالیٰ بندے سے پوچھیں گے اے بندے! تو نے یہ کام کیا ہے تو وہ انکار کرے گا جھوٹ بولے گا۔ مثلاً: مشرک کہے گا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴿الانعام: ۲۳﴾ "قسم ہے اللہ تعالیٰ کی جو ہمارا پروردگار ہے نہیں تھے ہم شرک کرنے والے۔" اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ "دیکھو! کیسا جھوٹ بولا ہے انھوں نے اپنی جانوں پر۔" معلوم ہوا مشرک بڑا ڈھیٹ ہے قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت میں بھی جھوٹ بولنے سے باز نہیں آئے گا۔ پھر ان کی زبانوں پر مہر لگ جائے گی اور ہاتھ پاؤں بولیں گے۔ سورۃ یٰسین آیت نمبر ۶۵ میں ہے اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ "آج ہم مہر لگا دیں گے ان کے مونہوں پر اور کلام کریں گے ہمارے سامنے ان کے ہاتھ اور گواہی دیں گے ان کے پاؤں جو کچھ وہ کماتے تھے۔" کیوں کہ ان کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا۔

يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اس دن لوٹیں گے لوگ اللہ تعالیٰ کی عدالت سے اَشْتَاتًا شَتٌّ کی جمع ہے شَتٌّ کا معنیٰ ہے فرقہ، گروہ۔ گروہوں کی شکل میں اللہ تعالیٰ کی عدالت سے لوٹیں گے۔ کوئی جنت کی طرف جائے گا اور کوئی دوزخ کی طرف۔ ایک یہودیوں کا گروہ ہوگا، ایک عیسائیوں کا گروہ ہوگا، ایک ہندوؤں کا، ایک سکھوں کا۔ پھر

مزید ان میں تقسیم کہ کوئی چوروں کا، کوئی ڈاکوؤں کا، کوئی قاتلوں کا۔

مسلمانوں میں نمازیوں کا گروہ، حاجیوں کا گروہ، روزے داروں کا گروہ۔ تو الگ الگ گروہوں کی شکل میں لوٹیں گے لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ تاکہ دکھائے جائیں ان کو ان کے اعمال یعنی ان کے اعمال کا نتیجہ ان کو دکھایا جائے۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ پس جس نے عمل کیا ذرہ برابر خَيْرًا يَّرَهٗ نیکی کا، اُس کو دیکھ لے گا۔ عربی زبان میں ذرہ کے دو معنیٰ آئے ہیں۔ ایک سرخ رنگ کی جو چھوٹی سی چیونٹی ہوتی ہے اس کو ذرہ کہتے ہیں۔ عربی جس کسی شے کی قلت کو بیان کرتے تھے تو کہتے تھے کہ اس چیونٹی سے بھی چھوٹی ہے۔ دوسرا معنیٰ: ہوا میں جو چھوٹے چھوٹے ذرے اُڑتے ہیں روشنی میں روشن دان سے نظر آتے ہیں ان کو ذرہ کہتے ہیں۔ مراد اس سے مقدار شے ہے۔ تو جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی قیامت والے دن اس کو دیکھ لے گا وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ اور جس نے عمل کیا ذرہ برابر شَرًّا يَّرَهٗ برائی کا دیکھ لے گا اُس کو۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اِيَّاكِ وَ مُحَقِّرَاتِ الذُّنُوْبِ "یاد رکھنا! کسی گناہ کو ہلکا اور حقیر نہ سمجھنا۔ اس کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے باز پرس ہوگی۔" تو محشر والے دن آدمی چھوٹی سے چھوٹی نیکی بھی دیکھ لے گا اور چھوٹی سے چھوٹی بدی بھی دیکھ لے گا۔ یہ بات بندے کو ہر وقت یاد رکھنی چاہیے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تفسیر

سُورَۃُ العَادِیَات

(مکمل)

آیاتھا ۱۱ ۱۰۰ سُورَۃُ الْعٰدِیٰتِ مَکِّیَّۃٌ ۱۴ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا ﴿۱﴾ فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا ﴿۲﴾ فَالْمُغِیْرٰتِ صُبْحًا ﴿۳﴾ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ﴿۴﴾ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ﴿۵﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ﴿۶﴾ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِیْدٌ ﴿۷﴾ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ ﴿۸﴾ اَفَلَا یَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ ﴿۹﴾ وَحُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْرِ ﴿۱۰﴾ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ یَوْمَئِذٍ لَّخَبِیْرٌ ﴿۱۱﴾ ع ۱/۲۵

وَالْعٰدِیٰتِ قسم ہے اُن گھوڑوں کی جو دوڑتے ہیں ضَبْحًا ہانپتے ہوئے فَالْمُوْرِیٰتِ پھر آگ سلگانے والوں کی قَدْحًا ٹاپ مار کر فَالْمُغِیْرٰتِ پھر اُن کی جو غارت ڈالنے والے ہیں صُبْحًا صبح کے وقت فَاَثَرْنَ بِهٖ پھر وہ اُڑاتے ہیں اس میں نَقْعًا گرد و غبار فَوَسَطْنَ بِهٖ پس گھس جاتے ہیں گرد و غبار کے ساتھ جَمْعًا جماعت میں اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ بے شک انسان اپنے رب کا لَكَنُوْدٌ بڑا ہی ناشکرا ہے وَاِنَّهٗ اور بے شک وہ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِیْدٌ اس پر البتہ گواہ ہے وَاِنَّهٗ اور بے شک وہ لِحُبِّ الْخَیْرِ مال کی محبت میں لَشَدِیْدٌ البتہ بہت سخت ہے اَفَلَا یَعْلَمُ کیا پس

انسان نہیں جانتا اِذَا بُعْثِرَ جب کُریدا جائے گا مَا فِی الْقُبُوْرِ اُن کو جو قبروں میں پڑے ہوئے ہیں وَ حُصِّلَ اور ظاہر کردیا جائے گا مَا فِی الصُّدُوْرِ جو کچھ سینوں میں ہے اِنَّ رَبَّھُمْ بِھِمْ بے شک اُن کا رب اُن کے بارے میں یَوْمَئِذٍ لَّخَبِیْرٌ اُس دن خبر رکھنے والا ہے۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ العادیات ہے۔ عادیات کا لفظ پہلی ہی آیت کریمہ میں موجود ہے۔ جس سے اس سورت کا نام لیا گیا ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ یہ سورت ابتدائی سورتوں میں سے ہے۔ نازل ہونے کے اعتبار سے اس کا چودھواں "۱۴" نمبر ہے۔ اس سے پہلے تیرہ "۱۳" سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا ایک رکوع اور گیارہ "۱۱" آیتیں ہیں۔

وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا میں واو قسمیہ ہے۔ قسم ہے اُن گھوڑوں کی جو دوڑتے ہیں ہانپتے ہوئے۔ پہلے یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ مخلوق کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم اُٹھائے۔ حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ حَلَفَ بِغَیْرِ اللّٰہِ فَقَدْ اَشْرَكَ بِاللّٰہِ "جس نے قسم اُٹھائی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی تحقیق اُس نے شرک کیا۔" کعبۃ اللہ کی قسم اُٹھائے، نبی کی قسم اُٹھائے، رسول کی قسم اُٹھائے، پیر کی قسم اُٹھائے، دودھ اور بیٹے کی قسم اُٹھائے، کسی بھی غیر اللہ کی قسم اُٹھائے تو اس نے شرک کا ارتکاب کیا ہے۔

بخاری شریف کی روایت ہے مَنْ قَالَ بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰی فَلْیَقُلْ لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ "جس آدمی نے یہ کہا کہ مجھے لات کی قسم ہے، عزیٰ کی قسم ہے وہ فوراً کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جائے۔" کیوں کہ یہ شرک ہے۔

قرآن پاک کی قسم اُٹھانا کیسا ہے؟

قرآن پاک کے بارے میں فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کا اختلاف ہے کہ آیا قرآن پاک کی قسم درست ہے یا نہیں؟ ایک تو قرآن پاک کے یہ الفاظ ہیں جو ہم پڑھتے ہیں۔ یہ کلام لفظی کہلاتا ہے۔ ہم لکھتے ہیں، پڑھتے ہیں۔ ایک مضمون ہے جو ان الفاظ کے اندر ہے وہ کلام نفسی کہلاتا ہے جو رب تعالیٰ کی صفت ہے۔ وہ قدیم ہے۔ رب تعالیٰ کی ذات بھی قدیم ہے اور اس کی صفات بھی قدیم ہیں۔

علامہ فخر الدین زیلعی رحمہ اللہ کی فقہ کی مشہور کتاب ہے "تبیین الحقائق" اس میں وہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے قرآن پاک کی قسم اُٹھائی تو منعقد ہو جائے گی۔ مثلاً: کوئی کہتا ہے کہ مجھے قرآن پاک کی قسم ہے تو یہ قسم صحیح ہے کیوں کہ کلام نفسی اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ غیر اللہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات عین اللہ ہیں۔ لہٰذا رب تعالیٰ کی کسی بھی صفت کی قسم اُٹھائے گا وہ صحیح ہے۔ مثلاً: کہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی عظمت کی قسم ہے یا اللہ تعالیٰ کے جلال کی قسم ہے، مجھے اللہ تعالیٰ کی کبریائی کی قسم ہے۔ یہ سب قسمیں صحیح ہیں۔ کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔ اور جو قاعدہ مخلوق کے لیے ہے وہ اللہ تعالیٰ پر لاگو نہیں ہوتا۔ کیوں کہ لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ ﴿سورۃ الانبیاء: ۲۳﴾ "نہیں پوچھا جا سکتا اللہ تعالیٰ سے جو وہ کرتا ہے اور ان سے (یعنی مخلوق سے) سوال کیا جائے گا۔" اللہ تعالیٰ روزانہ بے شمار مخلوق کو مارتا ہے بچے بھی مرتے ہیں، بڑے بھی مرتے ہیں اس سے کون

پوچھنے والا ہے۔ اور اگر مخلوق میں سے کوئی اپنے بچوں کو مار دے تو وہ مجرم ہے۔ اس لیے کہ مخلوق اور خالق کے احکام جدا جدا ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اُونٹ ہیں۔ کیوں کہ عرب کی سرزمین پر زیادہ سواری اونٹوں کی ہوتی ہے اور وہ دوڑتے بھی ہیں۔ خصوصاً جہاد کے لیے، حج اور عمرے کے لیے۔ عرفات پہنچتے ہیں، مزدلفہ اور منیٰ پہنچتے ہیں۔ تو اونٹوں کی قسم ہے۔ لیکن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے اونٹ نہیں گھوڑے مراد ہیں۔ کیوں کہ آگے لفظ ہانپنا ہے۔ گھوڑے ہانپتے ہیں اونٹ نہیں ہانپتے۔ ہانپنے کا معنیٰ ہے تیزی کے ساتھ چلنا پھر جلدی جلدی سانس لینا۔

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دو جانور ہانپتے ہیں، ایک گھوڑا اور دوسرا کتا۔ ان کے سوا اور کوئی جانور ہانپتا نہیں ہے۔ لہٰذا یہی تفسیر صحیح ہے یعنی گھوڑے مراد ہیں۔

قسم ہے گھوڑوں کی جو دوڑتے ہیں ہانپتے ہوئے فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا پھر آگ سلگانے والوں کی ٹاپ مار کر۔ عموماً گھوڑوں کے پاؤں کے نیچے نعل لگے ہوتے ہیں۔ گھوڑے دوڑیں اور ان کے پاؤں پتھر پر لگیں تو چنگاریاں نکلتی ہیں۔ ان گھوڑوں کی اللہ تعالیٰ نے قسم اُٹھائی ہے۔ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا پھر اُن کی جو غارت ڈالنے والے ہیں صبح کے وقت۔ اُس زمانے میں عموماً حملے صبح کے وقت ہوتے تھے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دشمن پر صبح کے وقت حملہ کرتے تھے۔ اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب دشمن پر حملے کا ارادہ فرماتے تو رات کے آخری حصے کا انتظار فرماتے، صبح صادق کے وقت۔ اگر دوسری طرف سے اذان کی آواز آتی تو

سمجھتے کہ یہ لوگ اہل ایمان ہیں لہٰذا حملہ نہ کرتے۔ اور اگر اذان کی آواز نہ آتی تو حملہ کر دیتے۔

اسی طرح جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر پہنچے تو ساتھیوں سے فرمایا اچھی طرح اور غور سے سنو! اگر اذان کی آواز آئے تو اس محلے پر حملہ نہ کرنا ایسا نہ ہو کہ غلط فہمی میں کوئی مسلمان مارا جائے۔

تو فرمایا جو حملہ کرنے والے ہیں صبح کے وقت فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا پھر وہ اڑاتے ہیں اس میں گرد وغبار۔ بعض حضرات بِهٖ کی ضمیر لوٹاتے ہیں صبح کی طرف۔ تو اس وقت معنیٰ ہوگا وہ گھوڑے صبح کے وقت گرد وغبار اڑاتے ہیں۔ رات کو عموماً اوس، شبنم پڑتی ہے اس کی وجہ سے صبح کو گرد وغبار کم اڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان گھوڑوں کی تعریف فرمائی ہے کہ وہ اتنے تیز دوڑتے ہیں کہ صبح کے وقت وہ گرد وغبار اڑاتے ہیں۔ اور بعض حضرات ضمیر قَدْحًا کی طرف لوٹاتے ہیں۔ تو پھر معنیٰ ہوگا تیز چلنے کی وجہ سے گرد وغبار اڑاتے ہیں۔

فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا۔ بِهٖ کی ضمیر لوٹ رہی ہے نَقْعًا کی طرف۔ معنیٰ ہوگا پس وہ گھس جاتے ہیں دشمن کی جماعت میں گرد وغبار کے ساتھ۔ ان گھوڑوں کی قسم ہے۔

آگے جوابِ قسم ہے اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ بے شک انسان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔ بہ ظاہر گھوڑوں کے دوڑانے اور انسان کے ناشکرے ہونے کا آپس میں ربط نظر نہیں آتا لیکن حقیقت میں بڑا گہرا ربط ہے۔ وہ اس طرح کہ گھوڑے کو بندے نے پیدا نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ گھوڑے کے واسطے چارا پانی بھی بندے نے پیدا نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ گھوڑا سانس لیتا ہے تو ہوا بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا

فرمائی ہے بندے نے نہیں۔ گھوڑا جس زمین پر چلتا ہے وہ بھی رب تعالیٰ نے پیدا کی ہے بندے نے نہیں کی۔ بندہ صرف مجازی طور پر مالک ہے کہ اُس نے خرید ا ہے یا گھر میں پالا ہے۔ گھاس اس کو کھلاتا ہے، پانی اس کو پلاتا ہے۔ اتنے سے تعلق سے وہ اس کا اتنا فرماں بردار ہے کہ مجاہد اس پر سوار ہو کر جہاد کے لیے جاتا ہے گھوڑا دشمن کی صفوں میں گھس جاتا ہے، تیروں کی بارش ہو رہی ہے، تلواریں چل رہی ہیں، نیزے مارے جا رہے ہیں، گھوڑا زخمی بھی ہوتا ہے لیکن اپنے مجازی مالک کی نافرمانی نہیں کرتا۔ لیکن انسان اپنے حقیقی مالک کی بے شمار نعمتیں کھانے کے باوجود نافرمان ہے۔ اے انسان! تو نے سوچا ہے۔ کتنا بڑا اسبق ہے؟

تو گھوڑے سے بھی گیا گزرا ہے۔ حالانکہ رب تعالیٰ نے تجھے پیدا کیا ہے، تیرے لیے خوراک، پانی پیدا کیا ہے، زمین بنائی ہے، ہوا چلائی ہے، سارا کارخانہ کائنات تیری خدمت پر لگایا ہے تو کتنا ناشکرا ہے۔ راحت، آرام میں بھی رب تعالیٰ کے سامنے نہیں جھکتا اور گھوڑا تیروں کی بارش میں بھی تیری فرماں برداری کر رہا ہے۔

حسن بصری رحمہ اللہ کے نزدیک لَكَنُوْدٌ کا معنیٰ:

عام مفسرین کرام رحمہم اللہ لَكَنُوْدٌ کا معنیٰ مطلق ناشکری کرنے والا کرتے ہیں۔ لیکن حسن بصری رحمہ اللہ جو تابعین میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ لَكَنُوْدٌ اس ناشکرے کو کہتے ہیں کہ جس پر رب تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہوں اور وہ ان نعمتوں کا ذکر نہ کرے۔ لیکن جب تکلیفوں میں پھنسے تو تکلیفیں ساری شمار کرے کہ مجھے یہ تکلیف ہے، یہ تکلیف ہے، میں بیمار ہوں، میرا کاروبار صحیح نہیں چل رہا، مجھے مالی نقصان ہوا ہے، دشمن نے میرے ساتھ یہ کیا ہے۔ رب تعالیٰ کی رحمتوں کا ذکر نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وجود دیا ہے،

مجھے آنکھیں دی ہیں، کان دیئے ہیں، زبان دی ہے، دل، دماغ دیا ہے، مال دیا ہے، اولاد دی ہے، عزت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کر کے اس کا شکر ادا کرے تو اللہ تعالیٰ اور زیادہ دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ ﴿ابراہیم: ۷﴾ "اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں ضرور زیادہ دوں گا۔"

نماز ادائے شکر کا سب سے عمدہ طریقہ :

اور یاد رکھنا شکر کا یہی معنیٰ نہیں ہے کہ اچھا کھانا کھانے کے بعد منہ پر ہاتھ پھیر کر کہہ دیا الحمدللہ! (ایسا کرنے والے بھی کم ہیں۔ مرتب) حکیم، اطباء کہتے ہیں کہ آدمی جب کھانا کھاتا ہے، پانی پیتا ہے تو دو منٹ میں وہ ناخنوں کے نیچے تک پہنچ جاتا ہے۔ بھئی! کھانے پینے کا اثر تو سارے بدن میں ناخنوں کے نیچے تک پہنچ گیا اور شکریے میں تو نے دو تولے کی زبان ہلا کر سمجھا کہ شکریہ ادا ہو گیا۔ یقین جانو! سب سے بڑا شکریہ نماز کے ذریعے ہے۔ نماز کے ذریعے جو شکر ادا ہوتا ہے وہ اور کسی عبادت کے ذریعے ادا نہیں ہوتا۔ اور تمام عبادتوں میں سرفہرست نماز ہے۔ قیامت والے دن پہلا پرچہ ہی نماز کا ہے اَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الصَّلٰوةُ "مومن کا پہلا پرچہ حقوق اللہ میں سے نماز کا ہوگا۔" اگر نماز میں پورا اترتا ہے تو ان شاء اللہ باقی کام بھی ٹھیک ہوں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مراسلہ :

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں، اُن کا دور خلافت دس سال ہے، اپنے تمام حکام کو سرکاری طور پر خط لکھا اِنَّ اَهَمَّ اُمُوْرِكُمْ عِنْدِيْ الصَّلٰوةُ "بے شک تمھارے تمام کاموں میں سب سے اہم اور ضروری کام میرے نزدیک نماز ہے۔" افسر نماز پڑھتا ہوگا تو میں سمجھوں گا کہ باقی کام بھی دیانت داری کے ساتھ کرتا ہے، اور جو نماز

نہیں پڑھتا هُوَ بِمَا سِوٰی اَضْيَعُ "میں سمجھوں گا کہ اس نے باقی کام بھی نہیں کیے۔" یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں افسروں کی دیانت داری کا معیار نماز تھا۔

آج کتنے افسر ہیں جو نماز کی پابندی کرنے والے ہیں؟ پھر اگر کوئی نماز کی پابندی کرتا ہے اور ساتھ ساتھ گھپلے کر کے لوٹ مار کر کے رقم بیرون ملک پہنچا دیتا ہے تو سن لو اور یاد رکھنا! ایک پیسہ بھی اگر کسی کا ناحق لیا ہوگا واپس کرنا پڑے گا۔ اور کس طرح؟ فقہائے کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں تین پیسوں کے بدلے سات سو نمازیں دینی پڑیں گی۔ نمازیں بھی وہ جو قبول ہو چکی ہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ اور شامی میں یہ مسئلہ موجود ہے۔

تو فرمایا بے شک انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے وَاِنَّهٗ عَلٰی ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ اور بے شک وہ اس پر گواہ ہے۔ شریف آدمی تو زبانِ قال سے کہہ دیتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کر سکا۔ اگر کوئی زبانِ قال سے نہیں کہتا تو زبانِ حال بتا رہی ہے کہ میں نے رب تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کیا۔ بعض حضرات ہٗ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹاتے ہیں۔ تو پھر معنیٰ ہوگا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اس کی ناشکری پر گواہ ہے وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ اور بے شک وہ مال کی محبت میں بہت سخت ہے۔ مال کا بڑا عاشق ہے۔ مسلمان قوم کی ذلت کا ایک سبب مال کی محبت بھی ہے۔

ابو داؤد شریف میں روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک زمانہ آئے گا کافر تمھیں کھانے کے لیے ایک دوسرے کو دعوت دیں گے جیسے دستر خوان پر کھانا لگا دیا گیا ہو تو کھانے والوں کو بلایا جاتا ہے آؤ بھائی! کھالو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا حضرت! کیا اُس وقت ہم تھوڑے ہوں گے کہ کافر ہمیں کھانے کے لیے ایک دوسرے کو دعوت دیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا بَلْ اَنْتُمْ كَثِيْرٌ "نہیں تم تھوڑے نہیں

ہو گے بلکہ تم بہت زیادہ ہو گے۔" حضرت جب ہم زیادہ ہوں گے تو پھر لوگ ہمیں کیسے کھائیں گے؟ فرمایا فِيكُمُ الْوَهْنُ "تمھارے اندر وھن ہوگا۔" وھن کا لفظی معنیٰ ہے کمزوری، سستی، یہ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمجھتے تھے۔ مطلب نہ سمجھے۔ پوچھا وَمَا الْوَهْنُ يَارَسُوْلَ اللهِ ﷺ! حضرت وھن کیا ہوتا ہمیں سمجھ نہیں آئی؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حُبُّ الدُّنْيَا وَ كَرَاهِيَّةُ الْمَوْتِ "دنیا کی محبت اور موت سے ڈرنا۔" جس وقت یہ دو بیماریاں تمھارے اندر آجائیں گی کافر تمھیں کھانے کے لیے ایک دوسرے کو دعوت دیں گے۔ آج ہماری یہی کیفیت ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے مستدرک حاکم میں۔ آج سے تیس چالیس سال پہلے پڑھی پر ہمیں سمجھ نہیں آتی تھی۔ حدیث صحیح سند کے ساتھ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک وقت آئے گا آل عراق پر عجمی لوگ پابندیاں لگائیں گے، دانہ پانی کوئی چیز نہ پہنچے۔ سمجھ نہیں آتا تھا کہ عراق مستقل ملک ہے عجمیوں کو کیا مصیبت پڑی ہے ان پر دانہ پانی بند کرنے کی؟ مگر اب اس وقت عراق پر انتیس حکومتوں نے حملہ کیا ہے اور اُن میں ہماری مہربان حکومت بھی شامل ہے۔ باقاعدہ ہمارے جہاز اور پائلٹ بھی ان میں شامل ہیں۔ اب عراق والوں کو خوراک پہنچانا بھی منع ہے اور دوائیں پہنچانا بھی منع ہے۔

اسی حدیث میں ہے کہ پھر شام پر پابندیاں لگیں گی۔ انھوں نے پوچھا وہ کون کرے گا؟ فرمایا الرّوم۔ وہ عیسائی کریں گے، امریکی کریں گے۔ شامیوں کے دانے پانی کے بند ہونے کا وقت بھی آنے والا ہے۔ عراق میں تو تم چھ سال سے دیکھ رہے ہو کہ بچے بھوکے مر رہے ہیں، دوائیاں بھی نہیں پہنچ رہیں۔ وہ خوددار اور جفاکش لوگ ہیں اس

لیے زندہ ہیں ورنہ ان ظالموں نے زندگی کی کوئی رمق نہیں چھوڑی۔

اَفَلَا یَعۡلَمُ کیا پس نہیں جانتا انسان اِذَا بُعۡثِرَ مَا فِی الۡقُبُوۡرِ جب کریدا جائے گا، نکال دیا جائے گا جو قبروں میں ہے۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام بگل پھونکیں گے سارے قبروں سے نکل آئیں گے وَ حُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوۡرِ اور ظاہر کر دیا جائے گا جو کچھ سینوں میں ہے۔ دل کے جھوٹے سچے راز سب نکل آئیں گے اِنَّ رَبَّهُمۡ بِهِمۡ یَوۡمَئِذٍ لَّخَبِیۡرٌ بے شک اُن کا رب اُن کے بارے میں اُس دن خبر رکھنے والا ہوگا۔ یعنی نتیجہ سامنے آجائے گا۔ آج بھی اللہ تعالیٰ خبردار ہے مگر آج کی خبر کا پورا نتیجہ سامنے نہیں آتا۔ اس دن رب کی خبر کا پورا نتیجہ نکلے گا اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔

تفسیر

سُورَۃُ القَارِعَۃِ

(مکمل)

آیاتها ۱۱ ۱۰۱ سُوْرَةُ الْقَارِعَةِ مَكِّيَّةٌ ۳۰ رکوعها ۱
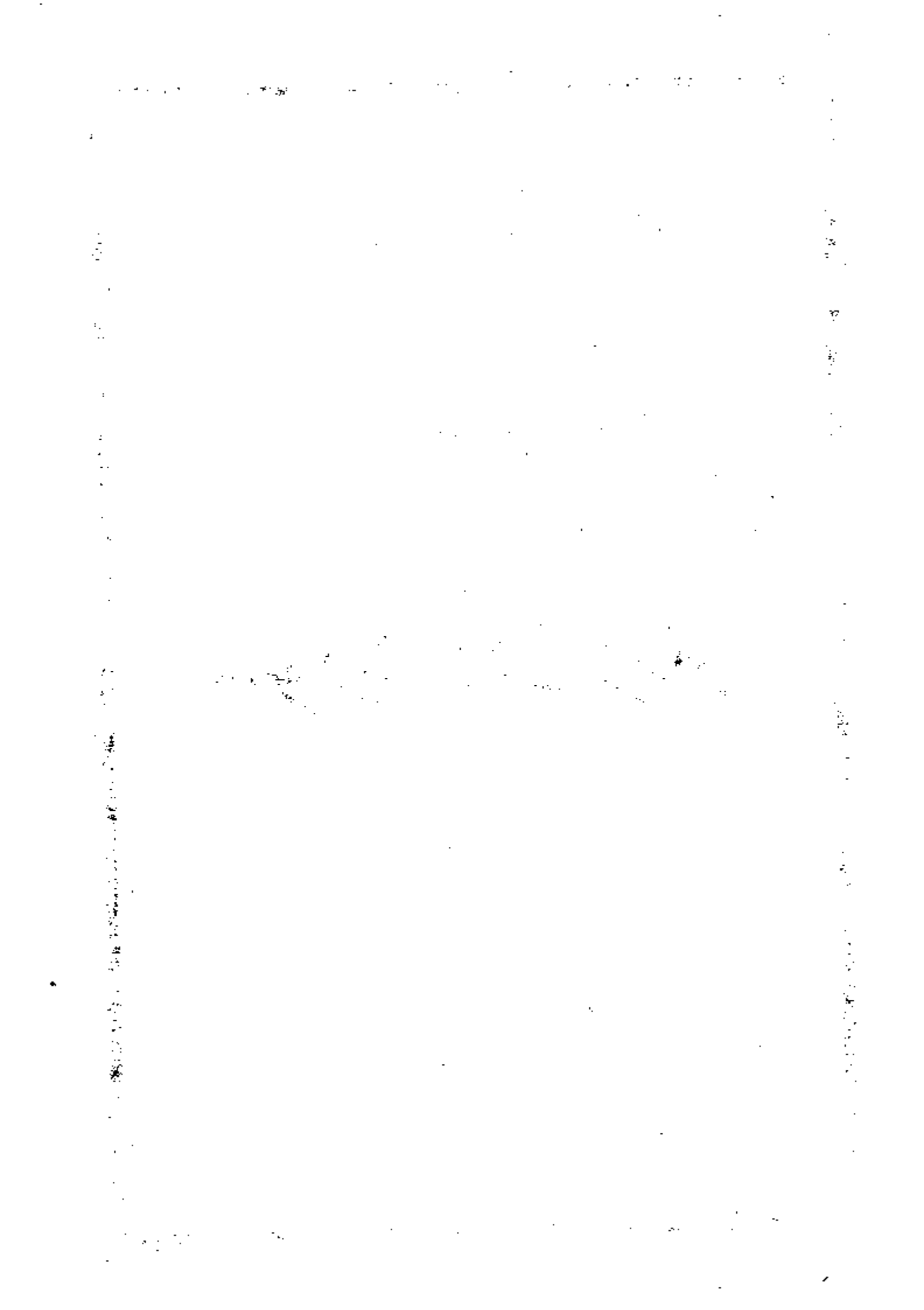
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْقَارِعَةُ ۝۱ مَا الْقَارِعَةُ ۝۲ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝۳ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝۴ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝۵ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝۶ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝۷ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝۸ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝۹ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۝۱۰ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝۱۱ ع

اَلْقَارِعَةُ کھٹکھٹا دینے والی مَا الْقَارِعَةُ کیا ہے کھٹکھٹا دینے والی وَمَآ اَدْرٰىكَ اور آپ کو کس نے بتلایا مَا الْقَارِعَةُ کیا ہے کھٹکھٹا دینے والی يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ جس دن ہو جائیں گے لوگ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ بکھرے ہوئے پتنگوں کی طرح وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ اور ہو جائیں گے پہاڑ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ (رنگ برنگ) دھنی ہوئی روئی کی طرح فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ پس بہرحال وہ جس کے اعمال بھاری ہوں گے فَهُوَ پس وہ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ پسندیدہ عیش میں ہوگا وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ اور بہرحال وہ جس کے اعمال ہلکے ہوں گے فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ پس اُس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا وَمَآ

اَدْرٰىكَ اور آپ کو کس نے بتلایا مَاهِيَهْ کیا ہے وہ ہاویہ نَارٌ حَامِيَةٌ آگ ہے بھڑکتی ہوئی۔

نام اور کوائف :

قرآن کریم میں قیامت کے بہت سے نام آئے ہیں۔ قیامت، آخرت، الطامہ، آزفہ، غاشیہ، الحاقہ۔ ان ناموں میں سے ایک قارعہ بھی ہے۔ اس سورت کا نام بھی قارعہ ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ نازل ہونے کے اعتبار سے اس کا تیسواں ۳۰ نمبر ہے۔ اس سے پہلے اُنتیس ۲۹ سورتیں نازل ہو چکی تھی۔

قَرَع کا معنٰی ہے کھٹکھٹانا۔ کسی چیز کو کسی چیز پر ماریں تو اس سے جو آواز پیدا ہوتی ہے اُسے کھڑکھڑاہٹ کہتے ہیں۔ قیامت کا نام قارعہ اس لیے ہے کہ جب قیامت برپا ہوگی تو ہر چیز آپس میں ٹکرائے گی تو بڑا کھڑاک ہوگا۔ پہاڑ آپس میں ٹکرائیں گے، مکان ٹکرائیں گے، درخت ٹکرائیں گے۔ جیسے آج کل کوئی معمولی سی چیز دوسری کے ساتھ ٹکرائے تو دھما کا ہوتا ہے۔ گاڑی، گاڑی سے ٹکرائے تو کتنا دھما کا ہوتا ہے پہاڑ تو آخر پہاڑ ہیں۔ عجیب قسم کا منظر ہوگا۔

تو فرمایا اَلْقَارِعَةُ کھڑکھڑانے والی مَا الْقَارِعَةُ کیا ہے کھڑکھڑانے والی وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ اور آپ کو کس نے بتلایا کہ کیا ہے کھڑکھڑانے والی؟ ایک دھما کہ تو اس وقت ہوگا جب دنیا فنا ہوگی۔ پہاڑ، پہاڑ سے، درخت، درخت سے، دیوار، دیوار سے، ٹیلے، ٹیلے سے ٹکرائیں گے۔ پھر دوسری مرتبہ بگل پھونکی جائے گی، ساری کائنات میدان محشر میں جمع ہو جائے گی۔ اس وقت کیا حال ہوگا؟ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ جس دن ہو جائیں گے لوگ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ بکھرے

ہوئے پتنگوں کی طرح۔ جیسے پروانے بکھرے ہوتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخری انسان تک سب جمع ہوں گے۔ وہ کتنی بڑی جگہ ہوگی؟

بقول ابن العربی رحمہ اللہ آخری انسان کی پیدائش چین میں:

شیخ اکبر ابن العربی رحمہ اللہ بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ وہ اپنا کشف بیان فرماتے ہیں کہ مجھے کشف میں یہ بات بتلائی گئی ہے کہ آخری انسان چین میں پیدا ہوگا۔ اس کے بعد کسی انسان کے ہاں پیدائش نہیں ہوگی تیس سال لوگ شادیاں بھی کریں گے لیکن اولاد کسی کے ہاں نہیں ہوگی۔ یہ قیامت سے پہلے قیامت کی ایک نشانی ہوگی۔

تو خیر سارے انسان، جنات، حیوان، فرشتے، مچھلیاں وغیرہ جو بھی مخلوق ہے وہ ساری اکٹھی ہوگی۔ عجیب قسم کا منظر ہوگا۔ بے ہنگم، بے ترتیب، جیسے پروانے ہوتے ہیں یہ کیفیت ہوگی وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ اور ہوجائیں گے پہاڑ دھنی ہوئی روئی کی طرح۔ وہ بلند و بالا پہاڑ کہ ان پر چڑھنے سے بعض دفعہ جان چلی جاتی ہے دھنی ہوئی روئی کی طرح اڑتے پھر رہے ہوں گے فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ پس بہرحال وہ جس کے اعمال کے ترازو بھاری ہوں گے فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ پس وہ پسندیدہ عیش میں ہوگا، مزے کررہا ہوگا وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ اور بہرحال وہ جس کے اعمال کے ترازو ہلکے ہوں گے فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ پس اُس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔ اسلامی عقائد میں سے ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ قیامت والے دن نیکی اور بدی کا ترازو میں تُلنا حق ہے۔ میدان محشر حق ہے، پل صراط حق ہے، جنت، دوزخ حق ہے، اللہ تعالیٰ کی عدالت کا قائم ہونا حق ہے۔

اعمال کا تلنا حق ہے اور معتزلہ کا رد :

معتزلہ ایک فرقہ ہے اور وہ اپنے آپ کو مسلمان کہلاتا ہے۔ اُن میں بڑے بڑے فاضل گزرے ہیں۔ وہ ترازو کا انکار کرتے ہیں کہ اعمال ترازو میں تلیں گے۔ وہ کہتے ہیں کہ میزان کا مطلب ہے عدل وانصاف ہوگا۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم ترازو تسلیم کرلیں، نیکیوں اور بدیوں کا تلنا تسلیم کرلیں تو معاذ اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کی جہالت لازم آتی ہے۔ تولتا تو وہ ہے جس کو علم نہ ہو۔ رب تعالیٰ کے علم میں تو سب کچھ ہے۔ اہل حق کہتے ہیں کہ رب تعالیٰ کی جہالت لازم نہیں آتی۔ کیوں کہ رب تعالیٰ نے اپنے علم کے لیے نہیں تولنا بلکہ بندوں کو بتلانا ہے کہ تمھاری نیکیاں اتنی ہیں اور بدیاں اتنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو علیم بالذات الصدور ہے۔ اس پر جہالت لازم نہیں آتی۔ جہالتُ الصَید لازم آتی ہے تول کر بندوں کو دکھانا ہے کہ اپنی نیکیاں اور بدیاں دیکھ لو۔ اس کے مطابق تمھارا نتیجہ بولا جائے گا۔

پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمارے افعال اور اقوال اعراض کی قسم سے ہیں جواہر نہیں ہیں۔ عرض وہ شے ہوتی ہے جس کا اپنا وجود نہیں ہوتا وہ دوسری شے کے ساتھ قائم ہوتی ہے۔ جیسے سفیدی کپڑے کے ساتھ قائم ہے کپڑے سے الگ قائم نہیں ہوسکتی۔ قول، یہ زبان کے ساتھ قائم ہے، عمل بدن کے ساتھ قائم ہے۔ اس کا علیحدہ وزن کیسے ہوگا؟ اہل حق فرماتے ہیں کہ جو چیزیں اس جہان میں اعراض ہیں وہ اُس جہان میں اجسام ہوں گی، ان کے جسم ہوں گے۔

معراج کی رات حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملاقات ہوئی تو انھوں نے دو پیغام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت تک

پہنچائے۔ ایک یہ کہ اِقْرَأْ اُمَّتِیْ اُمَّتَكَ السَّلَامَ "میری طرف سے اپنی امت کو میرا اسلام دے دینا۔" جواب میں کہہ دو عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی نَبِيِّنَا وَعَلٰی جَمِيْعِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ۔

اور دوسرا پیغام یہ پہنچانا کہ جنت کی زمین بالکل چٹیل میدان ہے طَيِّبَةُ الْاَرْضِ عَذْبَةُ الْمَاءِ "زرخیز زمین ہے، پانی بہت عمدہ ہے۔ اس کے لیے درخت تم نے دنیا سے لانے ہیں۔" وہ کیا ہیں؟ ایک دفعہ کہو سبحان اللہ! ایک درخت لگ گیا، ایک دفعہ پڑھو الحمد للہ! ایک درخت لگ گیا، ایک دفعہ کہو اللہ اکبر! ایک درخت لگ گیا، ایک دفعہ پڑھو لا الٰہ الا اللہ ایک درخت لگ گیا۔ اس جہان میں ایک کلمے کی دس نیکیاں ملتی ہیں ایک صغیرہ گناہ مٹ جاتا ہے اور ایک درخت جنت میں لگ جاتا ہے۔ انسان جتنی زیادہ تسبیحات اس دنیا میں کرے گا اتنے زیادہ درخت جنت میں لگیں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار کلمے اللہ تعالیٰ کو بہت پیارے ہیں سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر۔ اور بخاری شریف کی آخری روایت ہے كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ "اللہ تعالیٰ کو دو کلمے بہت پیارے اور محبوب ہیں زبان پر بڑے ہلکے ہیں یاد کرنے میں کوئی وقت نہیں لگتا اور پڑھنے میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی ترازو میں بڑے بھاری ہیں۔ قیامت والے دن ان کو تولا جائے گا تو بڑا وزن ہوگا۔ ایک کلمہ سبحان اللہ وبحمدہ اور دوسرا سبحان اللہ العظیم۔" اِس جہان میں تو یہ قول ہیں اُس جہان میں درخت ہوں گے۔ کیوں کہ اِس جہان کا معاملہ اور ہے اور اُس جہان کا معاملہ اور ہوگا۔

پھر اب تو اعراض بھی تلتے ہیں۔ ڈاکٹر بتا دیتے ہیں کہ اتنے درجے کا بخار ہے، ہوا بھی تلتی ہے تم کہتے ہو اتنے پونڈ ہوا بھر دو۔ لہٰذا اعمال کا تلنا حق ہے اور کئی خوش قسمت ایسے بھی ہوں گے کہ وہ بے حساب وکتاب جنت میں جائیں گے۔

بغیر حساب وکتاب جنت میں جانے والے خوش نصیب :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے ستر ہزار لوگ بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے۔ پوچھا گیا وہ کون لوگ ہوں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا هُمُ الَّذِینَ "وہ وہ لوگ ہوں گے لَا يَسْتَرْقُوْنَ جو دم جھاڑ نہیں کروائیں گے نہ غلط قسم کے تعویذ کرائیں گے نہ غلط قسم کا دم کرائیں گے۔ اور لَا يَكْتَوُوْنَ بلا وجہ بدن میں داغ نہیں لگوائیں گے لَا يَتَطَيَّرُون بدفالی حاصل نہیں کریں گے کہ کوئی عورت گھر آگئی اور یہ قدرتاً بیمار ہو گیا تو کہا کہ فلانی آئی تھی اس نے بیمار کر دیا۔ یہ شرک کی جڑ ہے۔ اور چوتھا فرمایا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ اور اپنے رب کی ذات پر توکل کرتے ہیں۔" (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ) اس روایت سے معلوم ہوا کہ ستر ہزار آدمی بغیر حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے۔

بڑی خوشی کی بات ہے مگر سوال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت تو بہت زیادہ ہے اس میں سے صرف ستر ہزار بغیر حساب کتاب کے جنت میں چلے جائیں تو یہ کوئی خاص فضل تو نہ ہوا۔ یہ تو آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں۔ روایات صحیح ہیں۔ ان میں ایک روایت ہے عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ والی اور دوسری روایت ہے ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے۔ اور تیسری روایت ہے عتبہ سُلمی رضی اللہ عنہ سے۔ سند کے لحاظ سے یہ روایات صحیح ہیں۔ ان

میں آتا ہے کہ یہ جو ستر ہزار بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے مَعَ كُلِّ رَجُلٍ اَلْفٍ سَبْعُوْنَ اَلْفًا "ان میں سے ہر ہزار کے ساتھ ستر ستر ہزار ہوں گے۔" اس کا حساب تم خود کر لینا کہ کتنے بنتے ہیں۔

اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے صحیح سند کے ساتھ کہ ان میں سے ایک ایک کے ساتھ ستر، ستر ہزار ہوں گے۔ اور حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی ہے وَثَلٰثُ حَثَيَاتٍ مِنْ حَثَيَاتِ رَبِّيْ "اور رب تعالیٰ کے تین چلو بھی ہوں گے۔ یہ بھی بغیر حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے۔" عقیدہ صحیح ہو تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بڑی امید ہے، بڑی گنجائش ہے۔

تو ایسے بھی ہوں گے جو بغیر حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے اور ایسے بھی ہوں گے جن کی نیکیوں اور بدیوں کو تولا جائے گا۔

ایک نیکی سب بدیوں پر بھاری :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک آدمی ہوگا اس کی نیکیوں کی طرف ایک پرچی ہوگی بِطَاقَةٌ اور برائیوں کے ننانوے رجسٹر ہوں گے۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے تیری نیکی اور بدی کا وزن ہوگا۔ وہ بندہ عرض کرے گا اے پروردگار! مَا هٰذِهِ الْبِطَاقَةُ مَا هٰذِهِ السِّجِلَّاتُ "اس پرچی کی ننانوے رجسٹروں کے سامنے کیا حیثیت ہے؟" رب تعالیٰ فرمائیں گے میرا قانون ہے نیکی اور بدی کا وزن ہوگا۔ وہ کہے گا پروردگار! مخلوق کے سامنے مزید شرمندہ نہ کریں جو آپ کا قانون ہے وہ میرے سر آنکھوں پر۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے نہیں وزن ہوگا۔

چنانچہ ترازو کے ایک پلڑے میں وہ پرچی رکھی جائے گی اور دوسرے پلڑے

میں ننانوے رجسٹر رکھے جائیں گے مگر پرچی والا پلڑا بھاری ہوگا۔ وہ کہے گا اے پروردگار! یہ میری کون سی نیکی ہے جو اتنے رجسٹروں پر بھاری ہو گئی ہے؟ تو رب تعالیٰ اسے دکھائیں گے۔ اس میں لکھا ہوا ہوگا اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك له واشھد ان محمدًا عبدہ ورسوله ۔ یعنی اس کے پاس صرف عقیدے والی نیکی ہوگی۔ لیکن کسی مغالطے میں نہ آنا کہ چلو بھائی جتنے گناہ کرتے پھریں ایک دفعہ کلمہ شہادت پڑھ لیتے ہیں۔

یاد رکھنا! یہ اُس آدمی کی بات ہے جس کی ساری زندگی کفر شرک میں گزری اور مرنے سے پہلے اس کو صرف اتنا موقع ملا کہ وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور مزید کسی نیکی کا موقع نہیں ملا اور فوت ہو گیا۔ لہٰذا کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہونا کہ اکسیر اعظم کا نسخہ مل گیا ہے کلمہ شہادت پڑھ لو یہ سارے گناہوں پر بھاری ہے۔ یہ پیدائشی مسلمانوں کے لیے نہیں ہے کہ برائیاں کریں، بدمعاشیاں کریں اور محض کلمہ شہادت جنازے کے ساتھ پڑھنے سے بیڑا پار ہو جائے گا۔

تو فرمایا بہر حال جس کے موازین ہلکے ہوئے فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ پس اُس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔ اور اُمُّ کا ایک معنیٰ اُمّ دماغ بھی کرتے ہیں۔ سر میں جو مغز ہے آدمی کو جب دوزخ میں پھینکا جائے گا تو الٹا کر کے نیچے گرایا جائے گا، سر کے بل گرایا جائے گا۔ تو سب سے پہلے اس کا دماغ جا کر لگے گا۔ اور دوسرا معنیٰ کرتے ہیں ٹھکانا۔ جیسے چھوٹے بچوں کا ٹھکانا ماں کی گود ہوتی ہے اس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَاهِيَهْ اور آپ کو کس نے بتلایا کہ وہ ہاویہ کیا ہے نَارٌ حَامِيَةٌ آگ ہے بھڑکنے والی۔ یہ دنیا کی آگ ہم برداشت نہیں کر سکتے۔ اس میں

لوہے تک ہر چیز پگھل جاتی ہے۔ دوزخ کی آگ اس سے اُنہتر گنا تیز ہوگی۔ اللہ تعالیٰ تمھیں صحیح ایمان، اعتقاد اور عمل کی توفیق عطا فرمائے اور اس سے محفوظ رکھے۔ اور اللہ تعالیٰ میزان کے موقع پر اپنے فضل وکرم سے ہمیں کامیاب فرمائے، عذاب قبر سے بچائے اور صحیح سالم پل صراط سے گزار دے اور جنت میں پہنچادے۔

[آمین]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ التکاثر

(مکمل)

جلد ۲۱

اٰیاتها ۸ ۱۰۲ سُوْرَةُ التَّكَاثُرِ مَكِّيَّةٌ ۱۶ رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝ ع

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ غافل کر دیا تمھیں کثرت نے حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ یہاں تک کہ تم نے زیارت کی قبروں کی كَلَّا خبردار سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ عن قریب تم جان لو گے ثُمَّ كَلَّا پھر خبردار سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ عن قریب تم جان لو گے كَلَّا خبردار لَوْ تَعْلَمُوْنَ اگر تم جان لو عِلْمَ الْيَقِيْنِ یقینی طور پر جاننا لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ البتہ ضرور دیکھو گے تم دوزخ کو ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا پھر البتہ تم دیکھو گے اس کو عَيْنَ الْيَقِيْنِ یقین کی آنکھ سے ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ پھر البتہ پوچھا جائے گا تم سے يَوْمَئِذٍ اس دن عَنِ النَّعِيْمِ نعمتوں کے بارے میں۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ التکاثر ہے۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں تکاثر کا لفظ موجود ہے جس سے اس کا نام لیا گیا ہے۔ یہ سورت سولھویں ﴿۱۶﴾ نمبر پر نازل ہوئی ہے۔ اس سے پہلے پندرہ ﴿۱۵﴾ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ یہ سورت بھی مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس کا ایک رکوع اور آٹھ ﴿۸﴾ آیتیں ہیں۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی کمزوری کا ذکر فرمایا ہے۔ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ غافل کر دیا تمھیں رب کی بندگی سے، عبادت سے اور اطاعت سے کثرت نے۔ کوئی کہتا ہے میرے پاس مال زیادہ ہے، کوئی کہتا ہے میرے پاس اولاد زیادہ ہے، کوئی کہتا ہے میری پارٹی بڑی ہے، کوئی کہتا ہے میرے پاس کارخانے زیادہ ہیں۔ یہ کثرت کا اظہار تمھیں لے ڈوبا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لَا اَخْشٰى عَلَيْكُمُ الْفَقْرَ "میں تمھارے فقیر ہونے سے نہیں ڈرتا۔" مالی لحاظ سے غریب اور کمزور ہو گے تو تمھارا دین تو قائم رہے گا۔ مجھے خدشہ یہ ہے کہ تُقْسَطُ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا "تم پر دنیا پھیلائی جائے گی۔" دولت زیادہ ہوگی تو تم میں سے گمراہ زیادہ ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا صحیح فرمایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے بَدَءَ الْاِسْلَامُ غَرِيْبًا وَ سَيَعُوْدُ اِلَى الْغُرَبَاءِ فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَاءِ "اسلام کی ابتدا غریبوں میں ہوئی اور غریبوں میں ہی رہے گا میری طرف سے غریبوں کو مبارک باد ہے۔" آج بھی دین غریبوں میں ہے۔ امیروں میں سو میں سے ایک دو نکلیں گے جو صحیح معنیٰ میں امیر ہیں۔ امیر لوگوں کو دین کے

ساتھ کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ دین کے ساتھ وہی لوگ ہیں جن کو رب تعالیٰ نے غریب رکھا ہے۔ عموماً مال آدمی میں بے راہ روی اور سرکشی پیدا کرتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ ﴿الشوریٰ: ۲۷﴾

"اور اگر اللہ تعالیٰ کشادہ کر دے روزی اپنے بندوں کے لیے تو البتہ سرکشی کریں زمین میں۔"

روز بہ روز یہی فکر ہے کہ اور بڑھے، اور بڑھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لَوْ كَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِيَانِ مِنْ ذَهَبٍ لَابْتَغٰى ثَالِثًا "اگر ہوں انسان کے لیے دو میدان سونے کے بھرے ہوئے تو سیر نہیں ہوگا تیسرے میدان کی تلاش میں ہوگا وَلَا يَمْلَاُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ آدمی کے پیٹ کو صرف قبر کی مٹی ہی بھرتی ہے۔" کہتا ہے مَالِي مَالِي "میرا مال، میرا مال" اے بندے! تیرا کیا ہے؟ تیرا مال وہی ہے جو تو نے کھا لیا، پی لیا، پہن لیا یا اپنے ہاتھ سے دے چکا ہے، خیرات کی ہے۔ باقی تو وارثوں کا ہے۔

ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کون سا ایسا آدمی ہے جس کو اپنے وارثوں کا مال زیادہ عزیز ہو اپنے مال سے۔ کہنے لگے حضرت! ایسا آدمی تو ہم میں سے کوئی نہیں ہے۔ فرمایا تم سارے ہو۔ کیوں کہ جس مال کو تم سنبھالے پھرتے ہو وہ تمھارا نہیں ہے تمھارے عزیزوں کا ہے جس کے لیے تم پاپڑ بیلتے ہو۔ سچ جھوٹ کو خلط ملط کرتے ہو وہ تمھارا نہیں ہے تمھارے وارثوں کا ہے۔ پھر اگر وارث نیک ہیں، کھائیں گے، نمازیں پڑھیں گے، روزے رکھیں گے تو تمھیں بھی ثواب ملے گا اور اگر پسماندگان معاذ اللہ برے ہیں، بے نماز، روزے خور، جوا کھیلنے والے، نشہ کرنے والے، تو تمھیں قبر

میں پڑے ہوئے بھی سزا ہوگی کہ یہ تمھارا مال کھا کر بداعمالیاں کر رہے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبر تک بندے کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں۔ دو واپس آجاتی ہیں ایک ساتھ رہتی ہے۔ ایک تو عزیز رشتہ دار جنازے کے ساتھ جاتے ہیں، واپس آجاتے ہیں چاہے کتنے قریبی کیوں نہ ہوں ساتھ جانے کے لیے کوئی تیار نہیں ہے۔ ماں جو کہتی ہے بیٹے میں تجھ پر قربان! وہ بھی ساتھ نہیں جاتی۔ پشتو کی کہاوت ہے کہ ماں کہتی تھی اپنے بیٹے کو:

"زہ پڑتا قربایم"

"میں تجھ پر قربان۔" بیٹے کو تیز بخار چڑھ گیا اور بہ ظاہر مایوسی ہوگئی کہ نہیں بچے گا۔ نیم چاندنی رات تھی اتفاقاً بیل کھل کر اندر داخل ہوا۔ اس نے سمجھا کہ عزرائیل علیہ السلام آگئے ہیں۔ کہنے لگی اے عزرائیل علیہ السلام! "دہ جوڑ ادنہ جوڑ فرق گواہ مامہ وڑہ۔" بیمار اور تن درست کا فرق کرنا کہیں مجھے نہ لے جانا۔

تو ساتھ کوئی نہیں جاتا۔ دوسرا: مال جاتا ہے۔ مال سے مراد چار پائی، چادر وغیرہ۔ وہ بھی واپس آجاتا ہے۔ تیسری ساتھ جانے والی چیز ایمان اور عمل ہے۔ اس کا ہمیں خیال ہی نہیں ہے۔

شانِ نزول :

تو فرمایا تمھیں غفلت میں ڈال دیا کثرت نے حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ یہاں تک کہ تم نے زیارت کی قبروں کی۔ تفسیر کبیر میں واقعہ نقل کیا ہے کہ مکہ مکرمہ میں دو برادریاں تھیں۔ بنو عبد مناف اور بنو سہم۔ یہ آپس میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ ایک برادری نے کہا ہم زیادہ ہیں۔ دوسروں نے کہا ہم زیادہ ہیں۔ اس پر اختلاف ہوگیا۔ سمجھ

دار آدمیوں نے کہا کہ جھگڑا نہ کرو ایک شہر میں رہنے والے ہو مردم شماری کرلو۔ مردم شماری کی گئی تو بنو عبد مناف کے افراد بڑھ گئے۔ اُنھوں نے نعرے بازی کی، خوشی منائی کہ ہم زیادہ ہیں۔ بنو سہم کو بڑا صدمہ ہوا کہ ہم تھوڑے نکلے۔ بنو سہم نے کہا کہ قبروں کو بھی شمار کرو۔ چنانچہ قبرستان گئے تو بنو سہم کے مردے زیادہ نکلے۔ اُنھوں نے وہاں نعرے بازی کی، خوشی منائی کہ ہم زیادہ ہیں۔ تو فرمایا تمھیں غفلت میں ڈال دیا کثرت نے یہاں تک کہ تم نے قبروں کی زیارت کی یعنی مُردوں کو بھی مردم شماری میں شامل کیا۔

(اور دوسرے حضرات فرماتے ہیں اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ کثرت کے اظہار نے تمھیں غفلت میں ڈالا حتیٰ کہ تم نے مقابر کی زیارت کی۔ یعنی دنیا میں انھی چیزوں میں مگن رہے اور پھر مر گئے تم اور قبروں تک پہنچ گئے۔)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یَھْرَمُ ابْنُ اٰدَمَ وَیَشِبُّ خَصْلَتَانِ "آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے اور دو خصلتیں اس میں جوان رہتی ہیں اَلْحِرْصُ عَلَی الْمَالِ وَالْحِرْصُ عَلَی الْعُمُرِ جوں جوں بڑا ہوتا ہے مال کی حرص بڑھ جاتی ہے اور دوسری عمر کی۔" چاہے جتنی عمر ہو جائے چاہے گا مجھے اور عمر مل جائے۔

شاہ پور کھیالی میں ایک بابا ہوتا تھا ایک سو پانچ سال اس کی عمر تھی۔ بات کرتا تو کہتا تھا کہ جتنی میری عمر گزری ہے معلوم نہیں اتنی اور ہے یا نہیں مگر بات میں پکی کرتا ہوں۔ ایک سو پانچ سال کھا کر بھی وہ سیر نہیں ہوا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا حضرت! کون سا آدمی اچھا ہے۔ فرمایا مَنْ طَالَ عُمُرُہٗ وَحَسُنَ عَمَلُہٗ "جس کی عمر زیادہ ہو اور اس کے عمل اچھے ہوں۔" حضرت! اَیُّ النَّاسِ شَرٌّ برا آدمی کون سا ہے؟ فرمایا مَنْ طَالَ عُمُرُہٗ وَسَاءَ

عَمَلُهٗ "جس کی عمر زیادہ ہو اور اس کے عمل برے ہوں۔" ایک وہ زمانہ تھا کہ جب کسی آدمی کی ڈاڑھی میں سفید بال آجاتا تھا یا سر میں ایک بال سفید آجاتا تھا تو اس میں انقلاب پیدا ہو جاتا تھا کہ اب میں گیا کہ نذیر، ڈرانے والی چیز آگئی ہے۔ میری موت قریب ہے۔ (اور اب سارے جسم کے بال بھی سفید ہو جائیں پھر بھی کوئی پروانہیں ہے۔)اور معاف رکھنا! ہم مکمل سفید ہو جائیں پھر بھی نہیں بدلتے۔ نہ آج ہمارا اچھا ہے اور نہ کل آنے والا اچھا ہوگا۔

فرمایا کَلَّا خبردار سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ عنقریب تم جان لوگے۔ آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے جنت بھی سامنے، دوزخ بھی سامنے۔ دنیا کا سارا نشہ اتر جائے گا۔ آج ہم دنیا کے نشے میں ہیں۔ جس طرح بے ہوش کر کے آپریش کرتے ہیں اس وقت پتا نہیں چلتا میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ جب نشہ اُترتا ہے اور ہوش آتا ہے تو پھر پتا چلتا ہے کہ میرا بازو کٹ چکا ہے، ٹانگ کٹ چکی ہے، پیٹ چیرا گیا ہے۔ پھر درد بھی ہوتا ہے۔ آج ہم دنیا کے نشے میں ہیں آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے نشہ اُتر جائے گا اور سب کیا دھرا سامنے آجائے گا۔

فرمایا ثُمَّ كَلَّا پھر خبردار سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ عنقریب تم جان لوگے كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ خبردار اگر تم جان لو یقینی طور پر جاننا لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ البتہ تم ضرور دیکھو گے دوزخ کو، آگ کے شعلوں کو۔ وہ آگ جو دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ پھر البتہ تم ضرور دیکھو گے اس کو یقین کی آنکھ سے۔

علم کے تین درجات :

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف پر ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے "معارف لَدُنِّیَۃ" اس میں وہ فرماتے ہیں کہ علم کے تین درجے ہیں، علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین۔

علم الیقین اُسے کہتے ہیں کہ سچا آدمی کوئی بات کہے مثلاً ایک آدمی نے کہا کہ آگ جلا دیتی ہے اور آپ نے آگ کو جلاتے ہوئے دیکھا نہیں لیکن بتانے والے کی سچائی کا آپ کو علم ہے کہ وہ جھوٹ نہیں بولتا۔ تو یہ علم الیقین ہے۔ کہ جس طرح اس نے کہا ہے ایسا ہی ہے۔

اور عین الیقین یہ ہے کہ آپ آگ کو جلاتے ہوئے دیکھیں کہ وہ چیزیں جلا رہی ہے۔ اور آپ چیزوں کو جلتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ تو یہ علم الیقین ہے۔

اور حق الیقین یہ ہے کہ آپ کے بدن کا کوئی حصہ آگ میں جل جائے۔ پھر اس سے آگے علم کا کوئی مرتبہ نہیں ہے۔

فرمایا تمھیں یہ ساری باتیں حق الیقین کے طور پر حاصل ہو جائیں گی کہ رب تعالیٰ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ حق ہے۔ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ پھر تم سے البتہ پوچھا جائے گا اُس دن نعمتوں کے بارے میں۔ اللہ تعالیٰ نے وجود دیا، کان دیئے، آنکھیں دیں، دل دیا، ہاتھ پاؤں دیئے، صحت دی۔ ان کے بارے میں سوال ہوگا کہ ان کو کہاں خرچ کیا، ان سے کیا کام لیا؟ سورت بنی اسرائیل آیت نمبر ۳۶ میں ہے اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا "کان، آنکھ، دل، ان سب چیزوں کے بارے میں سوال ہوگا۔" اللہ تعالیٰ نے مال دیا، صحت دی، فراغت دی، ان

کے بارے میں سوال ہوگا کہ یہ چیزیں تم نے کہاں استعمال کیں۔ پہلے لوگ اچھے تھے دنیا اُن کی اگرچہ تنگ تھی لیکن آخرت آسان تھی۔ ہم جتنے آرام میں ہیں یقین جانو! آخرت میں اتنے تنگ ہوں گے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے جتنی سہولتیں عطا فرمائی ہیں اتنا شکر ادا نہیں کرتے۔ حالانکہ قیامت والے دن ان نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا۔

ترمذی شریف کی روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں سے پوچھا کہ گھر میں کھانے کی کوئی چیز ہے؟ کہنے لگیں کوئی چیز نہیں ہے۔ بھوک نے بے تاب کیا تو مسجد میں جا بیٹھے۔ تھوڑی دیر ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی آگئے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیسے آئے ہو؟ کہنے لگے حضرت بھوک نے بے تاب کیا تو باہر آگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسی ہی بھوک نے مجھے گھر سے نکالا ہے۔ فرمایا اچھا چلو! تینوں ہستیاں چل پڑیں۔

حضرت ابو الہیثم انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے باغ تھا۔ باغ میں جا کر بیٹھ گئے۔ حضرت ابو الہیثم رضی اللہ عنہ ذرا مال دار تھے۔ ان کی بیوی نے دیکھا تو بڑی خوش ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں اور ساتھ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی ہیں۔ خوش آمدید کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو الہیثم کہاں ہیں؟ بیوی نے بتایا کہ پانی لینے کے لیے گئے ہیں ابھی آجاتے ہیں۔ تھوڑی دیرر کے بعد میں وہ آگئے۔ دیکھ کر بڑے حیران اور خوش ہوئے کہ بزرگ ہستیاں میرے گھر آگئی ہیں۔ کھجوروں کا گچھا لا کر سامنے رکھ دیا اور کہا کہ حضرت! میں بکری ذبح کرتا ہوں کہ آپ کے لیے کھانا تیار کرا کر لاتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِیَّاکَ وَالْحُلُوْبَۃَ "دودھ والی بکری ذبح نہ کرنا"۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دودھ والا جانور ذبح نہیں کرنا چاہیے اس لیے کہ اس

سے دودھ کی قلت پیدا ہوگی۔ اسی لیے فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے تصریح فرمائی ہے کہ دودھ والے جانور کی قربانی مکروہ ہے۔ وہ گئے، بکری ذبح کی، گوشت بنایا اور کھانا تیار کرا کے لے آئے۔ تینوں حضرات نے کھانا کھایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت والے دن تم سے اس نعمت کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ اس کا تم نے حق ادا کیا یا نہیں کیا۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم سے ضرور پوچھا جائے گا نعمتوں کے بارے میں۔ پھر بعض نادان ساتھی یہ سمجھتے ہیں کہ زبان سے الحمد للہ! کہہ دیا بس سارا شکر ادا ہو گیا۔ بھئی! نعمتوں کا فائدہ تو سارا بدن اُٹھائے اور شکریے کے لیے صرف دو تولے کی زبان ہلے۔ شکر ادا کرنے کا بہترین طریقہ نماز میں ہے کہ اس سے سارا جسم خدا کا شکر ادا کرتا ہے۔ جتنا شکر نماز کے ذریعے ادا ہوتا ہے اور کسی چیز سے ادا نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کرو، موت کو نہ بھولو، قبر اور آخرت کی تیاری کرو۔ جنت دوزخ کو سامنے رکھو، پل صراط کو آنکھوں کے سامنے رکھو، میزان کو نہ بھولو اور غفلت میں زندگی نہ گزارو۔

تفسیر

سورۃ العصر

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتھا ۳ ۱۰۳ سُورَةُ الْعَصْرِ مَكِّيَّةٌ ۱۳ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْعَصْرِ ﴿۱﴾ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ﴿۲﴾ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿۳﴾ ع ۲۸

وَالْعَصْرِ قسم ہے عصر کی اِنَّ الْاِنْسَانَ بے شک سارے انسان لَفِیْ خُسْرٍ البتہ گھاٹے میں ہیں اِلَّا الَّذِیْنَ مگر وہ لوگ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے وَ تَوَاصَوْا اور ایک دوسرے کو وصیت کرتے ہیں بِالْحَقِّ حق پر قائم رہنے کی وَتَوَاصَوْا اور ایک دوسرے کو وصیت کرتے ہیں بِالصَّبْرِ صبر کی۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ العصر ہے۔ پہلی آیت کریمہ ہی میں عصر کا لفظ موجود ہے۔ جس سے اس کا نام لیا گیا ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس سے پہلے بارہ ﴿۱۲﴾ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا تیرھواں ﴿۱۳﴾ نمبر ہے۔ اس کا ایک رکوع اور تین آیات ہیں۔

قرآن کریم کی ایک سو چودہ ﴿۱۱۴﴾ سورتیں ہیں۔ ان میں سے تین سورتیں سب

سے مختصر ہیں۔ ایک سورۃ العصر ہے اور دوسری سورۃ الکوثر ہے اور تیسری سورۃ النصر ہے۔
ان کی تین، تین آیتیں ہیں۔ ان تین سورتوں کے سوا قرآن کریم میں کوئی ایسی سورت نہیں
ہے جس کی تین آیتیں ہوں۔ فقہائے کرام ؒ فرماتے ہیں کہ نماز میں کم از کم تین آیتیں
پڑھے گا تو نماز صحیح ہوگی۔ یا ایک آیت کریمہ جو بقدر تین آیتوں کے لمبی ہو پڑھنی چاہیے،
اکیلا پڑھے یا جماعت کرائے۔ قرآن کریم میں سب سے لمبی آیت کریمہ آیت تداین
ہے اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ﴿البقرۃ: ۲۸۲﴾

سورۃ العصر کے بارے میں حافظ ابن کثیر ؒ نے روایات ذکر کی ہیں کہ صحابہ
کرام رضی اللہ عنہم کا عموماً یہ معمول تھا کہ جب کوئی مجلس برخاست ہوتی اور گھروں کو جانا چاہتے
تو ایک دوسرے کو یہ سورت سنا کر جاتے تھے۔ یعنی اس سورت میں جو مضمون ہے وہ سبق
کے طور پر ایک دوسرے کو سناتے تھے کہ بھائی ان چیزوں کو یاد رکھو اور ان کی پابندی
کرو۔ یہ سورت پڑھنے کے بعد السلام علیکم کہہ کر ایک دوسرے سے جدا ہوتے تھے۔

عصر کی مختلف تفسیریں:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالْعَصْرِ قسم ہے عصر کی۔ عصر کی مختلف تفسیریں بیان
کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ عصر سے مراد زمانہ ہے۔ لیکن وہ زمانہ جو پہلے گزر چکا ہے اور دہر
اس زمانے کو کہتے ہیں جو گزشتہ اور آئندہ پر حاوی ہو۔ تو عصر سے مراد گزشتہ زمانہ ہے۔
کیوں کہ گزرا ہوا زمانہ بندے نے خود دیکھا ہوتا ہے یا تاریخی واقعات سنے ہوتے ہیں
لہٰذا ان حالات کے بارے میں کوئی شک اور تردد نہیں ہوتا۔ اور زمانے ہی میں ایمان،
کفر، خیر، شر ہے۔ اور زمانہ ظرف ہے۔ تو معنیٰ ہوگا قسم ہے گزشتہ زمانے کی۔

دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ عصر سے عصر کا وقت مراد ہے۔ کیوں کہ عصر کے وقت

کی خاص اہمیت ہے۔اس وقت فرشتوں کی ڈیوٹی بدلتی ہے۔عصر کی نماز جب کھڑی ہوتی ہے توصبح والے فرشتے چلے جاتے ہیں اور رات والے فرشتے آجاتے ہیں۔سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۳۸ میں ہے حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى "تمام نمازوں کی حفاظت کرو خصوصاً عصر کی نماز کی۔"

تیسری تفسیر یہ ہے کہ عصر کی نماز مراد ہے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَنْ فَاتَتْهُ الصَّلٰوةُ الْعَصْرِ فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ "جس کی عصر کی نماز فوت ہوگئی یوں سمجھو کہ اس کے گھر کے سارے افراد مر گئے اور مال بھی سارا لوٹ لیا گیا۔" تصور کرو کہ جس کے گھر کے سارے افراد ختم ہو جائیں اور سارا مال بھی کوئی لے جائے تو کتنا صدمہ ہوگا؟ عصر کی نماز کے فوت ہونے کا کیا مطلب ہے؟ تو محدثین کا ایک گروہ کہتا ہے فوت ہونے کا معنٰی ہے کہ اس نے بغیر کسی عذر کے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔ ایک تو عذر ہے کہ بیمار ہے، مسافر ہے۔تو جس شخص نے بغیر کسی عذر کے عصر کی نماز جماعت کے ساتھ نہیں پڑھی تو یوں سمجھو کہ اس کے گھر کے سارے افراد مر گئے اور اس کا سارا مال لوٹ لیا گیا۔

دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ نماز کے فوت ہونے سے مراد ہے نماز کا مستحب وقت فوت کر دیا کہ مستحب وقت میں نماز نہیں پڑھ سکا بغیر کسی مجبوری کے۔مسافر نہیں، بیمار نہیں ہے اور کوئی خاص وجہ نہیں ہے اور یہ مست ہو کر اپنے کاموں میں لگا رہا اور مستحب وقت میں نماز نہیں پڑھی تو یہ بھی گناہ ہے۔

کتاب الروح کا ایک عبرت ناک واقعہ :

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے کتاب الروح میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک بڑا نیک

آدمی تھا۔ بیوی بھی نیک۔ ایک بیٹی اور ایک بیٹا تھا وہ بھی نیک تھے۔ اچھے لوگوں کا گھرانا تھا۔ بزرگ فوت ہو گئے اور کچھ دنوں کے بعد نوجوان لڑکی بھی فوت ہو گئی۔ لوگ جب دفنا کے جانے لگے تو اس کی قبر سے آگ کے شعلے بھڑک اُٹھے۔ بیٹے نے گھر جا کر تلوار ہاتھ میں لی اور والدہ سے کہا کہ بتا میری بہن میں کیا عیب تھا؟ کیوں کہ اولاد کے عیب ماں باپ ہی جانتے ہیں۔ والدہ سمجھی کہ چند دن پہلے اس کا والد فوت ہوا ہے اور اب بہن فوت ہوگئی ہے بے چارے کا دماغی توازن قائم نہیں رہا اس لیے اس طرح کی باتیں کر رہا ہے۔ والدہ نے سمجھانا شروع کیا کہ بیٹے تیرا باپ تھا، میرا خاوند تھا، تیری بہن تھی میری بیٹی تھی، صدمہ مجھے بھی ہے صدمے کو صبر اور حوصلے کے ساتھ برداشت کیا جاتا ہے۔ بیٹے نے کہا امی! ایسی بات نہیں ہے سب نے مرنا ہے۔ مجھے یہ بتلاؤ کہ میری ہمشیرہ میں عیب کیا تھا کہ اس کی قبر سے آگ کے شعلے بھڑک اُٹھے ہیں؟ ماں نے کہا بیٹے! تیری ہمشیرہ میں کوئی عیب نہیں تھا۔ جب سے وہ جوان ہوئی نہ ہمارے گھر کوئی اجنبی آیا اور نہ ہی میں نے اس کو کسی رشتہ دار کے گھر جانے دیا۔ بس ایک عیب تھا کہ نماز لیٹ پڑھتی تھی مستحب وقت میں نہیں پڑھتی تھی۔

علمائے وقت سے پوچھا گیا تو انھوں نے بتایا کہ اس کا لیٹ نماز پڑھنا گناہ تھا۔ اور جو پڑھتے ہی نہ ہوں تو ان کا کیا حال ہوگا؟ یہ خود سوچ لیں۔ اور ضروری نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کا حال ہمیں بتلا دیں اور اگر ہم قبر کے حالات دیکھ لیں تو ہمارے لیے کھانا پینا مشکل ہو جائے اور دنیا کا سارا نظام معطل ہو جائے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے پردہ ڈالا ہوا ہے۔ تو عصر سے مراد زمانہ بھی ہے، نماز بھی ہے اور مستحب وقت بھی ہے۔

تو فرمایا قسم ہے عصر کی۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ بے شک سارے انسان

البتہ گھاٹے میں ہیں۔ اس گھاٹے سے بچنے والے وہ ہیں جن میں چار خوبیاں ہیں۔
فرمایا اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مگر وہ لوگ جو ایمان لائے صحیح معنیٰ میں۔ یعنی جس کو قرآن ایمان کہتا ہے، حدیث ایمان کہتی ہے، فقہ اسلامی ایمان کہتی ہے۔ محض دعویٰ ایمان سے کچھ نہیں بنتا اور نہ کوئی فائدہ ہے۔

باطل فرقے:

دور جانے کی ضرورت نہیں ہے پاکستان ہی میں کتنے ہی باطل فرقے ہیں جو ایمان کے دعوے پر ڈٹے ہوئے ہیں کہ ہم مومن ہیں، مسلمان ہیں۔ حالانکہ نہ وہ از روئے قرآن مومن ہیں، نہ از روئے حدیث مومن ہیں اور نہ فقہ اسلامی کے لحاظ سے مومن ہیں۔ جیسے قادیانی ہیں، منکرین حدیث ہیں، ذکری فرقہ ہے، رافضیوں کو دیکھ لو، سر سے لے کر پاؤں تک شرک میں ڈوبے ہوؤں کو دیکھ لو۔ اسی طرح کمیونزم والے ہیں، سوشلزم والے ہیں۔ یہ سب اسلام سے خارج ہیں۔ مگر اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں۔
پرویزی پکے کافر ہیں ان کے کفر میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔
غلام احمد پرویز نت کلاں کا رہنے والا تھا۔ اس نے معارف القرآن تفسیر لکھی ہے چار جلدوں میں۔ وہ کہتا ہے کہ آج تک کوئی شخص پیدا ہی نہیں ہوا جس نے میری طرح قرآن سمجھا ہو۔ ساری زندگی انگریز کے بوٹ صاف کرتا رہا، انگریز کا ملازم تھا، کسی استاد سے قرآن شریف پڑھا نہیں اور دعویٰ کرتا ہے کہ میرے جیسا قرآن کسی نے نہیں سمجھا (بات تو اس کی ٹھیک ہے کہ جس طرح کا اس نے سمجھا ہے اس طرح کا تو کسی نے نہیں سمجھا اور نہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھایا ہے۔ مرتب)
کہتا ہے کہ اگر سائنس یہ ثابت کر دے کہ آدمی اپنے عنصر جسم کے ساتھ چند منٹ

میں چاند تک پہنچ سکتا ہے، آسمان تک پہنچ سکتا ہے میں پھر بھی ہرگز، ہرگز رسول اکرم کے معراج جسمانی کو تسلیم نہیں کروں گا۔ اُس وقت ابھی امریکہ نے خلائی جہاز نہیں چلائے تھے یہ اس سے پہلے کی بات ہے جب اس نے یہ بات تفسیر میں لکھی۔ یہ بے ایمان قرآن کا سب سے بڑا مفسر بنا بیٹھا ہے۔ یہ لوگ گھروں میں مفت رسالے تقسیم کرتے ہیں۔ ان سے بچو۔ لہٰذا جب تمھارے پاس کوئی کتاب آئے تو پوچھو یہ کتاب کس مسلک کی ہے، کس فرقے کی ہے۔ یہ باطل فرقے کتابیں اور رسالے تقسیم کرتے رہتے ہیں، احتیاط کرو۔ ایمان بچانا بہت ضروری ہے۔ کراچی میں ایک نیا فتنہ ڈاکٹر عثمان کا کھڑا ہوا ہے۔ یہ لوگوں کو مفت کتابیں اور رسالے بھیجتے ہیں ان سے ایمان کو بچاؤ۔

احمد رضا خان نے قرآن پاک کا ترجمہ کیا ہے جس کا نام ہے کنز الایمان۔ اُردو ترجموں میں اتنا غلط ترجمہ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں، باوضو ہوں میرے سامنے قرآن شریف ہے، قبر کے کنارے پر ہوں، خدا کو جواب دینا ہے، اتنا غلط ترجمہ کسی نے نہیں کیا۔ شاھد کا لفظ قرآن پاک میں موجود ہے اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا ﴿الاحزاب:۴۵﴾ تو شَاهِدًا کا ترجمہ کیا ہے حاضر و ناظر۔ حالانکہ فقہائے کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ جو آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر مانے وہ کافر ہے۔ اب عام آدمی جو دیکھے گا تو وہ کہے گا حاضر و ناظر تو قرآن کا ترجمہ ہے۔ کون کون سے فتنے کی نشان دہی کی جائے۔ کوئی ایک فتنہ ہے۔ اس دور میں ایمان بچانا بہت مشکل ہے۔

دوسری خوبی خسارے سے بچنے کی وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کرتے ہیں اچھے۔ تیسری خوبی: وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ اور ایک دوسرے کو وصیت کرتے ہیں حق پر قائم رہنے کی۔ مثلاً میں آپ کو کہتا ہوں سچے عقیدے کو نہ چھوڑنا، عبادات کو نہ چھوڑنا، حرام

کے قریب نہ جانا اور تمھارے بھی ذمہ یہ فرض ہے کہ جس جس کو ملو اس کو تلقین کرو کہ بھائی! یہ کام کرنے کے ہیں اور یہ کام نہ کرنے کے ہیں۔

خسارے سے بچنے والوں کی چوتھی خوبی: وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ اور ایک دوسرے کو وصیت کرتے ہیں۔ وصیت کا معنیٰ ہے تاکیدی حکم کرتے ہیں صبر کا۔ کہ ایمان پر قائم رہنا، حق کی بات پر قائم رہنا۔ حق کہنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ بڑی بڑی تکلیفیں آتی ہیں ایسے موقع پر صبر سے کام لینا ہے۔

عمرو بن العاص اور مسیلمہ کذاب کا مکالمہ :

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے کہ یمامہ کے علاقے میں گئے جہاں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اس کا خاندان، قبیلہ بنو حنیفہ بڑا جنگجو تھا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں اس کے ساتھ مقابلہ میں چودہ سو ۱۴۰۰ صحابہ جن میں سات سو ۷۰۰ حافظ قرآن تھے، شہید ہوئے تھے اور بالآخر یہ فی النار ہوا۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی حالتِ کفر میں اس کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ دوران گفتگو میں حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ذکر ہوا۔ ان دنوں سورۃ العصر نازل ہوئی تھی۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس کو یہ سورت پڑھ کر سنائی۔ مسیلمہ کذاب نے سر جھکا لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد کہنے لگا مجھ پر بھی ایک سورت نازل ہوئی ہے یَاوَبْرُ یَاوَبْرُ اِنَّكَ ذُوالْاُذُنَیْنِ وَالصَّدْرِ وَسَائِرُكَ نَقْرٌ حَقْرٌ۔ یعنی اس نے سورۃ العصر کی نقل اُتاری۔ وَبْرٌ ایک جنگلی جانور ہے بلے کی شکل کا۔ اس کے کان بڑے بڑے ہوتے ہیں اور چھاتی اُبھری ہوئی ہوتی ہے اور باقی بدن اس کا دبلا پتلا ہوتا ہے۔ اس عبارت کا ترجمہ ہے: "اے جنگلی بلے، اے جنگلی بلے! تیرے کان ہی کان ہیں اور تیرا

سینہ ہی سینہ ہے باقی بدن میں تو کمزور ہے۔"

یہ سنا کے مسیلمہ کذاب نے عمرو بن العاص سے کہا بتلاؤ بات بنی ہے۔ یعنی مقابلہ میں سورت ٹھیک ہے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا اِنَّكَ تَكْذِبُ "بے شک تو جھوٹ بول رہا ہے یہ اس کا مقابلہ نہیں ہے۔" حالانکہ وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اگر مسلمان ہوتے تو مسیلمہ کذاب کہتا کہ تو طرف داری کر رہا ہے۔ تو یہ چار خوبیاں جس میں ہوں گی وہ کامیاب ہے۔ باقی سارے خسارے میں ہیں۔

تفسیر

سورۃ الھمزۃ

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتھا ۹ ۱۰۴ سُوْرَةُ الْهُمَزَةِ مَكِّيَّةٌ ۳۲ رکوعھا ۱
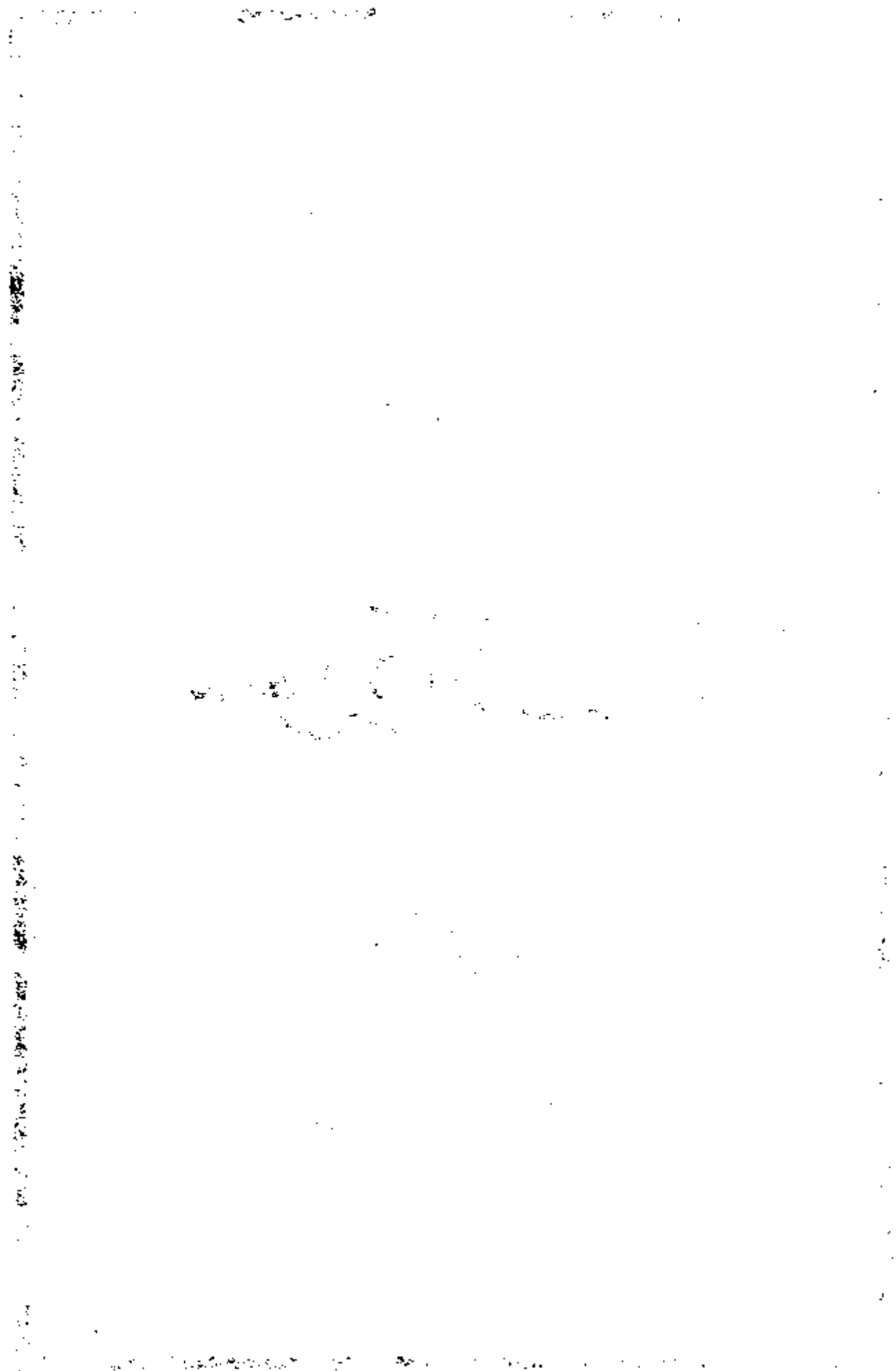
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۙ﴿۱﴾ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۙ﴿۲﴾ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ۚ﴿۳﴾ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۖ﴿۴﴾ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ؕ﴿۵﴾ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۙ﴿۶﴾ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ؕ﴿۷﴾ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۙ﴿۸﴾ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۧ﴿۹﴾ ع ۱ ۲۹

وَيْلٌ ہلاکت ہے لِّكُلِّ هُمَزَةٍ ہر اُس شخص کے لیے جو منہ پر عیب بیان کرتا ہے لُّمَزَةِ جو غائبانہ عیب بیان کرتا ہے الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وہ جس نے جمع کیا مال وَّعَدَّدَهٗ اور گنتار ہتا ہے اس کو يَحْسَبُ گمان کرتا ہے وہ اَنَّ مَالَهٗ کہ بے شک اس کا مال اَخْلَدَهٗ ہمیشہ رکھے گا اس کو كَلَّا خبردار لَيُنْۢبَذَنَّ البتہ ضرور ڈالا جائے گا اس کو فِي الْحُطَمَةِ چور چور کر دینے والی میں وَمَاۤ اَدْرٰىكَ اور آپ کو کس نے بتلایا مَا الْحُطَمَةُ کیا ہے چور چور کر دینے والی نَارُ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی آگ ہے الْمُوْقَدَةُ جلائی ہوئی الَّتِيْ تَطَّلِعُ وہ آگ جو پہنچ جاتی ہے عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ دلوں پر اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ بے شک یہ آگ ان پر بند کی ہوئی ہوگی فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ لمبے لمبے ستونوں میں۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ الھمزہ ہے۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں ھمزہ کا لفظ موجود ہے۔ جس سے سورت کا نام لیا گیا ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس سے پہلے اکتیس ﴿۳۱﴾ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا نزول کے اعتبار سے بتیسواں ﴿۳۲﴾ نمبر ہے۔ اس کا ایک رکوع اور نو ﴿۹﴾ آیتیں ہیں۔

مکہ مکرمہ کے ابتدائی دور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سارے مخالف تھے۔ لیکن مخالفین میں بعض شریف الطبع تھے کہ مخالفت کے باوجود گالی گلوچ اور لڑائی جھگڑا نہیں کرتے تھے اور نہ ہی ان چیزوں کو پسند کرتے تھے۔ اور بعض مخالفت میں اتنے سخت تھے کہ شرارت سے باز نہیں آتے تھے ہاتھا پائی بھی کرتے اور زبان درازی بھی کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تنگ کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تنگ کرنا، غلاموں کو مارنا، لونڈیوں کو مارنا، تنگ کرنا ان کا وتیرہ تھا۔ بعض تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے زبان درازی کرتے اور بعض غائبانہ، پشت کے پیچھے کہتے کہ اس نے نبوت کا دعویٰ اس لیے کیا ہے کہ ماں باپ اس کے سر پر نہیں ہیں۔ اس طرح یہ لوگوں کو قریب کر کے مال اکٹھا کرنا چاہتا ہے۔ کوئی کہتا مال مقصد نہیں ہے، رشتہ لینا مقصد ہے کہ عموماً رشتہ والدین کرتے ہیں یا دادا دادی کرتے ہیں۔ وہ تو ہیں نہیں تو یہ لوگوں کو اپنا گرویدہ کر کے رشتہ لینا چاہتا ہے۔ کسی نے کہا کہ سارے عرب کو اپنے ماتحت کر کے حکمرانی کرنا چاہتا ہے۔ الغرض جو بات کسی کے منہ میں آتی، کرتا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سفر طائف :

تاریخ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور حضرت

بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ طائف تشریف لے گئے تو وہاں کے تین بھائی سردار تھے۔ عبد یالیل، مسعود اور حبیب۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس گئے اور اسلام کی دعوت دی بڑی نرمی کے ساتھ حق ان کے سامنے پیش کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت عطا فرمائی ہے اور میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا پیغام لے کر آیا ہوں اور قیامت کو حق سمجھو، میری نبوت پر ایمان لاؤ، قرآن پاک کو سچا مانو، سچ بولو، جھوٹ کے قریب نہ جاؤ، ناپ تول میں کمی نہ کرو، کسی عورت کو بُری نگاہ سے نہ دیکھو، چوری نہ کرو، ڈاکا نہ ڈالو، زنا نہ کرو، قتل نہ کرو۔

ایک بھائی نے کہا تیرے پاس فوج کتنی ہے، دولت کتنی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے پاس نہ فوج ہے نہ دولت ہے۔ کہنے لگا رب کو یتیم ہی ملا تھا رسالت کے لیے اور کوئی اچھا آدمی نہیں ملا۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ دوسرے نے کہا کہ اگر رب نے تجھے نبی بنایا ہے تو کعبہ کا غلاف پھاڑا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے کعبے کی بڑی ناقدری کی ہے تیرے جیسے یتیم اور مسکین کو نبوت دے کر۔ یہ کہہ کر وہ بھی اُٹھ کر چلا گیا۔ تیسرا جانے لگا تو نوجوانوں کو اس نے اشارے سے کہا کہ اس کی پٹائی کرو، حوصلہ شکنی کرو کہ پھر اِدھر نہ آئے۔ تینوں بھائی مجلس سے اُٹھ کر چلے گئے اور شرارت کا اشارہ کر گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس وقت وہاں سے واپس مڑے تو طائف کے لڑکوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پتھروں کی بارش کر دی۔ گھٹنوں اور ٹانگوں پر پتھر مارے۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک سے اتنا خون بہا کہ جوتے خون سے بھر گئے۔

اور تاریخ میں مکہ مکرمہ کے تین آدمیوں کا نام آتا ہے، ابی بن خلف، ولید بن مغیرہ، اخنس بن شریق۔ یہ بھی بڑے بے لحاظ اور منہ پھٹ آدمی تھے۔ اور ابوجہل بھی انھی منہ پھٹ آدمیوں میں سے تھا۔ ان میں سے ہر ایک آ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے زبان

درازی کرتا رہتا تھا کہ کیا تو سونے کی کوٹھی میں رہتا ہے، تیرے پاس کتنا مال ہے، تیرے کتنے نوکر ہیں، رب تعالیٰ نے تجھے کس چیز کی نبوت دی ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَيۡلٌ ہلاکت ہے۔ وَیل کے عربی میں کئی معانی آتے ہیں ہلاکت، بربادی، تباہی۔ اور حدیث پاک میں ہے کہ وَیل جہنم کے ایک طبقے کا نام بھی ہے۔ وہ طبقہ اتنا گہرا ہے کہ اوپر سے آدمی کو پھینکا جائے تو آگ کے شعلوں میں جلتا ہوا ستر سال کے بعد نیچے پہنچے گا۔ حال آں کہ آدمی وزنی ہوتا ہے اور وزنی چیز جلدی نیچے جاتی ہے۔ اس طبقے سے باقی طبقے بھی پناہ مانگتے ہیں۔ وہ طبقہ کس کے لیے ہوگا؟

ھمزہ اور لمزہ کی تفسیر :

لِّكُلِّ هُمَزَةٍ ہر اُس شخص کے لیے جو منہ پر عیب بیان کرتا ہے کہ تجھ میں یہ خرابی ہے، یہ خرابی ہے۔ لُّمَزَةٍ جو غائبانہ عیب بیان کرتا ہے کہ فلاں میں یہ عیب ہے، فلاں میں یہ عیب ہے۔

بعض مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ **ھمزہ** اسے کہتے ہیں جو زبان سے عیب بیان کرے اور **لمزہ** اسے کہتے ہیں جو ہاتھ کے اشارے سے عیب بتلائے۔ مثلاً: کسی کا قد چھوٹا ہے تو ہاتھ کے اشارے سے کہے کہ وہ اتنا چھوٹا ہے۔ کوئی نابینا ہے تو آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر بتائے کہ وہ نابینا ہے۔ کسی کا گونگا ہونا زبان نکال کر بتلائے کہ وہ بول نہیں سکتا۔ ایسا کرنا ٹھیک نہیں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سب سے زیادہ قد آور تھیں اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا قد سب سے چھوٹا تھا۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی کوئی پیغام لے کر آئی۔

آنحضرت ﷺ بھی تشریف فرما تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایسے ہاتھ کا اشارہ کر کے کہا کہ اس نے پیغام بھیجا ہے۔ اس کے چھوٹے قد والی ہونے کی طرف اشارہ کیا۔ آپ ﷺ نے دیکھ لیا۔ فرمایا اے عائشہ! اس طرح کرنا بڑا گناہ ہے چاہے کوئی حاضر ہو یا غائب ہو۔ اس طرح اشارہ کر کے تو نے جو تحقیر کی ہے اگر یہ سمندر میں ملا دی جائے تو اس گناہ کی وجہ سے سمندر کڑوا ہو جائے۔ اگر وہ چھوٹے قد کی ہے تو رب تعالیٰ نے اس کو اتنا قد دیا ہے۔ گویا کہ یہ رب تعالیٰ کی ذات پر اعتراض ہوا۔ اگر بندے کے اختیار میں ہو تو کوئی شخص دنیا میں بونا نہ ہو۔ یہ تو رب تعالیٰ کا کام ہے۔ تو کسی کا عیب بیان کرنا، دل آزاری کرنا بڑا گناہ ہے چاہے موجود ہو یا غائب ہو۔

فرمایا الَّذِیۡ جَمَعَ مَالًا وہ جس نے جمع کیا مال۔ مکہ مکرمہ میں ولید بن مغیرہ سب سے بڑا مال دار تھا۔ تیرہ اس کے بیٹے تھے خود بھی بڑا صحت مند تھا۔ اولاد میں بیٹھا ہوتا تھا تو فرق نہیں ہو سکتا تھا کہ بھائی ہے یا باپ ہے۔ نوکر چاکر بھی کافی تھے۔ وہ بڑا مال جمع کرتا تھا وَّعَدَّدَہٗ اور گنتار ہتا ہے اس کو۔ جب یہ کمرے میں اکیلا ہوتا تھا تو گنتا رہتا تھا کہ میرے مال میں سے کسی بیٹے یا بہو نے کم تو نہیں کر دیا۔ گن گن کر خوش ہوتا تھا یَحۡسَبُ اَنَّ مَالَہٗۤ اَخۡلَدَہٗ وہ گمان کرتا ہے کہ بے شک اس کا مال اس کو ہمیشہ رکھے گا، زوال نہیں آئے گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کہتا ہے میرا مال، میرا مال۔ تیرا مال تو وہی ہے جو تو نے کھا لیا، پی لیا، پہن لیا، اپنے ہاتھ سے صدقہ خیرات کر دیا۔ باقی مال تو تیرے وارثوں کا ہے اگر نیک ہیں اچھی جگہ میں لگائیں گے تجھے اجر ملے گا۔ برے ہیں، برے جگہ خرچ کریں گے تجھے بھی گناہ ہوگا۔

بخاری شریف کی یہ روایت گزر چکی ہے کہ جب آدمی فوت ہو جاتا ہے تو قبر تک

تین چیزیں ساتھ جاتی ہیں۔ دو چیزیں واپس آجاتی ہیں اور تیسری چیز ساتھ رہتی ہے۔ رشتہ دار، ماں باپ، اولاد واپس آجاتے ہیں کوئی اس کے ساتھ قبر میں نہیں جاتا۔ اور دوسری چیز مال، چارپائی، چادر وغیرہ بھی واپس آجاتے ہیں۔

مسئلہ یہ ہے کہ قبر میں مردے کے نیچے چٹائی، روئی وغیرہ ڈالنا جائز نہیں ہے۔ بعض لوگ نیچے چٹائی ڈال دیتے ہیں اور بہانہ بناتے ہیں کہ نیچے زمین گیلی تھی، نیچے نمی تھی، سب غلط ہے۔ صرف عمل ساتھ ہوں گے۔ اگر کسی گناہ گار کو بڑے مکان میں دفن کر دو تو اس کی دیواریں آپس میں مل جائیں گی اور اس کی پسلیاں آر پار ہو جائیں گی اور اگر کسی مومن کو تنگ قبر میں دفن کر دو گے تو اس کی قبر ستر، ستر ہاتھ عرضاً، طولاً کشادہ ہو جائے گی۔ قبر کی تنگی اور کشادگی کا تعلق عمل کے ساتھ ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے اَلْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النِّيْرَان "قبر جنت کے باغوں میں سے باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے گڑھا ہے۔" سارا دارومدار ایمان اور عمل پر ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ مومنوں کے پاس جو فرشتے آتے ہیں ان کا نام مبشر بشیر ہے اور کافر، گناہ گاروں کے پاس جو فرشتے آتے ہیں ان کا نام منکر نکیر ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس وقت فرشتے سوال کر لیتے ہیں اس کے بعد اچانک اگر مرنے والا نیک آدمی ہے تو قبر میں ایسا خوب صورت آدمی، عمدہ لباس، خوشبوؤں والا، اس کے پاس آتا ہے۔ وہ بڑا حیران ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ میں دنیا میں بڑا چلا پھرا ہوں ایسا خوب صورت آدمی میں نے نہیں دیکھا، ایسی خوش بو کبھی نہیں سونگھی، ایسا بہترین لباس میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ تو کون ہے، کہاں سے آگیا ہے؟ قبر

میں روشنی ہوگی جیسے ٹیوبیں روشن ہوتی ہیں۔ اَلصَّلٰوۃُ نُوْرٌ وہ نماز کی روشنی ہوگی۔ وہ بڑے خاص انداز میں کہے گا اَمَا تَعْرِفُنِیْ "کیا آپ مجھے نہیں پہچانتے۔" اَنَا عَمَلُكَ الصَّالِحُ "میں تیرا نیک عمل ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس شکل میں تیرا ساتھی بنا کر بھیجا ہے۔" اگر مرنے والا برا آدمی ہے تو کَرِیْهُ الْمَنْظَر بری شکل والا آدمی اس کے سامنے آئے گا ایسی بری شکل کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ ایسا بدبودار لباس پہنے ہوگا کہ اس سے دماغ پھٹے گا۔ یہ کہے گا اے اللہ کے بندے! میں پہلے ہی تکلیف میں ہوں تو بدصورت کہاں سے آگیا ہے؟ یہ میرے لیے اور مصیبت ہے۔ وہ بڑے استغناء کے ساتھ کہے گا تو مجھے نہیں جانتا۔ وہ کہے گا میں نے تیرے جیسا بدصورت کبھی زندگی میں نہیں دیکھا۔ وہ جواب میں کہے گا اَنَا عَمَلُكَ السُّوْءُ "میں تیرا برا عمل ہوں۔ میں تیرے گلے کا ہار بن کے رہوں گا۔" تو قبر کی اچھائی، برائی عمل کے ساتھ ہے چٹائیاں بچھانے سے نہیں ہے۔

فرمایا كَلَّا خبردار لَيُنۢبَذَنَّ فِى الْحُطَمَةِ البتہ ضرور بالضرور اس کو ڈالا جائے گا چور چور کر دینے والی میں، توڑ پھوڑ دینے والی میں وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ اور آپ کو کس نے بتایا ہے کہ وہ چور چور کر دینے والی کیا ہے، وہ توڑ پھوڑ دینے والی کیا ہے نَارُ اللّٰهِ وہ اللہ تعالیٰ کی آگ ہے الْمُوْقَدَةُ جو جلائی ہوئی ہے۔ اگر وہاں موت دینا مقصود ہو تو اس کا ایک شعلہ ہی کافی ہے لیکن مقصد تو سزا دینا ہے۔ وہ آگ ایسی ہوگی کہ سر سے لے کر پاؤں تک ہر چیز کو جلائے گی۔ ظاہر، باطن، دل تک اس کا اثر ہوگا۔ دل ایسے جلے گا جیسے ہاتھ جلتا ہے۔

وہ آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہوگی لیکن لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى "نہ

مرے گا اُس میں اور نہ جیے گا۔" صرف آگ ہی نہیں اس کے ساتھ گرم پانی سر پر ڈالا جائے گا جس سے سارا چمڑا اُدھڑ جائے گا۔ پانی پلایا جائے گا انتڑیاں کٹ کے باہر نکل آئیں گی یُصۡہَرُ بِہٖ مَا فِیۡ بُطُوۡنِہِمۡ وَ الۡجُلُوۡدُ ﴿الحج: ۲۰﴾ "پگھلایا جائے گا اس کے ساتھ وہ جو ان کے پیٹوں میں ہے اور ان کی کھالیں۔" پہلا چمڑا جل جائے گا نیا پہنایا جائے گا۔ کُلَّمَا نَضِجَتۡ جُلُوۡدُہُمۡ بَدَّلۡنٰہُمۡ جُلُوۡدًا غَیۡرَہَا ﴿النساء: ۵۶﴾ "جب بھی اُن کی کھالیں جل جائیں گی ہم ان کے لیے دوسری کھالیں تبدیل کر دیں گے۔" بھوک اتنی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ! وہ کہے گا مجھے کھانے کے لیے کچھ ملے کہ میں کھاؤں۔ زقوم، تھوہر، ضریع اور غسلین کھانے کے لیے ملیں گے۔

تھوہڑ اتنا کڑوی ہے کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اُس کا ایک قطرہ سمندر میں گر جائے تو سارا سمندر کڑوا ہو جائے۔ اور اتنا بدبودار کہ اگر اُس کا ایک قطرہ دنیا میں گر جائے تو مشرق سے لے کر مغرب تک سارے اس کی بدبو کی وجہ سے مر جائیں۔ پیاس کا عذاب الگ ہوگا، پینے کے لیے ایسا گرم پانی دیا جائے گا کہ ہونٹ جل جائیں گے وَ ہُمۡ فِیۡہَا کٰلِحُوۡنَ ﴿المومنون: ۱۰۴﴾ "جہنم میں بدشکل ہو کر رہیں گے۔" حدیث پاک میں آتا ہے کہ اوپر والا ہونٹ ناک کی پھونگری (نوک) کے ساتھ لگ جائے گا اور نیچے والا لٹک کر ناف کے ساتھ لگ جائے گا۔ بڑی بُری شکل ہوگی۔

الَّتِیۡ وہ آگ تَطَّلِعُ عَلَی الۡاَفۡـِٕدَۃِ پہنچ جائے گی دلوں پر۔ وہ ظاہر باطن پر برابر اثر کرے گی اِنَّہَا عَلَیۡہِمۡ مُّؤۡصَدَۃٌ بے شک یہ آگ اُن پر بند کی ہوئی ہوگی۔ آگ کے لمبے لمبے ستونوں میں جکڑ کر لاکھ کر دیا جائے گا کہ وہ پہلو نہ بدل سکیں۔ کیوں کہ پہلو بدلنے سے بھی تھوڑا سکون مل جاتا ہے فِیۡ عَمَدٍ مُّمَدَّدَۃٍ۔ عمد عماد

کی جمع ہے جس کا معنیٰ ہے ستون۔ مُمَدَّدَہ لمبے۔ لمبے لمبے ستونوں میں رکھا جائے گا کہ حرکت نہ کر سکے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے تمام صحیح العقیدہ مسلمان مرد، عورتوں کو دوزخ کے عذاب سے بچائے اور محفوظ رکھے۔ [آمین]

تفسیر

سُورۃ الفیل

(مکمل)

جلد ۲۱

اٰیاتھا ۵ ۱۰۵ سُوْرَۃُ الْفِیْلِ مَکِّیَّۃٌ ۱۹ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ؕ﴿۱﴾ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۙ﴿۲﴾ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۙ﴿۳﴾ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ﴿۴﴾ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ﴿۵﴾

اَلَمْ تَرَ کیا آپ نہیں جانتے كَيْفَ فَعَلَ کیسا کیا رَبُّكَ آپ کے رب نے بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ہاتھی والوں کے ساتھ اَلَمْ يَجْعَلْ کیا نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے كَيْدَهُمْ اُن کی تدبیر کو فِيْ تَضْلِيْلٍ خسارے میں وَّاَرْسَلَ اور چھوڑے اللہ تعالیٰ نے عَلَيْهِمْ اُن پر طَيْرًا پرندے اَبَابِيْلَ غول درغول تَرْمِيْهِمْ جو مارتے تھے اُن کو بِحِجَارَةٍ پتھر مِّنْ سِجِّيْلٍ کنکر کے فَجَعَلَهُمْ پس کر دیا اُن کو كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ گھاس کی طرح کھایا ہوا۔

نام اور کوائف:

اس سورت کا نام ہے سورۃ الفیل۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں فیل کا لفظ موجود ہے۔ جس سے اس کا نام لیا گیا ہے۔ فِیْل فِیْلَۃٌ کی جمع ہے۔ فِیْلَۃٌ کا معنی ہے ہاتھی۔

فِیل کا معنیٰ ہے بہت سے ہاتھی۔ یعنی وہ سورت جس میں بہت سے ہاتھیوں کا ذکر ہے۔
نزول کے اعتبار اس کا سے انیسواں ﴿۱۹﴾ نمبر ہے اس سے پہلے اٹھارہ ﴿۱۸﴾ سورتیں
نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا ایک رکوع اور پانچ آیتیں ہیں۔

عرب کے سارے لوگ ابراہیم علیہ السلام کے معتقد تھے۔ مشرک، یہودی، عیسائی،
صابی۔ چونکہ ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت مسلم تھی اور وہ سب کے ہاں قابل احترام تھے
اس لیے ہر فرقہ اپنی کڑی ان کے ساتھ ملاتا تھا اور اپنا تعلق ان کے ساتھ جوڑتا
تھا۔ یہودی کہتے تھے ابراہیم علیہ السلام ہمارے طریقے پر تھے، عیسائیوں کا دعویٰ تھا
کہ جو کچھ ہم کرتے ہیں ابراہیم علیہ السلام بھی وہی کرتے تھے۔ مشرکین مکہ کا یہ غلط
نظریہ تھا کہ ہم ابراہیمی ہیں جو کچھ ہم کرتے ہیں ابراہیم علیہ السلام یہی کچھ کرتے تھے۔
اتنے زوردار الفاظ میں دعویٰ کرتے تھے کہ غلط فہمی پیدا ہو جاتی تھی۔ اس لیے رب تعالیٰ
نے صریح اور صاف لفظوں میں فرمایا مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ
حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿آل عمران: ۶۷﴾ "ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی
تھے اور نہ نصرانی تھے لیکن ایک طرف ہونے والے موحد مسلمان تھے اور وہ
مشرکوں میں سے نہیں تھے۔"

چونکہ ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کعبۃ اللہ کی تعمیر
کی تھی اس نسبت سے لوگ کعبۃ اللہ کی بڑی قدر کرتے تھے لیکن حقیقی روح اُن کے اندر
نہیں تھی۔ اس کو آپ اس طرح سمجھیں کہ ایک آدمی سامنے مرا پڑا ہے اس کی آنکھیں نظر
آرہی ہیں ناک، کان، پاؤں جسم کے سارے اعضاء نظر آرہے ہیں لیکن اندر روح نہیں

ہے۔ اس لیے سارے اعضاء بے حقیقت ہیں۔ وہ جو کام کرتے تھے ان کی محض شکل وصورت ہوتی تھی روح ابراہیمی جو توحید تھی وہ ان میں بالکل نہیں تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقے کے مطابق حج صدیوں سے چلا آرہا ہے۔ کعبۃ اللہ کی تعمیر جب مکمل ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ﴿الحج: ۲۷﴾ "اور اعلان کر دو لوگوں میں حج کا آئیں گے وہ تمھاری طرف پیدل اور دبلی پتلی اونٹنیوں پر جو چلی آئیں گی دور دراز راستے سے۔"

کعبۃ اللہ کے دروازے کے سامنے چھوٹی سی پہاڑی ہے جس کا نام ہے جبل ابوقبیس۔ یہ پہاڑی اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا فرمائی تھی۔ اب حکومت نے اس کے نیچے سے سرنگ نکالی ہے منیٰ کی طرف جانے کے لیے۔ اس جبل ابوقبیس پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام نے آواز دی تھی۔ جن کی قسمت میں تھا اُنھوں نے عالم ارواح میں لبیک کہا تھا اور اب اسی صدا کا جواب دیتے ہوئے لوگ لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ کہتے ہوئے جاتے ہیں۔

تو لوگ بیت اللہ کی بڑی عزت کرتے تھے اور دور دراز سے آتے تھے۔

اور مکہ مکرمہ والوں کی اقتصادی اور معاشی ضرورت بھی پوری ہوتی تھی کہ سامان لاتے تھے، بیچتے تھے، خریدتے تھے۔ کیوں کہ مکہ مکرمہ میں تو کوئی شے پیدا نہیں ہوتی تھی۔ نہ زرعی زمین ہے، نہ وہاں کارخانے ہوتے تھے نہ ہی صنعتی دور تھا۔ لوگ چونکہ اطراف سے مکہ مکرمہ آتے تھے۔ یمن سے بھی آتے تھے۔

واقعہ اصحاب فیل :

یمن ملک حبشہ کا ایک صوبہ تھا اس کے گورنر کا نام تھا ابرہہ بن صباح بن اشرم۔ (یہ عیسائی تھا۔) حج کے دنوں میں جب اُس نے دیکھا کہ مرد، عورتیں، بوڑھے، بچے، جوان سب مکہ مکرمہ جارہے ہیں تو اُس نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ لوگ کہاں جارہے ہیں، کیا بات ہے؟ تو مقامی لوگوں نے گورنر کو بتلایا کہ مکہ مکرمہ میں ایک مکان ہے یہ لوگ وہاں جا کر اس کا طواف کرتے ہیں اور وہ مکان ابراہیم علیہ السلام نے بنایا تھا۔ اس نے آدمی بھیج کر کعبۃ اللہ کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ وہ تو سادہ سا کمرہ تھا اور پر غلاف چڑھا ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ میں ان لوگوں کو یہاں ہی کعبہ بنا دیتا ہوں وہاں جانے کی ضرورت نہیں۔

چنانچہ اس نے شہر صنعاء (جو یمن کا دار الخلافہ تھا) میں ایک مصنوعی کعبہ بڑا خوب صورت، بڑا بلند بنوایا اور ارد گرد لوگوں کی رہائش کے لیے کافی کمرے بنوائے ان میں بستر لگوائے، خوراک کا انتظام کیا۔ جو لوگ پختہ ذہن کے تھے وہ تو اس کے چکمے میں نہ آئے مگر پیٹو قسم کے لوگ بھی دنیا میں ہوتے ہیں۔ انھوں نے خیال کیا کہ یہاں چار پائی، بستر بھی ملتا ہے، حلوا کھیر بھی ملتی ہے، بڑی سہولتیں ہیں۔ اس قسم کے لوگوں نے اس مصنوعی کعبہ کا طواف شروع کر دیا۔

کچھ سالوں کے بعد حاجی لوگ مکہ مکرمہ میں کم ہو گئے۔ مکہ مکرمہ کے لوگ بھی پریشان ہوئے کہ تجارت میں کمی آگئی ہے پہلے جتنا سامان فروخت ہوتا تھا اب اتنا نہیں ہوتا۔ ہماری آمدنی پر زد پڑی ہے۔ اس کے لیے انھوں نے تحقیقی کمیٹی بنائی کہ وجہ معلوم

کرو کہ لوگوں میں کمی کیوں آئی ہے؟ تحقیق کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ صنعاء میں ایک مصنوعی کعبہ بنایا گیا ہے جس میں سہولتیں بہت ہیں لوگ وہیں چکر لگا کر اپنا وقت گزار لیتے ہیں۔ قریش کو اس کا بڑا صدمہ ہوا۔ باقی مار تو آدمی کھالیتا ہے مگر پیٹ کی چوٹ بہت سخت لگتی ہے۔ اُن کی آمدنی پر زد پڑی تھی وہ کس طرح برداشت کر سکتے تھے۔ قریش مکہ نے قبیلہ بنو خزاعہ کا اور بعض روایات میں ہے کہ بنو کنانہ کا ایک چالاک آدمی بھیجا کہ وہ اس مصنوعی کعبہ کو آگ لگا دے۔ اُس نے وہاں جا کر کچھ دن گزارے، کھاتا پیتا رہا، حالات کا جائزہ لیا اور پہلے اس میں غلاظت کی پھر اس کو آگ لگا کر جلا دیا۔ وہ بالکل راکھ ہو گیا۔

اصحابِ فیل اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت عام الفیل میں:

ابرہہ کو خبر پہنچی تو اس کا پارا چڑھ گیا، غصے میں آ گیا کہ اتنی رقم لگا کر اتنا بلند و خوب صورت کعبہ بنایا تھا معلوم کرو یہ کام کس نے کیا ہے؟ تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ یہ کارروائی قریش کے ایک آدمی نے کی ہے۔ اس نے کہا کہ انھوں نے ہمارا کعبہ جلا ڈالا ہے ہم نے اُن کا کعبہ گرانا ہے۔ فوج کو چلنے کا حکم دے دیا۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ساٹھ ہزار فوج اس نے ساتھ لی اور آٹھ ہاتھی۔ بعض کہتے ہیں کہ بارہ ہاتھی تھے اور بڑے کا نام محمود تھا۔ ہاتھی اس زمانے میں وہ کام کرتے تھے جو آج کل ٹینک کرتے ہیں۔ ابرہہ فوج کی قیادت کرتا ہوا مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا۔ راستے سے قبائل ساتھ ملتے گئے۔ مکہ مکرمہ سے چند میل کے فاصلے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا جی حضرت عبدالمطلب کے دو سو اونٹ چر رہے تھے۔ اُن پر انھوں نے قبضہ کر لیا۔ اُس وقت کعبۃ اللہ کے متولی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا جان تھے اور یہ واقعہ صحیح قول کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت والے سال پیش

آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے صرف پچاس دن پہلے۔

ابرہہ جس وقت مکہ مکرمہ کے قریب پہنچا تو اپنے مشیروں سے کہا کہ میں مکہ مکرمہ کے بڑے آدمی سے ملنا چاہتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا جان کعبۃ اللہ کے متولی تھے، بڑے قدوقامت والے اور شکل وصورت بھی بڑی اچھی اور بارعب تھے۔ یہ ابرہہ کے پاس پہنچے۔ ابرہہ نے پوچھا کیا سوال لے کر آئے ہو؟ فرمایا تم نے میرے دوسو اونٹ پکڑے ہیں وہ واپس کردو۔ ابرہہ نے کہا کہ میں نے تو آپ کی شکل وصورت دیکھ کر سمجھا تھا کہ آپ بڑے سمجھدار آدمی ہیں مگر بات آپ نے بڑی ہلکی کی ہے۔ تمھیں معلوم ہے کہ میں تمھارا کعبہ گرانے آیا ہوں۔ تجھے چاہیے تھا کہ میرے ساتھ کعبہ کے بچانے کی بات کرتا تجھے اپنے اونٹوں کی فکر ہے۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا میرا خاندان بڑا ہے میں نے اپنے گزارے کے لیے اونٹ رکھے ہوئے ہیں۔ کسی کو بیچا، کسی پر سامان لادا۔ اس طرح اپنا وقت گزارتا ہوں۔ اور کعبے کا مالک بڑا طاقت ور ہے وہ کعبے کی خود حفاظت کرے گا مجھے اس کے لیے منت سماجت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کو اور غصہ آیا اور کہنے لگا دیکھوں گا کعبے والا کتنا طاقت ور ہے۔

جس وقت یہ مزدلفہ کے علاقے میں پہنچا۔ مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان ایک جگہ ہے اس کا نام وادی مُحَسِّر ہے۔ یہ پانچ سو چالیس "۵۴۰" ہاتھ چوڑی ہے اور اتنی ہی لمبی ہے۔ اس کے اردگرد حکومت سعودیہ نے جنگلا لگایا ہوا ہے۔ وہاں شرطے (پولیس والے) کھڑے ہوتے ہیں اس طرف جانے نہیں دیتے۔ کیوں کہ مزدلفہ کا سارا علاقہ حاجیوں کے ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ عرفات سے واپسی پر مغرب، عشاء، فجر، مزدلفہ ہی میں پڑھنی ہوتی ہیں اور صبح کی نماز کے بعد اصل مقصد ہے مزدلفہ میں ٹھہرنے کا۔

تو پولیس والے وادی مُحسر کی طرف نہیں جانے دیتے۔ کیوں کہ اس کا حج پر اثر پڑتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْمُزْدَلِفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ اِلَّا وَادِي مُحَسِّر "سارا مزدلفہ حاجیوں کے ٹھہرنے کی جگہ ہے مگر وادی محسر نہیں۔" اس وادی محسر میں جب ابرہہ کا لشکر پہنچا تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ سمندر کی طرف سے پرندے آئے فوج درفوج۔ ہر پرندے کے پاس تین کنکر تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ مسور کے دانے کے برابر۔ ایک ایک پنجے میں اور ایک چونچ میں۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ وہ پتھر حمص یعنی چھوٹے چنے کے برابر تھے۔ وہ مسور کا دانہ سر پر پڑتا تھا آر پار ہو کر نیچے سے نکل کر ہاتھی کو چیرتا ہوا زمین پر گر جاتا تھا اور ان کی تڑپ تڑپ کر جان نکل جاتی تھی۔ ساٹھ ہزار میں سے کوئی واپس گھر نہیں لوٹ سکا۔ اللہ تعالیٰ نے کعبہ کی اس طرح حفاظت فرمائی۔

تاریخ اور تفسیر کی کتابوں میں ہے کہ حضرت عبد المطلب ابرہہ کے ساتھ گفتگو کر کے جب واپس آئے تو شبابیب مکہ، نوجوانان مکہ بڑے جذبات میں تھے۔ کیوں کہ کعبۃ اللہ کا احترام تو سب کے دل میں تھا۔ حضرت عبد المطلب نے انھیں کہا کہ تم پہاڑوں پر چلے جاؤ شہر میں نہ رہنا۔ اُنھوں نے کہا بابا جی! اپنی فکر نہیں ہے ہم تو کعبۃ اللہ کے بارے میں متفکر ہیں۔ حضرت عبد المطلب نے انھیں کہا کہ تم اپنی فکر کرو، اپنی عورتوں کی فکر کرو، بچوں کی فکر کرو، کعبۃ اللہ کی حفاظت کرنے والا زندہ ہے وہ اس کی حفاظت خود کرے گا۔ چنانچہ وہ جبل نور پر چڑھ گئے۔ کچھ دوسرے پہاڑوں پر چڑھ گئے۔ مکہ خالی ہو گیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ہاتھی والوں کو اس طرح ختم کیا کہ ان کی نسل بھی باقی نہ رہی۔

اصحابِ فیل کی ناکامی :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اَلَمْ تَرَ کا معنیٰ ہے اَلَمْ تَعْلَمْ۔ کیوں کہ رویت آنکھ

سے بھی ہوتی ہے اور دل سے بھی ہوتی ہے۔ تمام حضرات اَلَمْ تَرَ کا ترجمہ کرتے ہیں اَلَمْ تَعْلَمْ ۔ اے محمد رسول اللہ ﷺ! کیا آپ نہیں جانتے ہمارے بتلانے سے کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ کیسا کیا آپ کے پروردگار نے بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ ہاتھی والوں کے ساتھ اَلَمْ یَجْعَلْ کَیْدَھُمْ کیا نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے اُن کی تدبیر کو، اُن کے مکر کو، اُن کی شرارت کو فِیْ تَضْلِیْلٍ خسارے میں۔ بڑے ٹھاٹھ باٹ کے ساتھ تکبرانہ انداز میں ابرہہ کی قیادت میں آزمودہ فوج کے ساتھ آئے کہ ہم ان کے کعبہ کو گرا کر آئیں گے مگر اُن میں سے ایک آدمی بھی بچ کر واپس نہ جا سکا۔

وَّاَرْسَلَ عَلَیْھِمْ طَیْرًا اور چھوڑے اللہ تعالیٰ نے اُن پر پرندے۔ طیر طائرٌ کی جمع ہے۔ اَبَابِیْلَ کا مفرد اِبُّوْلٌ بھی آتا ہے اِبِّیْلٌ اور اِبَّالٌ بھی آتا ہے۔ جس کا معنیٰ ہوگا گروہ، جماعت۔ تو ابابیل کا معنیٰ ہوگا گروہ در گروہ (جوق در جوق)۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے ورنہ مسور یا چنے کے دانے سے آدمی نہیں مرتا۔ پھر ہاتھی تو ہاتھی ہے۔ مگر رب تعالیٰ نے اُن کو گولی سے بھی تیز کر دیا تھا۔ کئی تڑپ تڑپ کر موقع پر مر گئے اور باقیوں کے جسم میں جدری، چیچک، خسرہ قسم کی بیماری پیدا ہوگئی وہ اس بیماری کی وجہ سے مر گئے۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو ابابیلوں کے ذریعے نصرت عطا فرما دے مگر اس کے لیے شرط یہ ہے کہ بندے میں اخلاص ہو۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ ﴿محمد: ۷﴾ "اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کرو گے یعنی اس کے دین کی تو وہ تمھاری مدد کرے گا۔" دین کی مدد کا یہ معنیٰ ہے کہ دین پر چلو۔ لیکن جب دین میں کمی آئے گی تو رب تعالیٰ کا وعدہ پورا نہیں ہوگا۔

مصر میں کچھ حضرات سے مسواک چھوٹ گئی تھی جس کی وجہ سے دو مہینے فتح رک گئی

تھی۔ حالانکہ مسواک نہ فرض ہے نہ واجب ہے نہ سنت مؤکدہ ہے بلکہ مستحب ہے۔ اور جس نماز کے لیے مسواک کی جائے اِس کا درجہ باقی نمازوں سے ستر گنا بڑھ جاتا ہے۔ اور جہاں فرض چھوڑ دیئے گئے ہوں وہاں رب تعالیٰ کی نصرت کیسے آئے گی۔ مولانا ظفر علی خاں مرحوم نے کیا خوب بات کہی ہے:

؎ فضائے بدر پیدا کر
فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے
قطار اندر قطار اب بھی

فرمایا تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيلٍ جو مارتے تھے اُن کو پتھر کنکر کے۔ کسی کی نوک اِس طرف کسی کی نوک اُس طرف فَجَعَلَهُمْ پس کر دیا اُن کو كَعَصْفٍ گھاس کی طرح مَّأْكُولٍ کھایا ہوا۔ یعنی گھاس کو جانور کھا کھا کے بچے ہوئے (باقی ماندہ) کو پاؤں کے ساتھ روندتے ہیں اور منہ سے بگاڑتے ہیں۔ روند کر بچل کر چھوڑا ہوا۔ اسی طرح وہ روندے ہوئے کچلے ہوئے تھے۔ ابرہہ کے لشکر کو اللہ تعالیٰ نے تباہ کر دیا اور اپنے گھر کی حفاظت فرمائی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر

سُورۃ قریش

(مکمل)

ایاتھا ۴ ۱۰۶ سُوْرَۃُ قُرَیْشٍ مَّکِّیَّۃٌ ۲۹ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ۝۱ اٖلٰفِھِمْ رِحْلَۃَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ ۝۲ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ ھٰذَا الْبَیْتِ ۝۳ الَّذِیْٓ اَطْعَمَھُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَھُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝۴

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ اس واسطے کہ مانوس رکھا قریش کو اٖلٰفِھِمْ اُن کا مانوس کردینا رِحْلَۃَ الشِّتَآءِ سردی کے سفر سے وَالصَّیْفِ اور گرمی کے سفر سے فَلْیَعْبُدُوْا پس چاہیے کہ وہ عبادت کریں رَبَّ ھٰذَا الْبَیْتِ اس گھر کے رب کی الَّذِیْٓ وہ رب اَطْعَمَھُمْ جس نے ان کو کھانا کھلایا مِّنْ جُوْعٍ بھوک میں وَّاٰمَنَھُمْ اور امن دیا ان کو مِّنْ خَوْفٍ خوف سے۔

نام اور کوائف:

اس سورت کا نام سورۃ قریش ہے۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں قریش کا لفظ موجود ہے۔ جس سے اس کا نام لیا گیا ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے اٹھائیس سورتیں ۲۸ نازل ہو چکی تھیں۔ نزول کے اعتبار سے اس کا انتیسواں ۲۹ نمبر ہے۔ اس کا ایک رکوع اور چار آیتیں ہیں۔

سرزمین مکہ مکرمہ میدانی علاقہ نہیں ہے۔ پہاڑ ہی پہاڑ ہیں اور جو زمین ہے وہ ہموار نہیں ہے۔ زیادہ تر زمین بھی پتھریلی ہے۔ وہاں کھیت کاشت نہیں ہو سکتے تھے اور وہ صنعتی دور بھی نہیں تھا۔ اس لیے وہاں کے لوگوں کا ذریعہ معاش وخوراک تجارت تھا۔ اپنی اپنی بساط اور طاقت کے مطابق وہ لوگ تجارت کرتے تھے۔ اس کے لیے وہ عموماً سال میں دو سفر کرتے تھے۔ ایک یمن کا اور ایک شام کا۔ سردیوں میں یمن جاتے تھے کیوں کہ وہ گرم علاقہ تھا اور گرمیوں میں شام جاتے تھے کہ وہ ٹھنڈا علاقہ تھا۔ مکہ مکرمہ سے شام دو ماہ میں پہنچتے تھے۔ وہاں چند دن رہتے، اپنا سامان بیچتے، وہاں سے چیزیں خریدتے اور پھر واپس آتے۔

قریش مکہ نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معراج کا انکار کیا تو یہی بات کہی کہ ہم تو سواریوں کو چلاتے ہوئے دو ماہ میں مشکل سے پہنچتے ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ رات میں یہ سارا سفر کر کے واپس آ گیا۔ آسمانوں والا سفر تو ویسے ہی ہماری سمجھ سے بالاتر ہے اور یہ شام کا سفر بھی ہمیں سمجھ نہیں آتا کہ دو مہینوں کا سفر منٹوں میں ہو گیا۔

یہ لوگ جب سفر پر جاتے تھے تو لوگ کعبۃ اللہ کی وجہ سے ان کا بڑا احترام کرتے تھے کہ یہ لوگ کعبۃ اللہ کے پڑوسی ہیں۔ کیوں کہ کعبۃ اللہ کا احترام صرف عرب والے ہی نہیں بلکہ دوسرے لوگ بھی کرتے تھے۔ لوگ ان کی بڑی خدمت کرتے۔ روٹی مفت، چارپائی مفت، بستر مفت۔ مکہ مکرمہ کی چیزیں برکت والی سمجھ کر مہنگی خریدتے اور اپنی چیزیں سستی دیتے کہ یہ خدام کعبہ ہیں۔ عام قافلے والوں کو حتی الوسع ڈاکو نہیں چھوڑتے تھے لیکن ان کا جب پتا چلتا کہ کعبۃ اللہ کے پاس سے آئے ہیں تو ان کو نہیں چھیڑتے تھے۔ کوئی بد باطن قسم کا ہوتا تو الگ بات تھی۔ لیکن ان لوگوں کو سفر میں اطمینان نصیب

ہوتا تھا۔ اسی طرح جب یہ لوگ یمن جاتے تو راستے میں لوگ ان کی بڑی قدر کرتے تھے۔ کھانے مفت، دودھ، مکھن، گھی، جو ان کی بساط میں ہوتا پیش کرتے۔ ان سے چیزیں مہنگی خریدتے اور ان کے آگے سستی بیچتے۔ بل کہ بعض لوگ ان کو چیزیں مفت دے دیتے تھے کہ تم لوگ کعبۃ اللہ کے خادم ہو اس لیے ہم نے تم سے پیسے نہیں لینے۔ گویا ان کو کعبۃ اللہ کی برکت سے جسمانی طور پر بھی امن ہوتا اور مالی طور پر بھی۔

اچھے اور برے مال کا فرق:

تو ان لوگوں کا فریضہ تھا کہ اس گھر والے کی صحیح معنیٰ میں عبادت کرتے کہ اس کے گھر کی برکت سے ہماری اتنی عزت ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی پر انعام کرے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر واجب ہوتا ہے کہ اے پروردگار! تو نے مجھ پر انعام کیا ہے صحت دی ہے، جوانی دی ہے، مال دیا ہے، اولاد دی ہے، جائز کاروبار دیا ہے۔ رب تعالیٰ کے انعامات کی قدر کرنی چاہیے۔ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے، رب تعالیٰ کے احکامات کے سامنے جھکے۔ لیکن عموماً اس طرح ہوتا ہے کہ مال آجانے کے بعد لوگ سرکش ہو جاتے ہیں۔

بعض لوگ ہمارے سامنے ہیں کہ غریب ہوتے تھے تو نماز کے لیے پہلی صف میں آکر بیٹھتے تھے، درس سنتے تھے۔ ملک سے باہر گئے، دولت آگئی، نہ نماز رہی، نہ روزہ۔ کبھی جمعہ میں نظر آجاتے ہیں۔ بھائی! ایسی دولت کا کیا فائدہ کہ جس کی وجہ سے انسان نماز سے رہ جائے، دین سے دور ہو جائے۔ ایسی دولت تو لعنت ہے اور کچھ نہیں ہے۔ ایسی ہی دولت اور اس کے طلب گاروں کے بارے میں آتا اَلدُّنیَا جِیفَۃٌ وَّ طَالِبُهَا کِلَابٌ "اللہ تعالیٰ سے غافل کر دینے والی دنیا مردار ہے اور اس کے چاہنے

والے کتے ہیں۔" مال فی نفسہٖ برا نہیں ہے اگر جائز طریقے سے کمایا جائے اور آخرت سے غفلت کا باعث نہ بنے۔ اگر مال فی نفسہٖ برا ہوتا تو اس پر عبادات موقوف نہ ہوتیں۔ حج رکن اسلام ہے اور وہ مال پر موقوف ہے۔ جس کے پاس مال نہیں ہے اس پر حج نہیں ہے۔ قربانی واجب ہے مگر اس پر جس کے پاس مال ہو۔ عشر عبادت ہے لیکن اگر مال نہیں ہے تو عشر کہاں سے دے گا؟ لہٰذا دونوں کے درمیان فرق سمجھ لو۔ اگر مال جائز طریقے سے ہو اور آخرت سے غافل کرنے والا نہ ہو تو یہ جتنا بھی زیادہ ہو کوئی حرج نہیں ہے۔ اور ایسا مال کہ جس میں حلال وحرام کی تمیز نہ کی گئی ہو اور وہ آخرت سے غافل کر دے، نماز روزے کی پروانہ رہے، یہ مردار ہے اور اس کے طلب کرنے والے کتے ہیں۔

قریش مکہ کو کعبۃ اللہ کی وجہ سے امن حاصل تھا، عزت حاصل تھی، رزق ملتا تھا، اُن کو اس کی قدر دانی کرنی چاہیے تھی لیکن ان ظالموں نے بجائے رب تعالیٰ کی عبادت کے تین سو ساٹھ بتوں کی پوجا شروع کی ہوئی تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ۔ ایلاف کا معنیٰ ہے مانوس کرنا، محبت ڈالنا۔ معنیٰ ہوگا اس واسطے کہ مانوس رکھا قریش کو۔ تجارت کے لیے جہاں بھی جاتے تھے لوگ ان سے محبت کرتے تھے، ان کا ادب واحترام کرتے تھے۔

لفظِ قریش کی وجہ تسمیہ :

قریش کو قریش کیوں کہتے ہیں؟ اہل لغت نے اس کے متعلق بہت سی باتیں بیان کی ہیں۔ ایک یہ کہ قریش کا معنیٰ ہے جمع کرنا۔ یہ لوگ چونکہ تجارت کے ذریعے مال جمع کرتے تھے کیوں کہ ان کو معلوم تھا کہ ہمارے پاس زرعی زمین نہیں ہے، باغات نہیں ہیں، اہل وعیال کا خرچہ جمع کرنا ہے تو تجارت کے ذریعے مال جمع کرتے تھے۔ اس لیے

ان کو قریش کہا جاتا ہے۔

قاموس اللغات، لغت کی مشہور اور مستند کتاب ہے۔ اس میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ نضر بن کنانہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد میں سے تھے۔ وہ بڑے بہادر تھے۔ ان کو بہادری کی وجہ سے قریش کا لقب ملا تھا۔ قریش اصل میں سمندر میں سب سے بڑی مچھلی کا نام ہے جس پر آج تک کوئی قابو نہیں پا سکا۔ ساری مچھلیاں اس کے منہ میں آجاتی ہیں۔ جیسے خشکی کے جانوروں میں سب سے زیادہ بہادر شیر سمجھا جاتا ہے اسی طرح سمندری مخلوق میں قریش مچھلی سب سے زیادہ بہادر سمجھی جاتی ہے۔ چونکہ نضر بن کنانہ بڑا بہادر آدمی تھا اس لیے اس کو قریش کا لقب دیا گیا۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے تھے اور صحیح العقیدہ لوگ تھے۔ قریش کی ایک شاخ تھی قبیلہ بنو خزاعہ۔ اس کا ایک آدمی تھا جس کا نام تھا عمرو بن لُحی بن قمع۔ اس ظالم نے کعبۃ اللہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مجسمہ رکھ دیا اور اس کے ساتھ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مجسمہ رکھ دیا کہ ان بزرگوں نے کعبۃ اللہ بنایا تھا۔

یہ بڑا افراڈیا آدمی تھا۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ عمرو بن لُحی نے ایک کنڈی والی لاٹھی رکھی ہوئی تھی اور کمر کے پیچھے تھیلا رکھا ہوا ہوتا تھا۔ لوگ طواف کرتے یہ دیکھتا جس کا کمبل، چادر اچھی ہوتی کنڈی کے ذریعے اس کے کندھے سے اتار لیتا۔ اگر کسی کو علم ہو جاتا تو کہتا غلطی سے لگ گئی ہے۔ لوگ کم ہوتے تھے طواف کرنے والے خال خال ہوتے تھے۔ اب مخلوق بہت زیادہ ہو گئی ہے۔

میں نے پہلا حج بحری جہاز کے ذریعے صرف سولہ سو دس (۱۶۱۰) روپے میں کیا تھا۔ آج اگر کسی کے سامنے یہ بات کریں تو وہ مذاق سمجھتا ہے۔ پھر اس سولہ سو دس روپے

سے کرایہ، خرچہ، کتابیں خریدیں، مصلے، رومال، تسبیحیں اور تبرکات بھی تھے۔ جب میں نے طواف کیا تو کوئی شاذ و نادر ہی طواف ہوگا جس میں میں نے حجر اسود کو بوسہ نہ دیا ہو۔ اور اب مخلوق بہت زیادہ ہوگئی ہے اور پیسے بھی لوگوں کے پاس عام ہو گئے ہیں۔ اب کچھ لوگ تو حج فرض سمجھ کر جاتے ہیں اور کچھ لوگ سیر و سیاحت کے لیے جاتے ہیں۔ اب حجر اسود کا بوسہ لینا آسان کام نہیں ہے۔

تو عمرو بن لحی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے مجسمے رکھ دیے۔ بعد میں آنے والی نسلوں نے اس میں اضافہ کیا۔ ہابیل رحمہ اللہ کا مجسمہ بھی لگا دیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کا بھی لٹکا دیا۔ اساف اور نائلہ کا مجسمہ بھی لٹکا دیا۔ اساف مرد کا نام ہے اور نائلہ عورت تھی۔ ان کے آپس میں ناجائز تعلقات تھے۔ ان کو اور کوئی جگہ نہ ملی خواہش کی تکمیل کے لیے۔ شام کے بعد کچھ اندھیرا ہوا تو انھوں نے کعبۃ اللہ کے اندر برائی کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو مسخ کر دیا، پتھر بنا دیا۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے گھر کی توہین کی ہے لوگوں نے عبرت کے لیے ان کے مجسمے وہاں رکھ دیے کہ رب تعالیٰ کے گھر کی توہین کرنے والے پتھر بن چکے ہیں۔ مرد کی شکل بعینہ مرد کی تھی اور عورت کی شکل بعینہ عورت کی تھی۔ لوگوں نے ان کی بھی پوجا شروع کر دی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ اس لیے کہ مانوس رکھا قریش کو اٖلٰفِهِمْ اُن کا مانوس کردینا رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ سردی کے سفر سے اور گرمی کے سفر سے۔ سردی کے موسم میں یمن کا سفر کرتے ہیں اور گرمی کے موسم میں شام کا سفر کرتے ہیں۔ اور ان دو سفروں میں سال بھر کی روزی کما لیتے ہیں۔ ان کے گھر اناج، کپڑوں وغیرہ سے بھرے ہوتے تھے۔ فرمایا فَلْيَعْبُدُوْا پس ان کو چاہیے کہ عبادت کریں

رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ اس گھر کے رب کی جس کی برکت اور وسیلے سے ان کو سب کچھ ملتا ہے۔ بتوں کی عبادت نہ کریں اور نہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت کریں۔

پنڈت کا اعتراض اور اس کا جواب :

پنڈت دیانند سرسوتی آریا سماج کا ایک منہ پھٹ لیڈر گزرا ہے۔ اس نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے "ستیارتھ پرکاش" اس کا چودھواں باب قرآن پاک پر اعتراضات کے لیے وقف ہے۔ یعنی اس باب میں اس نے بسم اللہ سے لے کر والناس تک قرآن پاک پر اعتراضات کیے ہیں۔ اور اپنے آپ کو محقق کہتا ہے۔ پہلے قرآن پاک کا ترجمہ نقل کرتا ہے شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ وغیرہ سے پھر اس کے جواب میں لکھتا ہے کہ محقق کہتا ہے۔ اور عجیب عجیب حماقتوں کا مظاہرہ کرتا ہے اور اوٹ پٹانگ باتیں کرتا ہے۔ اس نے ایک اعتراض یہ بھی کیا ہے کہ تم ہمیں کہتے ہو کہ بتوں کی پوجا کرتے ہو۔ تم بھی تو پتھروں کی پوجا کرتے ہو کہ کعبۃ اللہ بھی تو پتھروں کا ڈھیر ہے۔

مسئلہ :

یہاں پر ایک مسئلہ سمجھ لیں کہ جو لوگ کعبۃ اللہ کے سامنے ہوتے ہیں ان کے لیے عین کعبۃ اللہ کی طرف چہرہ کرنا ضروری ہے۔ اگر کعبۃ اللہ سے اِدھر اُدھر چہرہ پھر گیا تو نماز قطعاً نہیں ہوگی۔ اور جہاں کعبۃ اللہ نظر نہ آئے تو وہاں سمت کعبہ، جہت کعبہ ہی کافی ہے۔ عین کعبے کی طرف رخ کرنا ضروری نہیں ہے۔ یہ جو ہماری مسجدیں ہیں یہ تقریباً دو ڈگری کعبۃ اللہ سے ہٹی ہوئی ہیں مگر اس سے نماز پر کوئی زد نہیں پڑتی۔ پانچ ڈگری تک بھی ہٹی ہوں پھر بھی نماز پر کوئی زد نہیں پڑتی، وہم نہ کرنا۔

تو پنڈت دیانند سرسوتی کا جواب حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے اپنی

کتاب "قبلہ نما" میں دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ کعبہ ہمارا مسجود لہ نہیں ہے مسجود الیہ ہے۔ ہم کعبہ کی طرف رخ کر کے سجدہ کرتے ہیں کعبہ کو سجدہ نہیں کرتے، سجدہ تو رب تعالیٰ کو کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اپنے مختصر دور خلافت میں کعبہ کو شہید کر کے گہرائی تک لے گئے تھے نماز اس وقت بھی ہوتی تھی حالانکہ سامنے کوئی عمارت نہیں تھی۔ کئی مہینے مسلسل بغیر کعبۃ اللہ کی عمارت کے نمازیں ہوتی رہیں۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں پس چاہیے کہ یہ عبادت کریں اس گھر کے رب کی الَّذِیۡۤ اَطۡعَمَهُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ وہ رب جس نے ان کو کھانا کھلایا، خوراک دی بھوک میں کہ وہاں تو کوئی پیداوار نہیں تھی۔ کعبۃ اللہ کی برکت سے تجارت کے ذریعے ان کو خوراک نصیب فرمائی وَّاٰمَنَهُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ اور جس رب نے ان کو امن دیا خوف سے۔ حرم سے باہر لوگ اطمینان سے سو نہیں سکتے تھے کہ چوری، ڈکیتی، قتل و غارت تھی۔ لیکن حرم کے علاقے میں چور، ڈاکو بھی کوئی حرکت نہیں کرتے تھے۔ آج بھی جو سمجھ دار لوگ ہیں وہ وہاں کسی کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کرتے۔ اگر کوئی زیادتی کرتا ہے تو سمجھ دار لوگ اُسے کہتے ہیں حرم الحاج "حاجی مت لڑو یہ حرم ہے۔" حرم کے رقبے میں شکار بھی جائز نہیں ہے۔ چڑیا تک کو نہ کوئی مار سکتا ہے نہ پکڑ سکتا ہے۔ درخت بھی نہیں کاٹ سکتا۔ اتنی پابندی ہے۔

تو اللہ تعالیٰ کے گھر کی برکت سے تمھارا مال محفوظ، جان محفوظ اور اس کی برکت سے تمھیں روزی میسر ہے۔ اس کے رب کی عبادت کرو۔ لیکن ظالمو! تم نے ہبل کی عبادت شروع کر دی، ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کی عبادت شروع کر دی، عیسیٰ علیہ السلام

اور ان کی والدہ کی عبادت شروع کر دی ہے اور اپنی آخرت برباد کر رہے ہو۔ ہوش کے ناخن لو۔

تفسیر

سُورَةُ الماعُون

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتها ۷ | ۱۰۷ سُورَۃُ الْمَاعُوْنِ مَکِّیَّۃٌ ۱۷ | رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ ۝۱ فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ ۝۲ وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ ۝۳ فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ ۝۴ الَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلَاتِھِمْ سَاھُوْنَ ۝۵ الَّذِیْنَ ھُمْ یُرَآءُوْنَ ۝۶ وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝۷

اَرَءَیْتَ کیا آپ نے دیکھا الَّذِیْ اس شخص کو یُکَذِّبُ جو جھٹلاتا ہے بِالدِّیْنِ دین کو فَذٰلِکَ الَّذِیْ پس یہی شخص ہے یَدُعُّ الْیَتِیْمَ جو دھکے دیتا ہے یتیم کو وَلَا یَحُضُّ اور ترغیب نہیں دیتا عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ مسکین کو کھانا کھلانے کی فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ پس ہلاکت ہے نمازیوں کے لیے الَّذِیْنَ ھُمْ جو وہ عَنْ صَلَاتِھِمْ اپنی نمازوں سے سَاھُوْنَ غافل ہیں الَّذِیْنَ ھُمْ یُرَآءُوْنَ وہ جو ریاکاری کرتے ہیں وَیَمْنَعُوْنَ اور منع کرتے ہیں الْمَاعُوْنَ استعمال کی چیزیں۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ الماعون ہے۔ آخری آیت کریمہ میں ماعون کا لفظ موجود

ہے۔جس سے اس کا نام رکھا گیا ہے۔اس سے پہلے سولہ «۱۶» سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔نزول کے اعتبار سے اس کا سترھواں «۱۷» نمبر ہے۔اس کا ایک رکوع اور سات آیتیں ہیں۔

قیامت کے منکر پہلے بھی تھے اور آج بھی بہت سے گمراہ لوگ ہیں جو قیامت کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں قیامت کوئی شے نہیں ہے۔اور جو زبانی طور پر قیامت کے قائل ہیں ان کی تیاری کوئی نہیں ہے۔یہ دنیا کے امتحانات آخرت کے مقابلے میں کھیل کی حیثیت بھی نہیں رکھتے مگر ان کے لیے بڑی تیاری کرتے ہیں اور آخرت میں جو حقیقی اور سچا امتحان ہے اس کے لیے تیاری کرنے والے کتنے ہیں؟ اصل تو تیاری آخرت کے امتحان کی ہونی چاہیے۔

ایک آدمی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا مَتَى السَّاعَةُ "حضرت یہ بتلائیں کہ قیامت کب آئے گی؟" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَا اَعْدَدْتَّ لَهَا "تو نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟" اس نے سر جھکا کر کہا حضرت! صرف فرض نمازیں پڑھتا ہوں، فرض روزے رکھتا ہوں، نفلی نماز روزے کی توفیق نہیں ہے مگر اتنی بات ہے کہ اُحِبُّ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ "اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت رکھتا ہوں۔" آج ہم میں سے کتنے ہیں فرض نمازوں کی پابندی کرنے والے؟ یا کتنے خوش نصیب ہیں مردوں اور عورتیں میں کہ بالغ ہونے کے بعد ان کے ذمہ کوئی نماز نہ ہو۔یا جن کی نمازیں رہ گئی ہیں قضا کر کے پوری کر چکے ہوں؟ میرے خیال میں ہزار میں سے کوئی ایک خوش نصیب ہوگا۔تو وہ لوگ بڑے دھڑلے سے قیامت کا انکار کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَرَءَیْتَ الَّذِیْ کیا آپ نے دیکھا اس آدمی کو یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ جو جھٹلاتا ہے دین کو۔ دین کا معنیٰ قیامت بھی ہے، حساب بھی ہے، ثواب اور بدلہ بھی ہے۔ تو وہ قیامت کو جھٹلاتا ہے، حساب کو جھٹلاتا ہے، نیکی، بدی کے بدلے کو جھٹلاتا ہے۔ یہ کون شخص ہے؟ تفسیروں میں بعض کے نام ذکر کیے گئے ہیں۔ ولید بن ولید اور ولید بن مغیرہ۔ یہ مشہور صحابی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے والد ہیں۔ یہ بڑا اکثر قسم کا مشرک تھا اور بڑا منہ پھٹ اور بے لحاظ آدمی تھا۔ اور بعض نے عاص بن وائل کا نام بتلایا ہے۔ یہ مشہور صحابی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فاتح مصر کے والد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی نسل سے ایسا آدمی پیدا فرمایا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ فاتح شام ہیں۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فاتح مصر ہیں۔ والد دونوں کے سخت قسم کے کافر اور مشرک ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب قیامت کا ذکر فرماتے تو کہتے لا کہاں رکھی ہے، قیامت کہاں چھپا رکھی ہے؟ کہتے ہو مردے زندہ ہوں گے ہمارے ساتھ قبرستان چلو اور کسی مردے کو زندہ کر کے دکھاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں کی فرمائشی باتوں کو پورا نہیں کیا۔ رب قادر تھا وہ سب مردوں کو زندہ کر سکتا تھا لیکن نہیں کیا۔ اس میں اس کی حکمت تھی۔

فرمایا فَذٰلِكَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ پس یہی شخص ہے جو دھکے دیتا ہے یتیم کو۔ برادری رشتہ داروں میں یتیم ہوتا اس کو حصہ نہیں دیتا تھا دھکے مار کر ان کو ان کے حصے سے پیچھے ہٹا دیتا اور یتیم کا مال کھا جاتا۔ حالانکہ یتیموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان کا خیال رکھو۔ برادری کے لوگ خیال رکھیں، محلے والے خیال رکھیں، اہل دیہہ خیال رکھیں۔ جس قوم میں یتیم ہو اور وہ اس کا خیال نہ رکھیں، محلے والے خیال نہ رکھیں، اہل دیہہ خیال نہ رکھیں تو سارے محلے اور دیہات والے لوگ رب تعالیٰ کی لعنت

کے مستحق ہوتے ہیں۔ایک وقت تھا لوگ خود یتیم کو تلاش کرتے تھے کہ یتیم مسکین کہاں ہے؟اس زمانے میں بیت المال کی طرف سے انتظام ہوتا تھا۔غریبوں،مسکینوں کے وظیفے مقرر ہوتے تھے اور مسلمان از خود بھی خیال رکھتے تھے۔

عمر بن عبد العزیز ﷫ کے دور خلافت کی برکات :

حضرت عمر بن عبد العزیز ﷫ کے دور خلافت میں ایسا وقت بھی آیا کہ زکوٰۃ دینے والا رات کو دو رکعت نماز نفل پڑھ کر دعا کرتا تھا اے پروردگار!کل میں نے زکوٰۃ دینی ہے مجھے کوئی زکوٰۃ کا مستحق مل جائے۔پھر صبح کی نماز پڑھ کر،ناشتہ کر کے دو تھیلے ہاتھ میں لیتا۔ایک میں سونے کے دینار اور ایک میں چاندی کے درہم اور مستحق کی تلاش میں نکل پڑتا۔کسی آدمی کو دیکھا کہ اس کے کپڑے ہلکے ہیں،خستہ حالت ہے۔اس سے کہتا بھائی!اگر آپ زکوٰۃ کے مستحق ہیں تو میرے پاس زکوٰۃ کی کافی رقم ہے۔وہ کہتا دہائی خدا کی!میں تو خود زکوٰۃ دینے والا ہوں۔سارا دن گھومتا زکوٰۃ لینے والا کوئی نہ ملتا۔شام کو وہ تھیلے لے کر گھر واپس آجاتا تھا۔(اب کوئی آواز لگا کر دکھائے۔)وہ کیسا عجب دیانت داری کا زمانہ تھا۔اگر آج کا زمانہ ہوتا تو ہر آدمی کہتا اصل زکوٰۃ کا مصرف اور مستحق میں ہی ہوں۔ساری مجھے دے دو چاہے میں گلی بناؤں،نالیاں بناؤں یا ان پیسوں سے الیکشن لڑوں۔یاد رکھنا!جو آدمی زکوٰۃ کا مستحق نہیں ہے اور وہ زکوٰۃ کھاتا ہے،خنزیر کھاتا ہے۔کئی کئی دن مسلسل تلاش کرتے زکوٰۃ لینے والا نہیں ملتا تھا۔حضرت عمر بن عبد العزیز ﷫ کے دور کے یہ واقعات ہیں۔

یتیم کا مال اور تیجے،ساتویں کی بدعت :

یاد رکھنا!بڑے گناہوں میں سے ہے یتیم کا مال کھانا۔رب تعالیٰ فرماتے ہیں

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ﴿النساء:۱۰﴾

"بے شک وہ لوگ جو یتیموں کا مال زیادتی سے کھاتے ہیں بے شک وہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں۔" معاف رکھنا! شاید کوئی ہم سے بچا ہوگا یتیم کا مال کھانے سے۔ سارے کمر باندھ کر کھاتے ہیں۔ یاد رکھنا! آدمی جب فوت ہوتا ہے اور اس کی روح جسم سے پرواز کر جاتی ہے، سانس بند ہو جاتا ہے تو اس کی وراثت فوراً خود بہ خود وارثوں کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ وہ کسی چیز کا مالک نہیں رہتا۔ پھر فوت ہونے والوں میں ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کے وارثوں میں چھوٹے بچے، بچیاں ہوتے ہیں۔ اس مال سے تیجا، ساتا، دسواں اور چالیسواں ہوتا ہے۔ وہ مال تو یتیموں کا ہے مرنے والے کا تو مال نہیں رہا۔ اور فقہ کی کتابوں میں تصریح ہے کہ نابالغ لڑکا لڑکی کسی چیز کی اجازت دیں تو ان کی اجازت کو شریعت قبول نہیں کرتی۔ کیوں کہ وہ اجازت دینے کے مُجاز نہیں ہیں۔ تو ان یتیموں کے مال کو کھا رہے ہوتے ہیں وہ حرام کھا رہے ہوتے ہیں۔ چاچا، مامے کھائیں، باپے کھائیں، مولوی اور پیر کھائیں، چودھری اور نمبردار کھائیں، سب نے حرام کھانا ہے۔ سنت، بدعت کا سوال تو بعد میں ہوگا کہ اگر وارثوں میں سے جو بالغ ہیں وہ اپنے حصے میں سے تیجا، ساتا وغیرہ کریں تو یہ دوسری شق ہے، دوسری دفعہ لگے گی کہ دنوں کی تعیین کرنا ایصالِ ثواب کے لیے بدعت ہے۔ ناک کی خاطر صحیح العقیدہ لوگ بھی چلے جاتے ہیں کہ اگر نہ گیا تو ناراض ہوں گے۔ بھائی! اگر ہمدردی ہے تو جنازے میں پہنچو۔ جنازے کے بعد تعزیت کرنی ہے تو کسی دن پہنچ جاؤ۔ ضرور ہی ان متعین دنوں میں جانا ہے اور تیجے، ساتے میں پہنچوں گے تو ان کو تسلی ہوگی۔ یہ رسمیں لوگوں نے اتنی پختہ کی ہوئی ہیں کہ خدا پناہ!

قاضی محمد شفیع صاحب اللہ تعالیٰ ان کو زندگی بخشے۔ ان کے محلے کی بات ہے رمضان المبارک کے مہینے میں دن دیہاڑے تیجے کا کھانا پکا کر کھلایا گیا۔ کسی دین دار نے کہا بھئی! اگر کھلانا بھی تھا تو افطاری کے بعد کھلا دیتے۔ کہنے لگے شام کے بعد تو تیجا ختم ہو جاتا ہے چوتھی تاریخ شروع ہو جائے گی کہ اسلامی تاریخ سورج کے غروب ہونے کے ساتھ ہی بدل جاتی ہے، وہ بھی چوتھا ہو جائے گا۔ اندازہ لگاؤ! بدعت کے کتنے پکے ہیں؟ رمضان شریف میں دن دیہاڑے کھلایا اور کھانے والوں نے کھایا۔ یہ گکھڑ کی بات ہے کسی اور علاقے کی نہیں ہے۔ تو یاد رکھنا! تیجے، ساتے، دسویں وغیرہ کا بدعت ہونا تو الگ بات ہے لیکن یتیم کے مال میں سے صدقہ خیرات کرنا بالاتفاق حرام ہے۔ تمام فقہاء حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اس پر متفق ہیں۔ اور اس کو حلال سمجھنے والا کافر ہو جاتا ہے اور اس کا نکاح بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کے بعد جو اولاد ہو گی وہ خود سمجھ لو کہ کیا ہو گی؟

خاص طور پر ان بدعات میں عورتیں بہت پکی ہیں۔ عورتیں امام ہیں اور مرد مقتدی ہیں۔ شادی بیاہ کی رسمیں ہوں، مرنے کی رسمیں ہوں، ختنے کی رسمیں ہوں۔ لہٰذا عورتیں اچھی طرح سمجھ لیں اور ڈٹ جائیں کہ ہم نے یہ رسمیں نہیں ہونے دینی۔ امام پکا ہو جائے تو مقتدی کا بس نہیں چلتا۔ اور ایک سنت کو زندہ کرنے سے سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے۔

وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ اور ترغیب نہیں دیتا مسکین کو کھانا کھلانے کی۔ کوئی مسکین محلے میں ہے، برادری میں ہے، نہ اپنے نفس کو آمادہ کرتا ہے کہ اس کو کھانا کھلا دے اور اگر خود توفیق نہیں ہے تو دوسروں کو ترغیب بھی نہیں دیتا۔

فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ ہلاکت ہے نمازیوں کے لیے۔ کون سے نمازی؟ الَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلَاتِھِمْ سَاھُوْنَ جو وہ اپنی نمازوں سے غافل ہیں۔ بھولے

ہوئے ہیں۔(اس سے معلوم ہوا کہ مکہ مکرمہ والے مشرکین بھی نمازیں پڑھتے تھے اور اُنھی کی مذمت ہے مومنوں کی مذمت نہیں کیوں کہ مکہ میں سارے مومن مخلص تھے منافق ایک بھی نہ تھا۔ ہاں مدینہ میں جا کر منافق ہوئے۔ اور یہ مکی سورۃ ہے۔ تو مصلین سے مشرکین مراد ہیں نہ کہ مومنین۔ قرآن پاک کا شان نزول پر بند ہونا یعنی آیت کو شانِ نزول پر منطبق کرنا ضروری نہیں ہے یہ قیامت تک کے لیے ہے اس لیے آج بھی اس سے استدلال کر سکتے ہیں لیکن اُس وقت مذمت اُن کی تھی۔ تفصیل کے لیے گلدستۂ توحید دیکھیے۔)

منافق کی نماز :

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اِتَّقُوا صلٰوۃ المنافق اِتَّقُوا صلٰوۃ المنافق اِتَّقُوا صلٰوۃ المنافق "منافق کی نماز سے بچو، منافق کی نماز سے بچو، منافق کی نماز سے بچو۔" بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت ہے تین مرتبہ فرمایا۔ سوال کیا گیا حضرت! منافق کی نماز کون سی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جب نماز کا مستحب وقت نکل جائے تو اُٹھتا ہے مرغے کی طرح ٹھونگیں مارتا ہے سجدے پر سجدہ۔ مثلاً: عصر کا وقت ہے سورج غروب ہونے کے قریب ہوتا ہے تو یہ اس وقت ٹھونگیں مارتا ہے۔ یہ منافق کی نماز ہے۔ کئی دفعہ یہ مسئلہ میں واضح کر چکا ہوں کہ ارکانِ نماز میں اعتدال، اطمینان واجب ہے۔ ترک واجب سے نماز کامل نہیں ہوتی جب تک سجدہ سہو نہ ہو۔ رکوع میں اتنا اعتدال ہو کہ کمر سیدھی ہو جائے اور کم از کم تین تسبیحات پڑھے اور جب رکوع سے سر اُٹھائے تو بالکل سیدھا کھڑا ہو جائے۔ اگر سر اُٹھاتے ہی سجدے میں چلا گیا تو نماز نہیں ویسے ہی ٹکریں مار رہا ہے۔

بخاری شریف، مسلم شریف اور تمام صحاح کی کتابوں میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے ایک شخص آیا جس کا نام خلاد بن رافع تھا۔ اس نے جلدی جلدی نماز پڑھی بغیر رکوع، سجود کے اعتدال کے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر سلام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وعلیکم السلام! اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ "پھر جا نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی۔" پھر اُس نے اسی طرح نماز پڑھی جس طرح پہلے پڑھی تھی۔ پھر آکر سلام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ "پھر جا کے نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی۔" تیسری دفعہ پھر اُس نے اسی طرح نماز پڑھی جس طرح اُس کو آتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ "پھر جا کے نماز پڑھ یہ جو تو نے نماز نہیں پڑھی یہ کچھ نماز نہیں ہے۔"

اس نے کہا حضرت! اَبِیْ وَاُمِّیْ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے جو طریقہ آتا تھا میں نے اس کے مطابق پڑھی۔ آپ بتائیں مجھے کیسے پڑھنی چاہیے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کا طریقہ بتلایا، پھر نماز کا طریقہ بتلایا اور فرمایا رکوع میں جاؤ تو رکوع اطمینان کے ساتھ کرو۔ جس وقت رکوع سے سر اُٹھاؤ تو اطمینان کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔ جس وقت سجدے میں جاؤ تو اطمینان کے ساتھ ناک اور پیشانی زمین کے ساتھ لگا کر سجدہ کرو۔ پھر جب سجدے سے سر اُٹھاؤ تو دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان کے ساتھ بیٹھو۔ پھر دوسرا سجدہ اطمینان کے ساتھ کرو۔

ہماری جو برائے نام نمازیں ہیں یہ ظاہری شرائط بھی پوری نہیں کرتیں اور جو باطنی شرائط ہیں وہ تو بہت دور کی بات ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ "کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اس انداز سے کہ گویا تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔" تو جو

نمازیں شرائط کے ساتھ نہیں ہیں ایسے نمازیوں کے متعلق فرمایا ہلاکت ہے نمازیوں کے لیے جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں۔ ویل جہنم میں ایک طبقے کا نام بھی ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ نمازوں میں کوتاہی کرتے ہیں وہ اس طبقے میں جائیں گے۔ جس سے دوزخ کے باقی طبقے روزانہ چار سو مرتبہ پناہ مانگتے ہیں۔

اَلَّذِیْنَ هُمْ یُرَآءُوْنَ وہ جو ریاکاری کرتے ہیں، دکھلاوا کرتے ہیں۔ اگر کسی نے دیکھ لیا تو پڑھ لیتے ہیں اگر نہ دیکھا تو پروا نہیں۔ اگر کسی نے دیکھ لیا تو خوب سنوار کر پڑھتے ہیں۔ پھر یہ نماز رب تعالیٰ کے لیے تو نہ ہوئی جس کو دکھا رہا ہے اس کے لیے ہوئی۔

ایک صحابی نے سوال کیا حضرت! میں نماز پڑھ رہا ہوں رب تعالیٰ کی رضا کے لیے۔ اس دوران میں کوئی آدمی آجاتا ہے اور میرے دل میں خوشی پیدا ہوتی ہے کہ اچھی بات ہے کہ اس نے مجھے نماز پڑھتے دیکھ لیا ہے۔ حضرت! یہ ریاکاری میں تو داخل نہیں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں یہ ریا نہیں ہے۔ نیکی کرتے ہوئے خوشی محسوس کرنا ایمان کی علامت ہے۔ ریا تو تب ہو کہ لوگوں کو دکھانے کے لیے شروع کرے۔

فرمایا وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۔ ماعون کہتے ہیں گھر کی استعمال کی چیزوں کو۔ مثلاً: دیگچی ہے، ہانڈی ہے، چمچہ ہے، پیالیاں ہیں، چائے دانی ہے۔ اگر کوئی یہ چیزیں مانگتا ہے، اس سے منع کرنا نہ دینا بڑی خساست کی بات ہے، گناہ کی بات ہے۔ جب یہ چیزیں واپس مل سکتی ہیں تو منع نہ کرو۔

ہاں! ایسے آدمی سے روکنے کی اجازت ہے جو لے کر واپس نہیں کرتا یا لے کر بے دردی کے ساتھ استعمال کرتا ہے۔ صحیح چیز لے گیا اور توڑ پھوڑ کر واپس کر دی اس سے

روک سکتے ہو۔ اور اس سے کہہ دو کہ بھائی! تم صحیح چیز لے جاتے ہو اور توڑ پھوڑ کر واپس کرتے ہو اس لیے ہم آپ کو نہیں دیں گے۔ یہ نہ کہو کہ گھر میں یہ چیز نہیں ہے۔ جھوٹ مت بولو۔ اور جو دیانت دار ہے اس سے استعمال کی چیزیں نہ روکو۔ تو فرمایا اور منع کرتے ہیں استعمال کی چیزیں۔ رب تعالیٰ اس سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

[آمین]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ الکوثر

(مکمل)
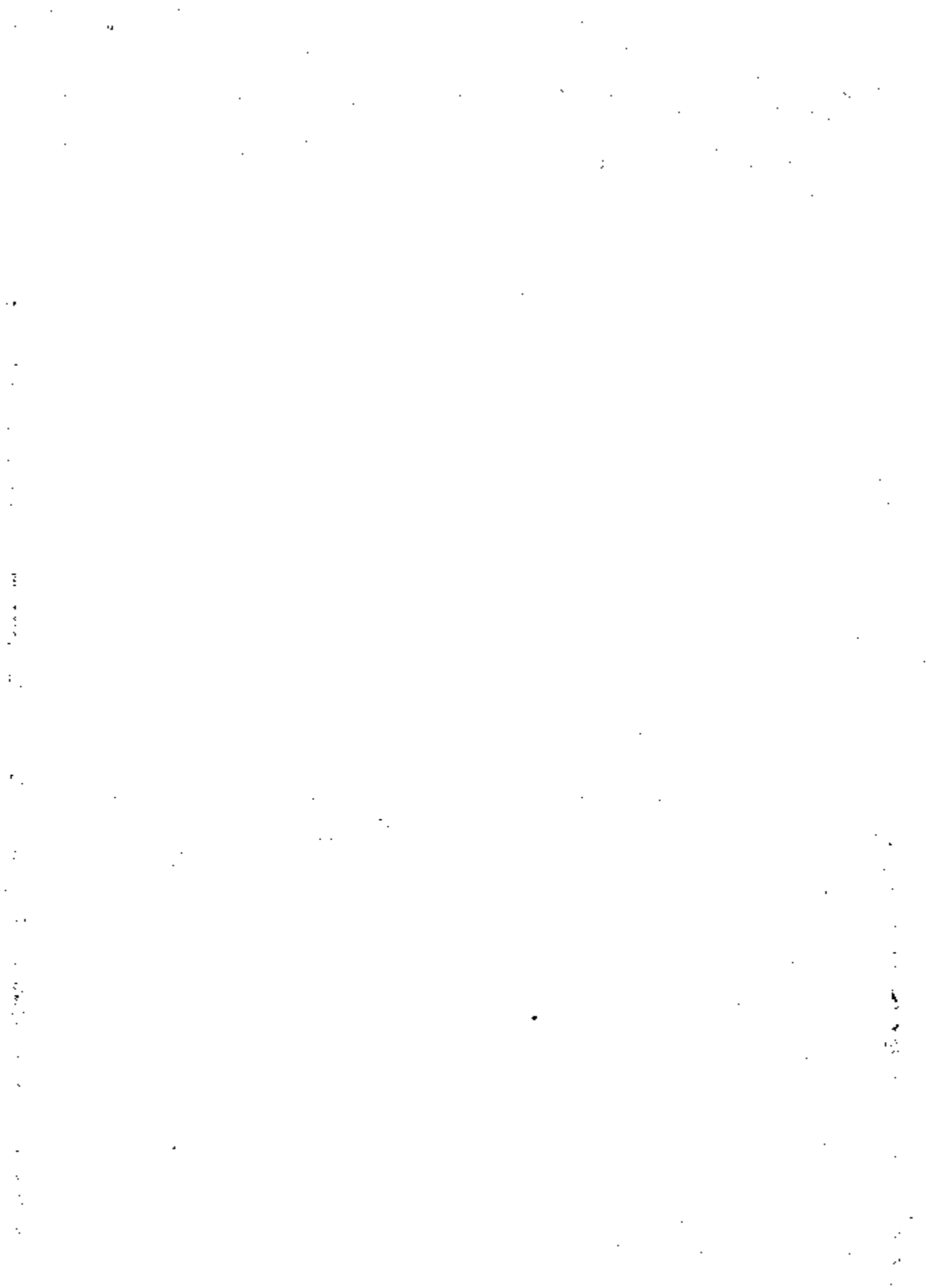
آیاتھا ۳ ۱۰۸ سُوْرَۃُ الْکَوْثَرِ مَکِّیَّۃٌ ۱۵ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَؕ ۝۱ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْؕ ۝۲ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝۳ ع

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ بے شک ہم نے آپ کو عطا کی الْكَوْثَرَ کوثر فَصَلِّ لِرَبِّكَ پس آپ نماز پڑھیں اپنے رب کے لیے وَانْحَرْ اور قربانی کریں اِنَّ شَانِئَكَ بے شک آپ کا دشمن هُوَ الْاَبْتَرُ ہی ابتر ہے۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ الکوثر ہے۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں کوثر کا لفظ موجود ہے۔ جس سے اس کا نام لیا گیا ہے۔ نازل ہونے کے اعتبار سے اس کا پندرھواں ﴿۱۵﴾ نمبر ہے۔ اس سے پہلے چودہ ﴿۱۴﴾ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا ایک رکوع اور تین آیتیں ہیں۔

قرآن پاک کی کوئی سورت تین آیات سے کم نہیں ہے۔ وہ سورتیں جو تین آیات پر مشتمل ہیں وہ تین ہیں۔ ایک سورۃ العصر، دوسری سورۃ الکوثر اور تیسری سورۃ النصر ہے۔ سب سے بڑی سورت سورۃ البقرہ ہے۔

شانِ نزول :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک پچیس سال تھی ۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا دو مرتبہ بیوہ ہو چکی تھیں ۔ ایک خاوند سے ایک لڑکا تھا اور دوسرے خاوند سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی تھی ۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک اس وقت چالیس سال تھی جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ نکاح ہوا ہے ۔ عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پندرہ سال بڑی تھیں ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ نکاح کے ایک سال بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں ، پھر ایک سال بعد حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں ، پھر ام کلثوم رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں اور جس سال آپ کو نبوت ملی اس سال حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں ۔

بیٹے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تین تھے ۔ دو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے ۔ ایک کا نام حضرت قاسم رضی اللہ عنہ اور دوسرے کا نام عبداللہ تھا رضی اللہ عنہ ۔ اس کا لقب طیب بھی تھا اور طاہر بھی تھا ۔ تیسرے بیٹے کا نام حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ تھا ۔ یہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے پیٹ سے پیدا ہوئے ۔ اتفاق کی بات ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کوئی بیٹا بالغ نہیں ہوا ۔ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ اس عمر کو پہنچے تھے کہ کوشش کر کے گھوڑے ، گدھے پر سوار ہو جاتے تھے ۔ تقریباً آٹھ ، نو سال عمر تھی ۔ اور اس عمر میں فوت ہو گئے ۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پہلے فوت ہو چکے تھے ۔

جس وقت حضرت قاسم رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو عاص بن وائل نے شور مچایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نرینہ اولاد کوئی نہیں رہی یہ ابتر ہو گیا ہے ۔ کیوں کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ تو مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے ۔ یہ جو کلمہ سناتا ہے ، توحید سناتا ہے وہ کب تک رہے گی ؟ جب اپنی نرینہ اولاد نہ ہو تو کام ختم ہو جاتا ہے ۔ لڑکیاں دوسروں کے گھروں میں چلی جائیں گی

اور عورت کھل کر تبلیغ بھی نہیں کر سکتی۔ اس کا مشن ختم ہو جائے گا کہ اس کی نرینہ اولاد نہیں ہے۔ طبعی طور پر آنحضرت ﷺ کو بھی اس کی تکلیف ہوئی۔ آخر بری بات آدمی نے تو تکلیف تو ہوتی ہے۔ آدمی لوہے یا ربڑ کا بنا ہوا تو نہیں ہے۔ انسان آخر انسان ہے۔ اس موقع پر یہ سورت نازل ہوئی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی۔ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا حضرت! کوثر کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نَهْرٌ فِي الْجَنَّةِ "جنت میں نہر ہے۔" وہ دنیا کی نہروں کی طرح نہیں ہے کہ یہ زمین کی گہرائی میں چلتی ہیں اور دونوں طرف مٹی کے بند ہوتے ہیں (کنارے ہوتے ہیں۔) وہ نہر جنت کی زمین کی سطح پر چلتی ہے اور کناروں پر موتیوں کے بند ہیں۔ اس نہر کا پانی حوض کوثر میں ہوگا۔ اس حوض کوثر کے متعلق فرمایا وہ اتنا لمبا چوڑا ہے جیسے مکہ مکرمہ سے لے کر اذرحا کے مقام تک۔ آپ لوگ اس طرح سمجھیں کہ یہاں (گوجرانوالا) سے لے کر کراچی تک جتنی مسافت ہے اتنی اس کی لمبائی چوڑائی ہو گی۔ اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور دودھ سے زیادہ سفید ہوگا جو ایک دفعہ پی لے گا اس کو حشر کے تمام عرصہ میں پیاس نہیں لگے گی۔ لیکن اگر کوئی بار بار پینا چاہے گا تو وہ پانی فوراً ہضم ہوتا جائے گا۔ یہ حوض کوثر میدان محشر میں ہوگا۔

ترمذی شریف کی روایت میں ہے لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوْضٌ "ہر نبی کے لیے حوض ہے اس کے امتی اس حوض سے پانی پئیں گے۔" مگر فرمایا سب سے بڑا حوض میرا ہوگا۔ کیوں کہ آپ ﷺ کی امت بہت زیادہ ہوگی۔ حدیث پاک میں آتا ہے جنتیوں کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی۔ ان میں اسی (۸۰) صفیں صرف میری امت کی ہوں گی اور

چالیس صفیں باقی پیغمبروں کی ہوں گی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ دو تہائی جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہوگی اور ایک تہائی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کے تمام امتیوں کی ہوگی۔ ایسے پیغمبر بھی ہوں گے جن کا ایک امتی ہوگا اور ایسے پیغمبر بھی ہوں گے جن کا کلمہ پڑھنے والے دو ہوں گے اور ایسے بھی ہوں گے جن کے تین امتی ہوں گے اور ایسے بھی ہوں گے جن کے چار امتی ہوں گے اور ایسے بھی ہوں گے جن کے پانچ امتی ہوں گے۔ بخاری شریف کی روایت ہے وَيَجِيءُ نَبِيٌّ وَلَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ "اور ایسے پیغمبر بھی آئیں گے کہ ایک امتی بھی ساتھ نہ ہوگا۔" یعنی اس نبی کا کلمہ نہ بیوی نے پڑھا، نہ اولاد نے پڑھا نہ کسی بہن بھائی نے پڑھا تنہا پیغمبر میدان میں آئے گا۔ سب سے زیادہ امت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوگی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تَزَوَّجُوا الْوَلُوْدَ الْوَدُوْدَ فَإِنِّيْ مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ "ایسے خاندان کی عورتوں سے نکاح کرو جو زیادہ بچے جننے والی ہوں، محبت کرنے والی ہوں میں اپنی امت کی کثرت پر قیامت والے دن فخر کروں گا خوش ہوں گا۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تو یہ فرمان ہے اور ایوب خان کا قانون ہے کہ چار سے زیادہ بچے ہوں گے تو کھائیں گے کہاں سے؟ بھائی! تو تو چلا گیا اور کھانے والے اب تک کھا رہے ہیں۔ (استاذ محترم حضرت مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ نے تفسیر پڑھاتے ہوئے فرمایا کہ خاندانی منصوبہ بندی کر کے آنے والوں کو روکتے ہیں۔ بھائی! تم آگے جاؤ آنے والوں کو آنے دو، ان کے لیے جگہ چھوڑو۔ مرتب: نواز بلوچ)

اقتصادیات والے جو اپنے آپ کو بڑا سمجھ دار سمجھتے ہیں وہ بڑے پریشان ہیں۔ کہتے ہیں کہ اتنے سال گزرنے کے بعد لوگ کہاں رہیں گے، کیا کھائیں گے؟ بھئی!

کھانے پینے کا مسئلہ رب تعالیٰ کے متعلق ہے یا تمھارے متعلق ہے؟ تم نے کھانے کھلانے کا ٹھیکہ کب سے لیا ہے؟ یہ تو رب تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ بارھویں پارے میں ہے وَمَامِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا "اور کوئی نہیں ہے چلنے پھرنے والا زمین میں مگر اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اس کی روزی۔" تم کیوں فکر کرتے ہو؟ آج سے پچاس ساٹھ سال پہلے لوگ تھوڑے ہوتے تھے پیداوار بھی کم ہوتی تھی۔ زیر کاشت زمین بھی تھوڑی تھی۔ اب لوگ زیادہ ہوگئے ہیں اللہ تعالیٰ نے پیدوار زیادہ کردی ہے۔ بڑھتے جائیں گے اللہ تعالیٰ پیداوار بڑھاتے جائیں گے۔ پھر عجیب بات ہے کہ جس چیز کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے اس کے لیے تو ہم ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔ ملک، غیر ملک ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ اور مغفرت کی ذمہ داری رب تعالیٰ نے نہیں لی اس کی فکر ہی کسی کو نہیں ہے۔

اس کا یہ مطلب نہ سمجھنا کہ کمائی کرنا جائز نہیں ہے۔ بالکل کماؤ، ملک میں غیر ملکوں میں جاؤ مگر اس بات کو مدنظر رکھو کہ ملنا وہی ہے جو قسمت میں ہے۔ لہٰذا جتنا آدمی رزق کے لیے گھومتا ہے اس سے زیادہ مغفرت کے لیے کوشش کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ بخشش فرما دے اور جس کی مغفرت ہوگئی بس اس کی کیا بات ہے؟

تو حوض کوثر میں نہر کوثر کا پانی ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے کنارے پر جو برتن ہوں گے ان کی تعداد آسمان کے ستاروں کے برابر ہوگی۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔ اور ترمذی شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں حوض کوثر پر بیٹھا ہوں گا ایک طرف ابوبکر ہوں گے اور دوسری طرف عمر ہوں گے وَ صَاحِبَايَ عَلَى الْحَوْضِ "یہ جیسے دنیا میں میرے ساتھی ہیں حوض کوثر پر بھی میرے

ساتھی ہوں گے۔'' ان دونوں کا تعلق تو آپ ﷺ کے ساتھ ایسا تھا کہ دنیا میں بھی ساتھ رہے، وفات کے بعد بھی ساتھی ہیں اور محشر میں بھی ساتھ ہوں گے، حوض کوثر پر بھی ساتھ ہوں گے۔

اہل بدعت حوض کوثر سے محروم رہیں گے :

حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ کچھ لوگ حوض کوثر پر پانی پینے کے لیے آئیں گے فرشتے ان کو دھکے ماریں گے، پیچھے ہٹائیں گے۔ میں کہوں گا یہ میرے ساتھی، میرے امتی معلوم ہوتے ہیں ان کو پیچھے کیوں دھکیلتے ہو؟ فرشتے کہیں گے حضرت! آپ ﷺ کو معلوم نہیں کہ انھوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں گھڑی تھیں فَاَقُوْلُ سُحْقًا سُحْقًا "میں فرشتوں سے کہوں گا جلدی سے ان کو میری آنکھوں سے پیچھے ہٹا دو۔" تو اہل بدعت جتنے ہیں وہ حوض کے پانی سے محروم ہو جائیں گے۔ بدعت بڑا سنگین جرم ہے۔ جس طرح شرک سخت ترین جرم ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ میری شفاعت میرے ہر گناہ گار امتی کے لیے ہے مَنْ لَمْ يُشْرِكْ بِاللهِ شَيْئًا "جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کیا ہوگا" اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لیے یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ حاضر ناظر ہے قطعاً شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو عالم الغیب ماننا، مختار کل ماننا قطعاً شرک ہے۔ اور مشرک کے لیے نہ شفاعت ہے اور نہ وہ حوض کوثر کا حق دار ہے۔ یہ عقیدہ رکھنے والا سیدھا جہنم میں ڈالا جائے گا۔ ان مسائل کو چھوٹے مسائل نہ سمجھنا۔ بعض نادان قسم کے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ اختلافات ایسے ہی ہیں جیسے حنفی، مالکی، شافعی اختلافات ہیں۔ حاشا وکلا یہ ایسے اختلافات نہیں ہیں۔ بلکہ یہ بنیادی مسائل ہیں۔ شرک و بدعت کے ہوتے ہوئے نہ نمازیں کام آئیں گی، نہ

روزے، نہ حج، نہ زکوۃ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر اس طرح کی ہے کہ ہم نے آپ کو کوثر دی یعنی خیرِ کثیر دی۔ شاگردوں میں سے ایک نے کہا حضرت! آپ اس کا معنیٰ خیر کثیر کرتے ہیں اور ہم نے سنا ہے کہ کوثر سے مراد نہر ہے اور حوض کوثر مراد ہے۔ تو مسکرا کر فرمایا کہ میں نے جو اس کی تفسیر خیر کثیر کی یہ اس کے مخالف نہیں ہے۔ کیوں کہ خیر کثیر جنس ہے حوض کوثر اس کی ایک نوع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خیر کثیر دی، نبوت دی، رسالت دی، قرآن دیا، یہ امت دی، حوض کوثر دیا۔

فَصَلِّ لِرَبِّكَ پس آپ نماز پڑھیں اپنے رب کے لیے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنا بلند مقام عطا فرمایا ہے تو اس کے شکر کے لیے، اس کی رضا کے لیے نماز پڑھو۔ تمام عبادات میں نماز کا بہت بلند مقام ہے۔ قیامت والے دن پہلا پرچہ ہی نماز کا ہوگا۔ لیکن آج ہم نے نماز کو کچھ نہیں سمجھا۔ نماز ایسی شے ہے کہ اگر کوئی تختہ دار پر لٹکا ہوا ہو، بدن میں میخیں ٹھکی ہوئی ہوں پھر بھی معاف نہیں ہے۔ اشارے کے ساتھ پڑھے۔ اگرچہ بہ ظاہر شرم آتی ہے لیکن دین کا مسئلہ ہے فقہاء کرام نے لکھا ہے اس لیے بیان کرتا ہوں کہ اگر کسی عورت کے ہاں بچے کی پیدائش ہو رہی ہے بچے کا سر پیٹ سے باہر آگیا ہے باقی جسم نہیں نکلا اور نماز کا وقت ہو گیا ہے اس حالت میں بھی عورت کو نماز معاف نہیں ہے۔ وہ بچے کا سر ہنڈیا میں کر کے نماز پڑھے۔ اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ زمین میں گڑھا کھود کر بچے کا سر اس میں کر کے نماز پڑھے۔ اس وقت جو خون آئے گا بیماری کا ہوگا، نفاس کا نہیں ہوگا۔ اس لیے نماز اس پر فرض ہے۔ اس سے اندازہ لگاؤ کہ نماز کتنی اہم ہے۔

تو فرمایا نماز پڑھیں اپنے رب کے لیے وَانْحَرْ اور قربانی کریں۔ بعض حضرات نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ اس کا معنیٰ ہے نماز پڑھتے وقت اپنے ہاتھ سینے پر رکھ۔ لیکن حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں لَا یَصِحُّ "یہ روایت صحیح نہیں ہے۔" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں فرمایا۔

دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ جب نماز پڑھو تو اپنی چھاتی کو قبلے کی طرف ٹھیک کرو۔ لیکن وَانْحَرْ کی صحیح تفسیر وہ ہے جو جمہور نے کی ہے کہ نحر کا معنیٰ قربانی کرنا ہے۔ نحر اونٹ کو کھڑے کر کے قربانی کرنے کو کہتے ہیں۔ یہ مستحب ہے۔ لٹا کر ذبح کرنا بھی صحیح ہے۔ تو وَانْحَرْ میں قربانی کا حکم ہے۔

منکرینِ قربانی کے اعتراضات اور جواب :

قربانی کے منکر کہتے ہیں کہ یہ جو عام لوگ قربانیاں کرتے ہیں یہ قرآن کے خلاف ہیں۔ یہ مولویوں نے کھالیں جمع کرنے کے لیے لوگوں کے ذہن خراب کیے ہوئے ہیں۔ کہتے ہیں قربانی صرف حاجی کو کرنی چاہیے۔ یہ منکرینِ حدیث کہتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں بھائی! قربانی ایک ایسی چیز ہے کہ جب سے انسانیت چلی ہے قربانی بھی ساتھ چلی ہے۔ ہابیل قابیل کے جھگڑے کو ختم کرنے کے لیے قربانی کا حکم ہوا۔ اس کا ذکر قرآن کریم میں ہے اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ یُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ﴿المائدہ: ۲۷﴾ "جب کہ ان دونوں نے قربانی پیش کی پس ان میں سے ایک سے قبول کی گئی اور دوسرے سے قبول نہ کی گئی۔" ہابیل علیہ السلام کی قربانی قبول ہو گئی اور قابیل کی قبول نہ ہوئی۔ تو قربانی مولویوں نے نہیں بنائی یہ شروع سے چلی آرہی ہے اور یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر۔ یہ نہیں فرمایا کہ حج

کر اور قربانی کر۔ اس وقت تو حج نہیں تھا جب یہ سورت نازل ہوئی ہے۔ یہ مکی سورت ہے اور حج مدینہ طیبہ میں فرض ہوا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِالْمَدِیْنَۃِ عَشْرًا یُضَحِّیْ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبوت کے بعد دس سال مدینہ طیبہ میں رہے ہر سال قربانی کرتے تھے۔" قربانی نہ حرم کے ساتھ خاص ہے نہ حاجی کے ساتھ خاص ہے۔

فرمایا اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ بے شک آپ کا دشمن ہی ابتر ہے۔ چنانچہ عاص بن وائل کا نام بیٹے کے سامنے آتا تھا تو شرمندہ ہو جاتا تھا اور کہتا تھا اس کا نام نہ لو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کا خیال تھا کہ آپ کی نرینہ اولاد نہیں رہی یہ دین بھی نہیں رہے گا لیکن الحمد للہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وفادار امتیوں نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر کے اور جانوں کو تکلیفوں میں ڈال کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلمے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچایا اور ان شاء اللہ العزیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول تک یہ دین، یہ حق باقی رہے گا۔ اس کے بعد کمان وہ خود سنبھال لیں گے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

تفسیر

سُورَةُ الکافرون

(مکمل)

جلد ۲۱

ایاتھا ۶ ۱۰۹ سُوْرَةُ الْكٰفِرُوْنَ مَكِّيَّةٌ ۱۸ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۙ﴿۱﴾ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۙ﴿۲﴾ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۚ﴿۳﴾ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۙ﴿۴﴾ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ؕ﴿۵﴾ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ﴿۶﴾ ع

قُلْ اے پیغمبر آپ فرمادیں يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اے کافرو لَاۤ اَعْبُدُ میں نہیں عبادت کرتا مَا تَعْبُدُوْنَ جن کی تم عبادت کرتے ہو وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ اور نہ تم عبادت کرنے والے ہو مَاۤ اَعْبُدُ اس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ اور نہ میں عبادت کروں گا مَّا عَبَدْتُّمْ جن کی تم عبادت کر چکے ہو وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ اور نہ تم عبادت کروگے مَاۤ اَعْبُدُ اس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں لَكُمْ دِيْنُكُمْ تمھارے لیے تمھارا دین ہے وَلِيَ دِيْنِ اور میرے لیے میرا دین ہے۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ الکفرون ہے۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں کافرون کا لفظ موجود ہے جس سے اس کا نام لیا گیا ہے۔ اس سے پہلے سترہ (۱۷) سورتیں نازل ہو چکی

تھیں۔ اس کا اٹھارھواں ﴿۱۸﴾ نمبر ہے۔ اس کا ایک رکوع اور چھ ﴿۶﴾ آیات ہیں۔

شانِ نزول :

اس سورت کا شانِ نزول اس طرح تفسیروں میں بیان ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت مکہ مکرمہ کی آبادی تھوڑی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں لوگوں میں پہلے دن ہی پہنچ گئی تھیں۔ جن کو پہلے دن پتا نہیں چلا ان کو دوسرے، تیسرے دن پتا چل گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت پر لوگوں کو بڑا تعجب ہوا۔ اس سلسلے میں اُنھوں نے دارالندوہ میں اجتماع کیا۔ یہ ان کا دارا تھا جس میں مشاورت کے لیے، گپوں کے لیے اکٹھے ہوتے تھے۔ اب وہ مسجد حرام میں شامل ہو چکا ہے۔ قریش مکہ نے مشورہ کیا کہ اس کے دعویٰ نبوت کی وجہ کیا ہے؟ ہر کام کا کوئی مقصد ہوتا ہے، غرض ہوتی ہے۔ آخر اس نے جو نبوت کا دعویٰ کیا ہے اس کا مقصد کیا ہے؟

کسی نے کہا کہ یہ مالی لحاظ سے کمزور ہے اس کا مقصد ہے کہ لوگ میرے قریب آئیں گے میری امداد کریں گے۔ بعض نے کہا کہ یہ بات بھی ممکن ہے لیکن ہماری سمجھ میں دوسری بات آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے خوب صورت جوان ہے، صحت مند ہے جس عورت کے ساتھ نکاح کیا ہے، وہ بیوہ ہے اس کا مقصد ہے کہ مجھے کوئی اچھا رشتہ مل جائے۔ رشتہ حاصل کرنے کے لیے یہ انداز اختیار کیا ہے۔ کسی نے کوئی رائے دی، کسی نے کوئی رائے دی۔

چنانچہ ایک وفد کی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ کہنے لگے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے سنا ہے کہ آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اس کی کیا حقیقت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت و رسالت عطا فرمائی ہے۔ حضرت جبرئیل

علیہ السلام فرشتوں کا سردار مجھ پر نازل ہوا ہے اور مجھے قرآن پاک کی یہ سورتیں سکھلائی ہیں اور وعدہ کیا ہے کہ اور بھی قرآن نازل ہوگا۔ میں تمھیں اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دیتا ہوں، قیامت کے مسئلے کی دعوت دیتا ہوں، قرآن پاک کے حق ہونے کی دعوت دیتا ہوں، تمام پیغمبروں پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں، سچ بولنے، جھوٹ چھوڑنے کا کہتا ہوں، عدل وانصاف کے ساتھ رہنے کا کہتا ہوں، بدامنی پھیلانے سے روکتا ہوں۔

کہنے لگے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جتنا مال آپ چاہتے ہیں ہم آپ کو دینے کے لیے تیار ہیں۔ ولید بن مغیرہ نے کہا کہ آدھا مال میرے ذمہ ہے باقی تم سارے مل کر دینا۔ اتنا مال اس کو دے دیں کہ اس کی سات پشتیں ختم نہ کرسکیں۔ عتبہ نے کہا کہ سارے جانتے ہیں کہ میری لڑکیاں شکل وعقل والی ہیں۔ سب لوگ رشتے کے پیغام بھیجتے ہیں لیکن میں نے کسی کے لیے ہاں نہیں کی۔ آپ جس پر ہاتھ رکھیں میں بغیر مہر کے اس کا آپ سے نکاح کرنے کو تیار ہوں۔ لیکن یہ سلسلہ جو آپ نے شروع کر رکھا ہے اس کو چھوڑ دیں۔ اختلاف بُری چیز ہے یہ گھر گھر میں پھیلے گا، گلی گلی میں پھیلے گا، بازار میں پھیلے گا۔ باپ بیٹے کا جھگڑا ہوگا، میاں بیوی کا جھگڑا ہوگا، بھائی بھائی کا جھگڑا ہوگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے میرے سامنے مال کی پیش کش کی ہے مجھے رب تعالیٰ کی قسم ہے اگر تم مجھے ساری دنیا کا بادشاہ بنادو میں پھر بھی حق کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ مجھے نہ مال کی ضرورت ہے نہ رشتے کی ضرورت ہے۔ رب تعالیٰ نے مجھے نبوت ورسالت دی ہے مجھ سے جتنا ہوسکا میں اس کا حق ادا کروں گا۔ پھر کہنے لگے اس میں کچھ ترمیم کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوسکتی۔ پھر کہنے لگے چلو اس طرح کرتے ہیں کہ ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کریں ان کو بُرا

مت کہیں اور ایک سال ہم آپ کے خدا کی عبادت کریں گے۔ صلح صفائی سے وقت گزارنا چاہیے جھگڑا اچھی چیز نہیں ہے۔ جب اُنھوں نے یہ پیش کش کی تو آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔ خاموشی کی وجہ یہ تھی کہ آپ ﷺ پر یہ سورت نازل ہونی شروع ہوگئی تھی۔

احادیث میں آتا ہے کہ جس وقت وحی نازل ہوتی تھی سخت سردی میں بھی آپ ﷺ کی پیشانی سے پسینا بہتا تھا۔ اُنھوں نے دیکھا کہ آپ کی پیشانی سے پسینہ بہہ رہا ہے تو بعض نے یہ خیال کیا کہ اس پر ہماری بات کا اثر ہو گیا ہے۔ جس وقت یہ سورت نازل ہوگئی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے جواب میں تاخیر اس لیے کی ہے کہ اس وقت وحی نازل ہو رہی تھی اور یہ سورت مجھ پر نازل ہوئی ہے جو میں تم کو ابھی پڑھ کر سناؤں گا۔ آپ ﷺ نے پروقار انداز میں یہ سورت اُن کو سنائی۔

قُلْ اے نبی کریم ﷺ! آپ ان سے کہہ دیں یٰاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اے کافرو! لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ میں نہیں عبادت کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو وَلَاۤ اَنْتُمْ اور نہ تم عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ عبادت کرنے والے ہو اس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ مشرک رب تعالیٰ کی ذات کے منکر نہیں تھے رب تعالیٰ کو مانتے تھے اور رب تعالیٰ کی عبادت کے بھی قائل تھے مگر اکیلے رب کی عبادت کے قائل نہیں تھے۔ رب تعالیٰ کی عبادت میں دوسروں کو شریک ٹھہراتے تھے۔ حضرت ہود علیہ السلام کو ان کی قوم نے کہا قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ﴿الاعراف:۷۰﴾ "کیا تو آیا ہے ہمارے پاس اس مقصد کے لیے کہ ہم عبادت کریں اکیلے خدا کی اور چھوڑ دیں ہم ان کو جن کی عبادت کرتے تھے ہمارے باپ دادا۔" ہم اللہ کی بھی عبادت کریں گے اور دوسروں کی بھی

عبادت کریں گے۔ مشرک رب تعالیٰ کی بھی عبادت کرتا ہے اور ظاہری طور پر مشرک عام کلمہ گو مسلمانوں سے زیادہ رب تعالیٰ کا عقیدت مند ہوتا ہے۔ آٹھویں پارے میں موجود ہے کہ وہ پیداوار میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا حصہ نکالتے تھے اور کہتے تھے ھٰذَا لِلّٰہِ بِزَعْمِهِمْ وَ هٰذَا لِشُرَكَآئِنَا "یہ حصہ اللہ تعالیٰ کا ہے اپنے خیال سے اور یہ ہمارے شریکوں کے لیے ہے۔" دیکھو! اللہ تعالیٰ کے ساتھ کتنی عقیدت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حصہ پہلے نکالتے تھے اور ان کی یہ عقیدت قرآن سے ثابت ہے۔ پھر اگر اللہ تعالیٰ کے حصہ میں کچھ دانے شریکوں کے مل جاتے تو الگ کر لیتے کہ اللہ تعالیٰ غنی ہے یہ محتاج ہیں۔ اور جو حصہ اللہ تعالیٰ کا ہوتا تھا اس میں سے کچھ دانے شریکوں کے حصے میں مل جاتے تو الگ نہیں کرتے تھے۔ کہتے تھے کوئی بات نہیں رب غنی ہے۔ یہ قرآن پاک میں موجود ہے۔ تو بہ ظاہر رب تعالیٰ کے ساتھ مشرک کو کتنی عقیدت ہے۔

اور مشرکوں کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ جن کو ہم پکارتے ہیں ان کو ہم الٰہ نہیں سمجھتے۔ ہم تو ان کو صرف اللہ تعالیٰ تک رسائی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بلند ہے ہماری اس تک پہنچ نہیں ہے یہ ہماری سیڑھیاں ہیں مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ﴿زمر: ۳﴾ "ہم نہیں عبادت کرتے ان کی مگر اس لیے کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا قرب دلائیں گے۔" اور سورت یونس آیت نمبر ۱۸ میں هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ "یہ جن کی ہم عبادت کرتے ہیں یہ ہمارے سفارشی ہیں۔" یہ خدا نہیں ہیں خدا کے قریب کرنے والے ہیں۔

پھر مثالیں دیتے کہ بادشاہ یا وزیر اعظم کو ملنا ہو تو براہ راست آدمی نہیں مل سکتا۔ گورنر، کمشنر، ڈی سی کے ذریعے ملتا ہے۔ اسی طرح ہم پست ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات بہت

بلند ہے یہ ہمارے درمیان واسطہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿النحل: ۷۴﴾ "پس نہ بیان کرو تم مثالیں اللہ تعالیٰ کے لیے بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔" بادشاہ وزیر اعظم کے لیے تو واسطے اس لیے تلاش کیے جاتے ہیں کہ ان کو حالات کا علم نہیں ہوتا ان سے ملاقات کر کے ان کو حالات سے آگاہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کو تو ہر شے کا علم ہے اس کو کس شے سے آگاہ کرنا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ بلند ذات ہونے کے باوجود تمھارے ساتھ ہے۔ سورۃ الحدید، آیت ۴ پارہ ۲۷ میں ہے وَ هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ "اور وہ اللہ تعالیٰ تمھارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو۔" لہذا یہ بادشاہوں والی مثال بیان نہ کرو۔

اور دوسری مثال یہ بیان کرتے ہیں کہ مکان کی چھت پر چڑھنے کے لیے سیڑھی کی ضرورت ہوتی ہے چھلانگ لگا کر تو اوپر نہیں جا سکتا۔ مکان کتنا بلند ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات تو بہت بلند ہے یہ بابے درمیان میں ہماری سیڑھیاں ہیں۔ تو رب تعالیٰ نے فرمایا میرے پاس آنے کے لیے سیڑھیوں کی ضرورت نہیں ہے وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ﴿ق: ۱۶﴾ "اور ہم زیادہ قریب ہیں انسان کے اس کی دھڑکتی ہوئی رگ سے۔" شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں یہاں کون سی سیڑھی لگانے کی ضرورت ہے۔

تو مشرک رب تعالیٰ کا بڑا عقیدت مند ہوتا ہے لیکن مشرک کو خالص عبادت رب کی نصیب نہیں ہوتی اس کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے اور کہتا ہے اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ﴿ص: ۵﴾ "کیا اس نے کر دیا ہے تمام معبودوں کو ایک ہی معبود بے شک یہ ایک عجیب چیز ہے۔" یہ کہتا ہے کہ ایک ہی دست گیر ہے، ایک ہی فریاد رس ہے، ایک ہی حاجت روا ہے، ایک ہی مشکل کشا ہے اور کوئی نہیں ہے یہ بات

ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔

آج بھی مسجدوں میں یہ شعر پڑھے جاتے ہیں:

امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن
در دین و دنیا شاد کن یا غوثِ اعظم دستگیر

ان سے کہو کہ صرف رب سے مانگو تو ان کو یہ بات سمجھ نہیں آتی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان سے کہہ دیں یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اے کافرو! لَاۤ اَعْبُدُ میں نہیں عبادت کرتا فی الحال، اس وقت مَا ان کی تَعْبُدُوْنَ جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ جنوں کی، فرشتوں کی، انسانوں کی، لات، منات، عزّیٰ۔ میں ان کی عبادت کرنے کے لیے قطعاً تیار نہیں ہوں نہ ہی وہ عبادت کے مستحق ہیں۔ میں تو وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرنے والا ہوں۔ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا بھی اسی کے لیے، رکوع بھی اسی کے لیے، سجدہ بھی اسی کے لیے۔

بعض قراء حضرات دین کی روح سے زیادہ واقف نہیں ہوتے۔ مجمع میں لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر ہاتھ باندھ کر (جیسے نماز میں ہاتھ باندھتے ہیں) قرأت کرتے ہیں۔ یہ جائز نہیں ہے۔ یہ حالت رب تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے کی ہے۔ مخلوق کے سامنے، بندوں کے سامنے یہ جائز نہیں ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک پوچھنے والے نے پوچھا حضرت! ایک آدمی دوسرے آدمی کے ساتھ معانقہ کر سکتا ہے؟ فرمایا کر سکتا ہے۔ حضرت! مصافحہ کر سکتا ہے؟ فرمایا کر سکتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے بخاری شریف میں باب قائم کیا ہے المصافحة بالیدین "مصافحہ دو ہاتھوں سے ہوتا ہے۔" پھر اس پر حدیث پیش کی ہے۔ پھر پوچھا حضرت! اَیَنْحَنِیْ لَهٗ "کیا ایک آدمی

دوسرے آدمی کو جھک کر مل سکتا ہے؟" فرمایا نہیں اس لیے کہ جھکنے میں رکوع کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور رکوع کی حالت صرف رب تعالیٰ کے سامنے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نماز جنازہ میں رکوع سجدہ نہیں ہے تاکہ کم فہم لوگ اور بد باطن لوگ یہ نہ سمجھیں کہ مردے کو سجدہ کر رہے ہیں۔ ایک ہے امر مجبوری۔ وہ الگ بات ہے۔ مثلاً: میں بیٹھا ہوا ہوں اگر کوئی آ کر مصافحہ کرے گا تو جھکے گا۔ یا کوئی مریض لیٹا ہوا ہے اس کے ساتھ مصافحہ کرنا ہے تو جھکے گا یہ بامر مجبوری ہے کیوں کہ وہ بے چارہ اُٹھ نہیں سکتا۔ مجبوری کے مسائل الگ ہیں۔ مثلاً: عام حالات میں نماز کھڑے ہو کر پڑھنی ہے مگر جو آدمی کھڑے ہونے پر قادر نہیں ہے تو وہ بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے۔ لیکن جو آدمی سارا دن بازار گھومتا رہے اور نماز بیٹھ کر پڑھے یہ جائز نہیں ہے۔

دیہاتی عورتیں سودا سلف خریدنے کے لیے آتی ہیں بعض ہمارے گھر بھی آ جاتی ہیں مسئلہ پوچھنے کے لیے یا تعویذ لینے کے لیے۔ نماز کا وقت ہوتا ہے تو کہتی ہیں مصلیٰ دے دو ہم نے نماز پڑھنی ہے۔ بچیاں مصلیٰ دے دیتی ہیں۔ بیٹھ کر نماز پڑھتی ہیں۔ اے بی بی! سارا دن تو نے گکھڑ میں چکر لگایا ہے، بازار گھوم چکی ہے اور نماز بیٹھ کر پڑھتی ہے۔ یہ قطعاً جائز نہیں ہے۔ بیٹھ کر نماز اس کی ہوتی ہے جو کھڑا ہونے پر قادر نہ ہو۔ ان کی پڑھی ہوئی نمازیں سب ان کی گردن پر قرض ہیں۔ اور عورتیں یہ مسئلے بھی اچھی طرح سمجھ لیں اور یاد رکھیں۔ عورتوں کی آستین کلائی تک ہونی چاہیے۔ اگر کلائی تک نہ ہوئی تو نماز قطعاً نہیں ہوگی۔ ناخن پالش کے ساتھ نماز نہیں ہوتی۔ ہونٹوں پر سرخی لگائی ہوئی ہے اور سرخی لیس دار ہے پانی نیچے نہیں جاتا تو بھی نماز نہیں ہوگی۔ یہ معمولی مسائل نہیں ہیں۔

تو فرمایا میں نہیں عبادت کرتا ان کی جن کی تم عبادت کرتے ہو وَلَآ اَنْتُمْ

عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ اور نہ تم خالص عبادت کرنے والے ہو اس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔اس کے وہ کافر مخاطب ہیں جن کا خاتمہ کفر پر ہوا۔بیش تر وہ ہیں جو بدر کے موقع پر مردار ہوئے جیسے ابوجہل، عتبہ، شیبہ وغیرہ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ اور نہ میں عبادت کروں گا ان کی جن کی تم عبادت کر چکے ہو وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ اور نہ تم عبادت کرنے والے ہو اس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں لہٰذا میرے سامنے نہ تم مال پیش کرو اور نہ رشتے پیش کرو اور نہ اس طرح کی صلح کی شرائط پیش کرو لَكُمْ دِيْنُكُمْ تمھارے لیے تمھارا دین ہے وَلِيَ دِيْنِ ۔اصل میں دِيْنِيْ تھا ی متکلم کو تخفیفاً حذف کر دی گیا۔اور میرے لیے میرا دین ہے۔میں اپنا دین چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سُورۃ النّصر

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتھا ۳ ۱۱۰ سُورَۃُ النَّصۡرِ مَدَنِیَّۃٌ ۱۱۴ رکوعھا ۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿﴾

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَ الۡفَتۡحُ ۙ﴿۱﴾ وَ رَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا ۙ﴿۲﴾ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ وَ اسۡتَغۡفِرۡہُ ؕؔ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ جب اللہ تعالیٰ کی مدد آجائے گی وَ الۡفَتۡحُ اور مکہ فتح ہو جائے گا وَ رَاَیۡتَ النَّاسَ اور آپ دیکھیں گے لوگوں کو یَدۡخُلُوۡنَ داخل ہوتے ہیں فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے دین میں اَفۡوَاجًا فوج درفوج فَسَبِّحۡ پس آپ تسبیح بیان کریں بِحَمۡدِ رَبِّکَ اپنے رب کی حمد کی وَ اسۡتَغۡفِرۡہُ اور اس سے استغفار کریں اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

نام اور کوائف:

اس سورت کا نام سورۃ النصر ہے۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں نصر کا لفظ موجود ہے۔ اسی سے سورت کا نام اخذ کیا گیا ہے۔ یہ سورت مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی اور نازل ہونے کے اعتبار سے اس کا ایک سو چودھواں ﴿۱۱۴﴾ نمبر ہے۔ اس سے پہلے ایک سو تیرہ ﴿۱۱۳﴾ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا ایک رکوع اور تین آیتیں ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کرنے کا منصوبہ :

دنیا کے حالات اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظہر ہیں۔ایک وہ وقت تھا کہ مکہ مکرمہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کے منصوبے بنائے جارہے تھے اور ایک وہ وقت آیا کہ مکہ مکرمہ کی شاہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھی۔قریش مکہ نے دار الندوہ میں جمع ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا کہ ہر ہر خاندان سے ایک ایک آدمی لیا کہ یہ سارے اکٹھے حملہ کریں تاکہ بنو ہاشم ہمارے ساتھ لڑ نہ سکیں۔زیادہ سے زیادہ دیت کا مطالبہ کریں گے تو سب مل کر ادا کردیں گے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع دی کہ انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کا منصوبہ بنایا ہے۔آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اطلاع کردیں وہ آپ کے ساتھ جائیں گے اور آپ نے جبل ثور کی چوٹی پر غار ثور میں چھپ جانا ہے۔جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کا حکم ہوا ہے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے فوراً یہ لفظ نکلا الصُّحْبَةُ الصُّحْبَةُ "حضرت میں بھی ساتھ جاؤں گا۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر غار ثور میں جا کر بیٹھ گئے۔یہ بڑا دشوار گزار پہاڑ ہے۔میں بڑا ہمت والا آدمی تھا مگر اس پہاڑ کی چوٹی تک پہنچنے میں میرے پونے دو گھنٹے لگے تھے (اس وقت سیڑھیاں نہیں بنی تھیں اب تو سیڑھیاں بنادی گئی ہیں پھر بھی ہم جیسوں کے ڈیڑھ پونے دو گھنٹے لگ جاتے ہیں۔مرتب) بہت دشوار گزار اور بلند پہاڑ ہے۔میں نے غار میں دو نفل بھی پڑھے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر گھر سے تشریف لے گئے

تو کافر بڑے پریشان ہوئے کہ شکار ہاتھ سے نکل گیا۔ دیوانوں کی طرح اِدھر اُدھر تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ پھر جب یہ اعلان سنا کہ ان کو پکڑنے والے کو دو سو اونٹ ملیں گے تو اس لالچ میں اور پاگل ہو گئے۔ دو سو اونٹ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ غارِ ثور میں چھپنے والا راز صرف دو آدمیوں کے پاس تھا۔ ایک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فرزند عبداللہ رضی اللہ عنہ کہ ان کی ڈیوٹی تھی رات کو غار میں کھانا پہنچانے کی۔ اور دوسرے راز دان عبداللہ بن اُریقط تھے جن سے دس دینار پر طے ہوا تھا کہ تین دن بعد غیر معروف راستے سے یثرب لے جانا ہے۔ کیوں کہ یہ راستوں کا ماہر آدمی تھا۔

یہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوا تھا اور ان کافروں میں سے تھا جنھوں نے خیف بنو کنانہ میں قسمیں اُٹھائی تھیں بائیکاٹ کی کہ بنو ہاشم کے ساتھ اس وقت تک بائیکاٹ جاری رکھنا ہے جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمارے حوالے نہ کر دیں۔ بخاری شریف کی روایت کے مطابق بائیکاٹ تھا اَنْ لَّا یُنَاکِحُوْھُمْ وَلَا یُبَایِعُوْھُمْ "نہ ان کے ساتھ رشتہ کرنا ہے اور نہ ان سے خرید و فروخت کرنی ہے۔" لیکن یہ بات کا پکا آدمی تھا سب کچھ اس کے علم میں تھا۔ کیوں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس سے طے کیا تھا کہ تو نے تین دن کے بعد ہمیں فلاں جگہ سے وصول کرنا ہے اور گم نام راستے سے مدینہ طیبہ پہنچانا ہے اس پر تجھے دس دینار ملیں گے۔ اُس وقت دس دینار کا ایک اونٹ آتا تھا۔ پہلے لوگ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ بدر والے راستے سے جاتے تھے مگر وہ لمبا راستہ تھا سعودی حکومت نے آج کل جو سڑک بنائی ہے یہ طریق الھجرۃ ہے۔ اسی راستے پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت فرمائی تھی۔ آج کل بسیں اسی راستے پر جاتی ہیں۔

تو کافر ہونے کے باوجود یہ بڑا دیانت دار آدمی تھا دس دینار پر راضی رہا اور ایک

سونے سے دینار پر لات ماری۔ اسی اخلاص کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو بعد میں ایمان کی دولت نصیب فرمائی اور وہ رضی اللہ عنہ ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر غار ثور میں تشریف لے گئے۔ کافروں نے تلاش شروع کی۔ قبیلہ بنو مخزوم کا ایک بڑا ماہر کھوجی تھا۔ وہ پاؤں کے نشانات کے ذریعے غار ثور کے منہ پر جا پہنچا۔ کہنے لگا یہاں تک کھوج پہنچتا ہے اور کہیں بھی صحیح رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ مکڑی نے غار کے منہ پر جالا بن دیا۔ مسند احمد کی روایت میں ہے اور کبوتری نے انڈے دے دیئے۔ لوگوں نے کھوجی سے کہا کہ تیری عقل ماری گئی ہے اگر وہ اندر جاتے تو مکڑی کا جالا اس طرح رہتا؟ الٹا اس پر برس پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے مکڑی کے جالے سے قلعہ کا کام لیا۔ کافر غار کے منہ پر کھڑے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت! اگر یہ اپنے پاؤں کی طرف دیکھیں تو ہمیں دیکھ لیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہمارا مددگار ہے **لا تحزن** آپ پریشان نہ ہوں۔

یہاں پر رافضیوں کی خیانت دیکھو! کہتے ہیں کہ ابو بکر اس لیے بولے تھے کہ ان کو پتا چل جائے کہ ہم اندر ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیں، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ سوال یہ ہے کہ اگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیتے تو ابو بکر بچ جاتے؟ انعام تو دونوں کے لیے مقرر تھا۔ مگر خبیث آدمی کو خباثت ہی سوجھتی ہے۔

فتح مکہ :

تو خیر ایک وہ وقت تھا کہ مکہ مکرمہ چھوڑنا پڑا۔ پھر آٹھ سال کے بعد وہ وقت آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار نفوس قدسیہ کے ہمراہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے رضی اللہ عنہم۔ اور تورات کی پیش گوئی پوری ہوئی کہ وہ دنیا کا سردار فاران کی چوٹیوں سے دس ہزار نفوس قدسیہ،

پاک باز نفوس کے ساتھ ظاہر ہوگا۔ اب عیسائیوں نے دس ہزار کا لفظ نکال کر اس کی جگہ دس لاکھ کر دیا ہے تاکہ یہ پیش گوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صادق نہ آئے۔ ۱۹۰۰ء سے پہلے جو انجیل اور کتاب مقدس طبع ہوئی ہے اس میں دس ہزار کا لفظ موجود ہے۔ 1982ء میں مجھے برطانیہ جانے کا اتفاق ہوا۔ مانچسٹر پہنچے تو میں نے ساتھیوں سے کہا کہ تورات کا کوئی پرانا نسخہ تلاش کرو۔ نسخہ مل گیا، وہ انگریزی میں تھا۔ میں نے کہا فلاں باب نکال کر مجھے اس کا ترجمہ سناؤ۔ اس میں دس ہزار کا لفظ موجود تھا۔ میں نے اس صفحے کی اور پہلے صفحے کی فوٹو کاپی کرالی جو میرے پاس موجود ہے۔

فتح مکہ کے موقع پر صرف پندرہ جانیں ضائع ہوئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ نے اس گلی سے گزر کر کعبہ پہنچنا ہے۔ مختلف ساتھیوں کے لیے مختلف گلیاں مقرر فرمائیں کہ اس نے اس گلی سے اور اس نے اس گلی سے کعبۃ اللہ پہنچنا ہے۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ گزرنے لگے تو قریش ضد میں آگئے کہ ہم یہاں سے نہیں گزرنے دیں گے۔ انھوں نے کہا کہ ہمیں حکم ہے کہ جو تلوار نہ اُٹھائے اسے کچھ نہیں کہنا، عورتوں، بچوں، بوڑھوں کو کچھ نہیں کہنا۔ جو اپنا دروازہ بند کر لے اسے بھی کچھ نہیں کہنا۔ تلوار اس کے خلاف استعمال کرنی ہے جو تمھارے سامنے تلوار اُٹھائے لہٰذا تم ہمارے راستے میں رکاوٹ نہ بنو۔ اُنھوں نے کہا کہ ہم اس گلی سے نہیں گزرنے دیں گے دوسرا راستہ اختیار کرو۔ انھوں نے کہا کہ ہمیں حکم ہے اسی گلی سے گزرنا ہے۔ پیش قدمی کی تو اُنھوں نے دو صحابی شہید کر دیئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بھی حملے کا حکم دیا۔ قریش کے تیرہ آدمی مارے گئے۔ بس یہ نقصان ہوا۔

مکہ مکرمہ جب فتح ہوا تو جتنے نامی گرامی آدمی تھے سب بھاگ گئے۔ ان بھاگنے

والوں میں وحشی بن حرب بھی تھا جس نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔ ہبار بن اسود بھی بھاگ گیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے خاوند ابوالعاص رضی اللہ عنہ کا برادری میں چچا لگتا تھا۔ جس وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہجرت کر کے جا رہی تھیں تو اس نے روکا تھا۔ انھوں نے کہا کہ اپنے خاوند کی اجازت سے جا رہی ہوں۔ کہنے لگا کوئی اجازت نہیں ہے۔ اونٹ پر سوار تھیں ٹانگ سے پکڑ کر کھینچ کر نیچے گرا دیا۔ ان کے پیٹ میں بچہ تھا ضائع ہو گیا اور وہ بیمار ہو گئیں اور اسی بیماری میں فوت ہو گئیں۔ اس ہبار بن اسود نے بھی دوڑ لگا دی۔ ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے بھی دوڑ لگا دی۔ کعبۃ اللہ کے دروازے کی سیدھ میں تیس میل کے فاصلے پر سمندر تھا۔ جدہ شہر اس وقت آباد نہیں ہوا تھا۔ وہاں پہنچ کر یہ کشتی میں سوار ہو گیا حبشہ جانے کے لیے۔

اِدھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صفا پہاڑی پر جھنڈا لہرا دیا اور حجون کے مقام پر جھنڈا لہرا دیا جہاں کافروں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بائیکاٹ کے لیے قسمیں کھائی تھیں۔ اور فرمایا مکے والو! ادھر آؤ میری بات سنو۔ ڈرتے ڈرتے عورتیں، بچے اور بوڑھے آ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سامنے ان کے جرم دہرائے اور زیادتیاں بتلائیں جو وہ کرتے رہے تھے کہ تم نے فلاں وقت میرے ساتھ یہ زیادتی کی، فلاں وقت یہ کی۔ تم نے حارث بن خدیجہ کو شہید کیا، فلاں کو شہید کیا، فلاں کو شہید کیا۔ جیسے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے جرائم بتلاتے جاتے تھے ان کے حوصلے پست ہوتے جاتے تھے اور کئی نے دوڑ لگا دی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے مکے والو! تم نے اپنے جرائم سن لیے لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ "نہیں ہے ملامت تم پر آج کے دن" میں نے تم سب کو معاف کر دیا ہے کسی کو کچھ نہیں کہوں گا۔

ہبار بن اسود کے عزیز نے کہا کہ حضرت! ہبار کے لیے معافی ہے؟ فرمایا ہاں! معافی ہے۔ وحشی بن حرب کو بھی معافی ہے؟ فرمایا ہاں! معافی ہے کچھ نہیں کہنا۔ ہاں البتہ اتنی بات ہے کہ میری آنکھوں کے سامنے نہ آیا کرے۔ کیوں کہ اس نے بڑی بے دردی سے میرے چچا کو شہید کیا ہے۔ سینہ چاک کر کے کلیجہ نکالا، دل نکالا، ناک، کان کاٹے۔ میرے سامنے نہ آیا کرے مجھے میرا چچا یاد آجاتا ہے۔ یہ مسلمان ہو گیا تھا۔

عکرمہ بن ابی جہل کی بیوی ام حکیم رضی اللہ عنہا آئیں۔ کہنے لگی! حضرت مجھے جانتے ہیں؟ فرمایا ہاں! ام حکیم ہے۔ اس نے کہا میرا خاوند دوڑ گیا ہے اگر وہ آجائے تو اس کو بھی پناہ مل سکتی ہے؟ فرمایا ہاں! مل جائے گی۔ کہنے لگی وہ بغیر کسی نشانی کے مطمئن نہیں ہوگا کوئی نشانی دے دو۔ احادیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک پر سیاہ رنگ کی پگڑی تھی وہ اُتار کر دے دی۔ وہ لے کر اس کے پیچھے چلی گئی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ کشتی طوفان کی وجہ سے واپس آگئی۔ عکرمہ نے دیکھا کہ میری بیوی کنارے پر کھڑی ہے کہنے لگا معاملہ بڑا سخت لگتا ہے اُنھوں نے عورتوں کو بھی معاف نہیں کیا۔ پوچھا ام حکیم کیسے آئی ہو؟ تیرے ساتھ کیا ہوا، اوروں کے ساتھ کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ وہاں تو رحمت کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ اس نے عام معافی کا اعلان کر دیا ہے۔ تجھے بھی معافی مل گئی ہے۔ کہنے لگا دیکھنا کہیں مجھے پھنسا نہ دینا۔ ام حکیم نے پگڑی مبارک سامنے کی اور کہا کہ یہ انھوں نے نشانی دی ہے کہ واقعتاً میں نے معاف کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ جب اللہ تعالیٰ کی مدد آجائے گی وَالْفَتْحُ اور مکہ فتح ہو جائے گا وَرَاَيْتَ النَّاسَ اور آپ دیکھیں گے لوگوں کو يَدْخُلُوْنَ فِىْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا داخل ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے دین میں فوج در

فوج۔ آپ کے دنیا میں تشریف لانے کا مقصد پورا ہوگیا ہے فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ پس آپ تسبیح بیان کریں اپنے رب کی حمد کے ساتھ وَاسْتَغْفِرْهُ اور اس سے استغفار کریں۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ پڑھتے تھے سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ یوں ان آیات پر عمل کرتے تھے۔

۹ ہجری میں حج فرض ہوا ہے۔ اس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم حج پر تشریف نہیں لے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر الحجاج بنا کر بھیجا کہ آپ ان کو لے جا کر حج کرائیں میں نہیں جاسکتا۔ کیوں کہ لوگ دور دراز سے کلمہ پڑھنے کے لیے آرہے ہیں مجھے نہیں پائیں گے تو پریشان ہوں گے۔ عرب کا بڑا وسیع رقبہ تھا۔ اس وقت سعودیہ کا رقبہ بائیس ﴿۲۲﴾ لاکھ مربع کلومیٹر ہے اور آبادی ایک کروڑ اسی لاکھ ہے۔ پاکستان کے رقبہ سے تین گنا زیادہ رقبہ ہے۔ پاکستان کی آبادی پندرہ کروڑ ہے۔ تو لوگ دور دراز سے آ رہے ہیں پریشان ہوں گے۔ اس سال کو تاریخ میں عام الوفود، عام الوفادہ، وفدوں والا سال کہا جاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا سے رخصت ہوئے تو اس وقت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر دس سال تھی۔ اڑھائی سال تک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت رہی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت قائم ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً تیرہ، چودہ (۱۳ - ۱۴) سال تھی۔ مجلس شوریٰ کے اجلاسوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو بھی بٹھاتے تھے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ انھوں نے اعتراض کیا اے امیر المومنین! آپ اس بچے کو شوریٰ میں بٹھاتے ہیں۔ شوریٰ میں بڑی بڑی راز کی باتیں ہوتی ہیں اور یہ بچہ ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اس کو دیکھ کر میرا بیٹا بھی آ بیٹھے گا، دوسرے

بچے بھی آبیٹھیں گے۔ شوریٰ پر بچوں کا قبضہ ہو جائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ عام بچہ نہیں ہے۔ تم نہیں جانتے یہ کیا ہے؟

پھر ایک موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شوریٰ والوں سے سوال کیا کہ سورۃ النصر میں گر کی بات کیا ہے مجھے بتاؤ؟ ترجمہ نہیں پوچھ رہا راز اور گر کی بات پوچھ رہا ہوں۔ کسی نے کچھ بتلایا، کسی نے کچھ بتلایا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا بیٹا! تم بتاؤ اس میں گر کی بات کیا ہے؟ فرمایا فِیْهَا اَجَلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ "اس سورت میں اس بات کا اشارہ ہے کہ آپ دنیا سے جانے والے ہیں۔" مکہ فتح ہو جائے گا اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہو رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں تشریف لانے کا مقصد پورا ہو گیا۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخرت کی تیاری کریں، تسبیح بیان کریں اپنے رب کی حمد کی اور استغفار کریں۔ فرمایا سمجھ آیا کہ یہ عام بچہ نہیں ہے۔

تو اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے تسبیح اور استغفار پڑھا کرتے تھے۔ پھر کچھ عرصہ بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہو گئے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اس سورت کو ایک دفعہ پڑھنے والا ایسا ہی ہے جیسے اس نے قرآن کا چوتھائی حصہ پڑھ لیا ہے

اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

تفسیر

سُورۃ المسد

(مکمل)

آیاتھا ۵ | ۱۱۱ سُوْرَۃُ اللَّھَبِ مَکِّیَّۃٌ ۶ | رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ وَّتَبَّ ﴿۱﴾ مَآ اَغْنٰی عَنْہُ مَالُہٗ وَمَا کَسَبَ ﴿۲﴾ سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَھَبٍ ﴿۳﴾ وَّامْرَاَتُہٗ ؕ حَمَّالَۃَ الْحَطَبِ ﴿۴﴾ فِیْ جِیْدِھَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ﴿۵﴾

تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوں وَّ تَبَّ اور وہ خود بھی ہلاک ہو مَآ اَغْنٰی عَنْہُ نہیں کام آئے گا اس کے مَالُہٗ اس کا مال وَمَا کَسَبَ اور جو اس نے کمایا سَیَصْلٰی نَارًا عنقریب داخل ہوگا آگ میں ذَاتَ لَھَبٍ جو شعلے مارنے والی ہے وَّامْرَاَتُہٗ اور اس کی بیوی بھی حَمَّالَۃَ الْحَطَبِ جو لکڑیاں اُٹھانے والی ہے فِیْ جِیْدِھَا اس کی گردن میں حَبْلٌ رسی ہے مِّنْ مَّسَدٍ مونج کی۔

نام اور کوائف:

اس سورت کا نام سورۃ اللھب ہے۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں لھب کا لفظ موجود ہے۔ جس سے اس سورت کا نام لیا گیا ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ نزول کے اعتبار سے اس کا چھٹا نمبر ہے۔ اس سے پہلے پانچ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا ایک

رکوع اور پانچ آیتیں ہیں۔

شانِ نزول :

واقعہ اس طرح پیش آیا کہ سراقہ بن مالک جو قبیلہ بنو کنانہ کا سردار تھا۔ قبیلہ بنو کنانہ عرب کے قبیلوں میں سے بڑا قبیلہ تھا۔ دوسرے قبائل کے ساتھ بھی اس کا گہرا تعلق تھا۔ چلتا پھرتا پرزہ تھا۔ خاصا بااثر آدمی تھا۔ مکے والوں میں سے کسی کے ساتھ اس کا جھگڑا ہوا۔ جھگڑے کے بعد انھوں نے اس کو اپنا دشمن سمجھ لیا اور اس نے مکے والوں کو اپنا دشمن سمجھ لیا۔ اُس وقت عربوں کا مزاج تھا کہ جب تک دشمن سے انتقام نہ لے لیتے ان کا دل ٹھنڈا نہیں ہوتا تھا۔ مکہ مکرمہ میں افواہ پھیلی ہوئی تھی کہ سراقہ بن مالک مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے والا ہے۔

اُس وقت مکہ مکرمہ کی آبادی مختصر تھی۔ وہ خبر سن کر پریشان ہو گئے۔ اُنھی دنوں میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿الشعراء: ۲۱۴﴾ "اور آپ ڈرائیں اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے۔" اس وقت یہ بلڈنگیں نہیں تھی۔ صفا پہاڑی دور سے صاف نظر آتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صفا پہاڑی پر چڑھ کر سفید چادر لہرائی۔ یہ سفید چادر لہرانا خطرے کا الارم ہوتا تھا۔ جس طرح آج کل ملکی جنگ شروع ہو جائے تو خطرے کے الارم بج جاتے ہیں۔ لوگ اکٹھے ہو گئے، مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے، جوان۔ اُنھوں نے سمجھا کہ شاید سراقہ بن مالک نے حملہ کر دیا ہے۔ بڑا مجمع جمع ہو گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا اور پھوپھیاں :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نو چچا تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد محترم حضرت عبداللہ تمام

بھائیوں سے چھوٹے تھے۔ نو چچوں میں سے دو کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کی توفیق عطا فرمائی، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چھ پھوپھیاں تھیں۔ ان میں سے صرف حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو رب تعالیٰ نے ایمان کی توفیق دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچوں میں سے ایک کا نام عبدالعزّٰی تھا جس کی کنیت ابولہب تھی۔

صفا پہاڑی کا وعظ :

جس وقت لوگ اکٹھے ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر میں تمھیں یہ خبر دوں کہ جبل ابوقبیس کے پیچھے سے دشمن تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو تم میری بات مان لو گے؟ کہنے لگے مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ كَذِبًا قَطُّ "ہم نے آج تک آپ سے جھوٹ نہیں سنا۔" یہ تقریباً نبوت کا پانچواں سال تھا۔ تو مطلب یہ ہوا کہ پینتالیس سال ہو گئے ہیں ہم نے آپ سے جھوٹ نہیں سنا۔ اور یہ لفظ بھی آتے ہیں مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ اِلَّا صِدْقًا "ہمارا تجربہ یہ ہے کہ آپ سچ ہی بولتے ہیں۔" پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا "سچے دل سے کلمہ پڑھ لو، محمد رسول اللہ پڑھ لو دنیا اور آخرت میں کامیاب ہو جاؤ گے۔" ورنہ معصوم فرشتوں کی فوجیں تمھارے خلاف کارروائی کریں گی۔ سب حیران ہو گئے کہ اس نے ہمیں کس لیے بلایا ہے؟ ابولہب آگے بڑھا اور دونوں ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ کے قریب کیے جیسے عورتیں لڑتی ہیں تو ہاتھ بڑھاتی ہیں۔ تو اس نے ہاتھ آگے کر کے کہا تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْاَيَّامِ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا "ہلاک ہو جانے ٹوٹ جائے ساری عمر اس لیے ہمیں بلایا ہے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایک قبیلے کا نام لے کر فرمایا اپنے آپ کو آگ سے بچا لو۔ اے بنو صہر! اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ "اپنے آپ کو آگ سے بچا لو۔"

اے بنوساعدی، اے بنومخزوم، اے بنوقارہ، اے بنو ہاشم، اے بنوعبد مناف! اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچالو۔ سب خاندانوں سے کہا کہ اتمام حجت ہوجائے۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے بھی فرمایا۔ اے میری پھوپھی! تو میرے واسطے قابل احترام ہے لیکن اپنے آپ کو دوزخ سے بچالے۔ اور ایک موقع پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بھی فرمایا اے فاطمہ! سَلِیْنِیْ مِنْ مَّالِیْ مَا شِئْتِ "میرے پاس جو مال ہے مانگ میں تجھے دوں گا" لیکن لَا اُغْنِیْ عَنْكِ مِنَ اللهِ شَیْئًا "اللہ تعالیٰ کی گرفت سے میں تجھے نہیں بچاسکوں گا۔" بیٹی ایسا نہ ہو کہ لوگ قیامت والے دن ایمان لے کر آئیں، عمل صالح، اخلاق حسنہ لے کر آئیں اور تو صرف نسبت لے کر آئے کہ میں پیغمبر کی بیٹی ہوں۔ صرف نسبت کام نہیں آئے گی۔ قابیل حضرت آدم علیہ السلام کا بیٹا نہیں تھا، کنعان نوح علیہ السلام کا بیٹا نہیں تھا، آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہیں تھا؟ کیا یہ نسبتیں کام آئیں؟ محض نسبت سے کچھ نہیں ہوتا۔ نسبت کے ساتھ ساتھ ایمان اور عمل صالح ہوں تو نورٌ علیٰ نور ہے۔

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اتمام حجت کیا۔ صفا پہاڑی کی چٹان پر دین کا نقشہ پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چچا ابولہب بڑے غلط انداز سے پیش آیا اور کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو ہلاک ہوجائے اس لیے ہمیں جمع کیا تھا، یہ سبق سنانا تھا۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تَبَّتْ يَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوجائیں، ٹوٹ جائیں وَّتَبَّ اور وہ خود بھی ہلاک ہو مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ نہیں کام آئے گا اس کے اس کا مال وَمَا كَسَبَ اور جو اس نے کمایا اس کو نہیں بچاسکے گا۔ ابولہب کے بیٹے بھی کافی تھے۔ اس کے دو بیٹوں عتبہ اور شیبہ کے نکاح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو

بیٹیاں رقیہ اور ام کلثوم تھیں۔ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیوں نے کلمہ ظاہر کیا ساس جس کا نام اُرْوٰی بھی بتاتے ہیں اور عوراء بھی بتاتے ہیں بڑی سخت مزاج عورت تھی۔ یہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی سگی ہمشیرہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سگی پھوپھی تھی۔ قدرتی طور پر یہ خاندان سخت مزاج تھا۔ خاندانی اثرات قوموں میں ہوتے ہیں۔ عربی کا مقولہ ہے:

اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْهِ

"بیٹے میں باپ کے اثرات ہوتے ہیں۔" حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نسل سے تھے۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نسل سے تھے، فاروقی تھے۔ ایک موقع پر کسی نے حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کو خط لکھا۔ خط کا مضمون پڑھ کر آپ غصے میں آ گئے۔ مکتوبات شریف میں لکھتے ہیں "بے اختیار رگم فاروقیم در حرکت شد" میں نے تمھارا خط پڑھا تو میری فاروقی رگ بے اختیار پھڑک اُٹھی۔ کتنی صدیاں اور کتنی نسلیں گزر چکی تھیں مگر خاندانی اثرات اسی طرح موجود تھے۔

ابولہب کی بیوی ام جمیل :

تو ابولہب کی بیوی جس کی کنیت ام جمیل تھی بڑی سخت عورت تھی۔ پہلے تو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو روکا کہ کلمہ نہیں پڑھنا۔ مگر وہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیاں تھیں کسی کے دباؤ میں آ کر وہ کلمہ کس طرح چھوڑ سکتی تھیں۔ پھر اس نے اپنے لڑکوں کو اُکسایا کہ ان کو مارو، ڈراؤ کہ یہ کلمہ نہ پڑھیں۔ جب یہ تدبیر بھی نہ چلی تو ابولہب کو کہا کہ گلیوں، بازاروں میں لٹھ لے کر کلمہ روکتا پھرتا ہے تجھے اپنے گھر کی خبر نہیں کہ اس کی یہ لڑکیاں تیرے گھر میں کلمہ پڑھتی ہیں۔ ابولہب نے بھی ڈرایا، دھمکایا مگر ان پر کوئی اثر نہ ہوا کہ دین حق چھوڑنا بہت مشکل ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہم سے کوئی اور تکلیف ہے تو بتلاؤ

۔کوئی خدمت میں کمی ہے تو بتلاؤ مگر جہاں تک کلمے کی بات ہے ہمارے بدن کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دو ان شاء اللہ! ہماری بوٹیوں سے بھی کلمے کی صدا آنے گی۔ بیٹوں کو بلا کر کہا کہ بتلاؤ ہمارا بن کر رہنا ہے یا محمد کا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔ میرے ساتھ فیصلہ کرو میں تمھارا باپ ہوں۔ انھوں نے کہا کہ ہم نے آپ کے ساتھ رہنا ہے۔ کہنے لگا اگر میرے ساتھ رہنا ہے تو اس کی بیٹیوں کو لے جاؤ، اس کے گھر چھوڑ و اور طلاق دے کر آجاؤ کہ لوگ مجھے طعنے دیتے ہیں کہ گلیوں، بازاروں میں لوگوں کو کلمے سے روکتا پھرتا ہے اور تیرے گھر میں کلمہ پڑھا جا رہا ہے میں اتنا بڑا طعنہ نہیں سن سکتا۔ چنانچہ دونوں بیٹوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیوں کو طلاق دے دی۔

دو موذی انسان :

ابوجہل اور ابولہب دونوں بڑے موذی آدمی تھے۔ ان دونوں نے اپنی ڈیوٹی لگائی ہوئی تھی کہ یہ جہاں جا کر بیان کرے سارے کام چھوڑ کر اس کی تردید کرنی ہے۔ مستدرک حاکم کی روایت کے مطابق زمانہ جاہلیت میں بھی لوگ حج کرتے تھے۔ کیوں کہ حج کا طریقہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے چلا آرہا تھا۔ اگرچہ اس میں خرابیاں پیدا ہوگئی تھیں۔ منیٰ میں لوگ جمع تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بڑے عمدہ پیرائے میں اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تقریر سے فارغ ہوئے تو ابولہب اُٹھ کر کھڑا ہوگیا اَیُّھَا النَّاس اے لوگو! میری بھی سن لو۔ میرا نام عبدالعزیٰ ہے۔ ابولہب اس لیے کہتے تھے کہ بڑا خوب صورت تھا (حسن کے شعلوں والا۔) اس کا چہرہ حسن کے شعلے مارتا تھا۔ کہنے لگا میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں یہ میرا بھتیجا ہے اور صابی ہوگیا ہے اپنے باپ دادا کے دین سے پھر گیا ہے۔ اس کے کہنے میں نہ آنا۔ پھر موٹی موٹی ریت اور

کنکریوں کی مٹھی پکڑ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پھینکی۔ اشارہ تھا کہ اس پر تم سنگ باری کرو۔

ابولہب کی عبرت ناک ہلاکت :

اس نے پوری زندگی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مخالفت میں گزاری اور ذلیل ہو کر مرا۔ اسے طاعون کی بیماری لگی جسے مکے والے عدسہ کہتے تھے۔ جسم پر ایک دانہ نکلتا تھا۔ یہ متعدی بیماری ہوتی ہے۔ اگر طاعون کی بیماری ملک میں ہو جائے تو دوسرے ملک والے اپنے ملک میں ان کے جہاز نہیں آنے دیتے کہ طاعون یہاں نہ لے آئیں۔ تو اس کو زہریلا پھوڑا نکلا۔ گھر والوں کو علم ہوا تو انھوں نے آپس میں اتفاق کیا کہ اس کے قریب نہ جاؤ ورنہ ہم بھی بیمار ہو جائیں گے۔ ایک حبشی غلام سے پوچھا کہ تو جہاں کام کرتا ہے وہاں تجھے کتنی مزدوری ملتی ہے؟ اس نے کہا دس درہم۔ انھوں نے کہا کہ ہم تجھے بیس درہم دیں گے اور کھانا بھی دیں گے ہم کاروباری لوگ ہیں، دکانوں میں رہتے ہیں ہمارے بابا جی بیمار ہیں بس تو نے ان کی تیمارداری کرنی ہے، دوائی دینی ہے، خوراک دینی ہے۔ بس اتنا ہی کام ہے۔

وہ بڑا خوش ہوا کہ مزدوری بھی ڈبل اور رہوں گا بھی سائے میں۔ لیکن جب اس کو پتا چلا کہ اس کو تو طاعون کی بیماری ہے، وہ دودھ دیتے کہ بابے کو پلاؤ وہ غلام دودھ خود پی جاتا اور اس کے قریب نہ جاتا۔ جو پھل فروٹ وہ دیتے وہ بھی کھا کر برتن لا کر دے دیتا کہ بابا جی کھا بیٹھے ہیں۔ دو تین دن گزرے تو آواز نہ آئی۔ غلام سے پوچھا تو اس نے کہا بابا جی آرام کر رہے ہیں۔ حالانکہ وہ مر چکا تھا اور اس کا منہ کھلا ہوا تھا۔ تین دن تک اس کی لاش کے قریب کوئی نہ گیا۔ حبشی غلاموں کو کرائے پر حاصل کیا گیا جو اس کی لاش کو اٹھا کر لے گئے اور لکڑیوں کے ساتھ دھکیل کر گڑھے میں پھینک دیا اور اوپر پتھر ڈال دیئے۔

اس طرح اس کو موت آئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سَیَصۡلٰی نَارًا عنقریب داخل ہوگا ایسی آگ میں ذَاتَ لَهَبٍ جو شعلے مارنے والی ہے وَّامۡرَاَتُهٗ اور اس کی بیوی بھی حَمَّالَةَ الۡحَطَبِ جو لکڑیاں اُٹھانے والی ہے۔ یہ بڑی سخت مزاج اور خسیس عورت تھی۔ باوجود اس کے کہ اس کا گلا سونے سے بھرا ہوا ہوتا تھا جنگل سے جا کر خود لکڑیاں لاتی اور روٹیاں پکاتی تھی۔

ام جمیلہ کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عداوت:

یہی وہ عورت ہے جو کانٹے لا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے راستے میں بچھاتی تھی۔ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عموماً سحری کے وقت اُٹھ کر مسجد حرام میں آتے تھے، اندھیرا ہوتا تھا یہ چاہتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کانٹے چبھیں۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ سوکھی لکڑیاں کافی مل گئیں۔ ان کا بڑا گٹھا بنایا سر پر رکھ کر لا رہی تھی کہ گٹھا گر گیا اور اس کی رسی گلے میں اٹک گئی جس کی وجہ سے گلا گھٹ کر مر گئی (لوگ اس طرح کرتے ہیں کہ سامان سر پر رکھ کر اس کی رسی تھوڑی سے نیچے کر کے ہاتھ سے پکڑ لیتے ہیں۔ جب وہ سامان سر سے پیچھے گرے گا تو وہ رسی پھندے کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ مرتب)

یہ سزا تو اس کو دنیا میں ملی اور آخرت کی سزا الگ ہے۔ اور بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم حَمَّالَةَ الۡحَطَبِ کا معنیٰ کرتے ہیں چغل خور۔ ایک کی بات دوسرے کو بتائی۔ فارسی میں اس کو ہیزم کش کہتے ہیں۔ لکڑیاں اکٹھی کرنے والا، تنکے اکٹھے کرنے والا۔ تنکوں کو اکٹھا کر کے آگ لگائی جائے تو خوب لگتی ہے۔ یہ چغلی کرنے والا بھی آگ لگانے والا ہوتا

ہے۔

یہ عورت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اتنی سخت عداوت رکھتی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام سن کر دانت پیستی تھی کہ میں اس کو کچا کھا جاؤں فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ اس کے گلے میں رسی ہے مِّنْ مَّسَدٍ موبخ کی۔ اور قیامت والے دن اس کے گلے میں زنجیر ڈالی جائے گی جس کے متعلق قرآن پاک میں آتا ہے فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا ﴿الحاقہ: پارہ ۲۹﴾ "ایسی زنجیر میں جس کی لمبائی ستر گز ہے۔" ہاتھوں میں ہتھکڑیاں، پاؤں میں بیڑیاں، گلے میں طوق کہ جہنمی نیچے گردن نہیں جھکا سکیں گے۔ اس دن ظالم مشرک کہے گا يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿الفرقان: ۲۷﴾ "کاش کہ میں نے پکڑ لیا ہوتا رسول کے ساتھ راستہ۔" میں اللہ تعالیٰ کے رسول کے راستے پر چلتا۔ مگر اس وقت شرمندگی اور ندامت کسی کام نہیں آئے گی۔ حدیث پاک میں آتا ہے شَرُّ النَّدَامَةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ "قیامت کے دن کی پشیمانی بڑی بُری پشیمانی ہے۔" کہ اس کا علاج کوئی نہیں۔ دنیا میں آدمی اپنی غلطی پر پشیمان ہوتا ہے اس کا کوئی نہ کوئی علاج نکل آتا ہے۔ وہاں کوئی علاج نہیں نکل سکے گا۔

تو فرمایا اس کی گردن میں موبخ کی رسی ہے جس میں پھنس کر وہ مری اور آخرت کا عذاب الگ ہے۔ یہ سورۃ اللھب کا مختصر خلاصہ ہے۔

تفسیر

سورۃ الإخلاص

(مکمل)

ایاتھا ۴ ۱۱۲ سُورَۃُ الْاِخْلَاصِ مَکِّیَّۃٌ ۲۲ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۱ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝۲ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝۳ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝۴

قُلْ (اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کہہ دیں هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اَللّٰهُ الصَّمَدُ اللہ بے نیاز ہے لَمْ يَلِدْ اس نے نہیں جنا کسی کو وَلَمْ يُوْلَدْ اور نہ وہ کسی سے جنا گیا ہے وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ اور نہیں ہے اس کا كُفُوًا اَحَدٌ ہمسر کوئی بھی۔

نام اور کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ الاخلاص ہے۔ یعنی اس میں انتہائی اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی توحید کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کا اقرار ہے۔ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ نزول کے اعتبار سے اس کا بائیسواں ﴿۲۲﴾ نمبر ہے۔ اس سے پہلے اکیس ﴿۲۱﴾ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا ایک رکوع اور چار آیتیں ہیں۔

شانِ نزول :

اس کا شانِ نزول تفسیروں میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کافروں کے سرداروں کا ایک گروہ حاضر ہوا اور سوال کیا کہ تم ہمارے خداؤں

کو بُرا کہتے ہو، ان کی عاجزی اور بے کسی بیان کرتے ہو بھلا بتلاؤ تمھارا خدا کیا کیا صفت رکھتا ہے؟ اور کس چیز سے پیدا ہوا ہے اور اس سے کیا چیز پیدا ہوئی ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی۔ پھر جبرئیل علیہ السلام یہ سورت لے کر آئے۔

سورۃ اخلاص ثلث قرآن :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ قرآن پاک کا تیسرا حصہ ہے۔ اس کی تفسیر یہ بیان کی گئی ہے کہ اصولی طور پر قرآن کریم میں تین عقیدے بیان ہوئے ہیں۔ عقیدۂ توحید، عقیدۂ رسالت، عقیدۂ قیامت۔ باقی جتنے عقیدے ہیں وہ ان کی فرع ہیں۔ توحید چونکہ قرآن پاک کا تیسرا حصہ ہے اور اس سورت میں عقیدۂ توحید بیان ہوا ہے۔ تو یہ قرآن کا تیسرا حصہ ہوئی۔

لیکن اکثر اور جمہور فقہائے کرام، محدثین عظام رحمہم اللہ علیہم اس کا یہ مطلب بیان فرماتے ہیں کہ جو آدمی ایک دفعہ سورۃ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ پڑھے اللہ تعالیٰ اس کو اپنے فضل و کرم سے قرآن پاک کے تیسرے حصے کا ثواب عطا فرمائیں گے۔ بخاری شریف، ابوداؤد شریف، ترمذی شریف، نسائی شریف میں روایت ہے کہ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَیَعْجِزُ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّقْرَءَ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ فِیْ لَیْلَۃٍ "کیا تم میں سے کوئی عاجز ہے اس بات سے کہ ہر رات قرآن پاک کا ایک ثلث پڑھ کر سوئے قَالُوْا وَمَنْ یُّطِیْقُہٗ ذٰلِکَ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کون اس کی طاقت رکھتا ہے کہ روزانہ قرآن پاک کا تیسرا حصہ پڑھ کر سوئے۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ایک دفعہ قل ھو اللہ احد پڑھو گے تو تمھیں قرآن پاک کے تیسرے حصے کا ثواب ملے گا۔ ساتھیو! ایک منٹ میں تین دفعہ پڑھی جاسکتی ہے۔

ایک موقع پر ساتھی کام کاج کے لیے جارہے تھے۔ آخر دنیا کے دھندے بھی ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ٹھہر جاؤ، میرے قریب ہو جاؤ اَقْرَأُ عَلَيْكُمْ ثُلُثَ الْقُرْاٰن "میں تمھیں تہائی قرآن پڑھ کر سناتا ہوں۔" وہ پریشان ہوگئے کہ ضروری کام کے لیے جلدی جانا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو چھوڑ کر بھی نہیں جاسکتے اور تہائی قرآن پر وقت بھی لگتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھا قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ فرمایا تم قرآن پاک کا تیسرا حصہ سن چکے ہو، جاؤ۔ وہ بڑے خوش ہوئے۔

بعض چیزوں کا بہ طور انعام بعض لوگوں کے ساتھ خاص ہونا :

بعض چیزیں انعام کے طور پر ہوتی ہیں اور بعض محنت کا پھل ہوتی ہیں۔ انعام میں محنت کو نہیں دیکھا جاتا۔ آقا خوش ہو کر انعام دینا چاہے تو تھوڑے کام پر زیادہ دے دیتا ہے۔ حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ وہ بزرگ ہیں جنھوں نے مسجد قبا کا رقبہ وقف کیا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو قبیلہ بنو عمرو بن عوف میں جہاں مسجد قبا ہے یہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چودہ دن قیام فرمایا۔ ان حضرات نے جتنا ممکن تھا خدمت کی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پریشان نظر آتے تھے۔ حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضرت! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پریشان نظر آتے ہیں کیا آپ کو مرضی کی چیزیں نہیں مل رہیں؟ حضرت فرمائیں جو کمی ہے ہم اپنی ہمت کے مطابق پوری کریں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پریشانی کی بات یہ ہے کہ اجتماعی طور پر نماز پڑھنے کی جگہ نہیں ہے۔ حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضرت! یہ میری زمین ہے اس میں کسی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ حضرت! جتنا رقبہ آپ فرمائیں میں مسجد کے لیے مختص کر دیتا

ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کی قیمت کیا ہے؟ انھوں نے کہا حضرت! میں قیمت نہیں لوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے کافی زمین دی ہے اس کا میں واحد مالک ہوں۔ آپ نشانی دہی فرمادیں۔ چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اشارے سے آپ ﷺ نے اصل مسجد قبا کے لیے لکیر کھینچی اور حد بندی کر دی۔ آپ ﷺ کے وہاں قیام کے دوران ہی مسجد تعمیر کر دی گئی۔ اس مسجد کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے لَمَسۡجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقۡوٰی مِنۡ اَوَّلِ یَوۡمٍ اَحَقُّ اَنۡ تَقُوۡمَ فِیۡهِ ﴿التوبہ: ۱۰۸﴾ "البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں۔"

مسجد قبا میں حضرت کلثوم بن ھدم انصاری رضی اللہ عنہ بھی نماز پڑھایا کرتے تھے۔ یہ ہر رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے اور اس کے ساتھ مزید کوئی اور سورت بھی ملاتے تھے۔ سورۃ اخلاص ضرور پڑھتے تھے۔ مقتدی کافی دن دیکھتے رہے مگر انھوں نے اپنا طریقہ نہ بدلا۔ ساتھیوں نے کہا حضرت! یہ ایک منفل سورت ہے آپ اسی پر اکتفا کر لیا کریں ساتھ اور سورت ملانے کی کیا ضرورت ہے؟ کہنے لگے تم اگر چاہو تو میں امامت کراؤں گا اگر نہیں چاہتے تو میں امامت نہیں کراؤں گا۔ لیکن اگر میں امامت کراؤں گا تو سورۃ اخلاص ضرور پڑھوں گا۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ کے پاس یہ شکایت پہنچی۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضرت! آپ ﷺ نے ان کو امام مقرر کیا ہے نیک آدمی ہیں اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن یہ ہر رکعت میں سورۃ اخلاص پڑھتے ہیں اور اس کے ساتھ پھر دوسری سورت ملاتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو بلایا کہ تمھارے مقتدی یہ شکایت کرتے ہیں۔ کہنے لگے حضرت! فیه صفة الرّحمٰن "اس میں اللہ تعالیٰ کی صفتیں ہیں۔" اس لیے

میں اس کو پسند کرتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ تیری اس محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے جنت واجب کردی ہے۔ مگر یہ یاد رکھنا کہ مسئلہ یہ نہیں ہے کہ ہر امام کو اجازت ہے کہ ہر رکعت میں فاتحہ کے ساتھ قل ھو اللہ احد پڑھے۔ اگر ایسا ہوتا تو دوسرے صحابہ اعتراض نہ کرتے۔ کیوں کہ اعتراض والے مقتدی بھی تو صحابہ ہیں۔ پھر اعتراض بھی بڑی عدالت میں لے گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس۔ بعض چیزیں خصوصی ہوتی ہیں یعنی بعض آدمیوں کے ساتھ خاص ہوتی ہیں۔ وہ قانون نہیں ہوتا کہ ہر آدمی اس طرح کرے۔

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے قربانی کی فضیلت سنی تو قربانی میں جلدی کی کہ عید کی نماز سے پہلے قربانی کردی۔ چونکہ ان کو مسئلہ معلوم نہیں تھا۔ گھر والوں کو کہا جلدی جلدی مجھے گوشت بھون دو میں نے کھا کر عید کی نماز کے لیے جانا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پتا چلا کہ اس نے عید کی نماز سے پہلے قربانی کرلی ہے۔ اور مسئلہ یہ ہے کہ جہاں عید کی نماز ہوتی ہے وہاں نماز سے پہلے قربانی جائز نہیں ہے۔ ہاں دیہات جہاں عید کی نماز نہیں ہوتی وہاں صبح کی نماز کے بعد جب چاہے قربانی کرسکتا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے فرمایا شَاتُكَ شَاةُ لَحْمٍ "یہ تیری بکری گوشت کی بکری ہے قربانی نہیں ہوئی۔" وہ بے چارہ رونے لگ گیا۔ عرض کی حضرت! میرے پاس تو یہی بکری تھی۔ نہ میرے پاس اور بکری ہے نہ پیسے ہیں کہ خرید کر اور قربانی کرلوں۔ ہاں میرے پاس چھ ماہ کا بکری کا بچہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تو وہ کرلے وَلَنْ تُجْزِئَ عَنْ اَحَدٍ بَعْدَكَ "تیرے بعد کسی کی طرف سے کفایت نہیں کرے گا۔" یعنی یہ تیری خصوصیت ہے۔ کوئی اور چھ ماہ کا بکری کا بچہ قربان نہیں کرسکتا۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔

تو بعض چیزیں خاص ہوتی ہیں۔ وہ اپنے مورد پر بند رہتی ہیں۔ ان کا عمومی حکم نہیں ہوتا۔ اسی لیے محدثین کرام رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ محض حدیث دیکھ کر اس پر عمل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ جب تک حدیث کا علم نہ ہو، ناسخ و منسوخ کا علم نہ ہو۔ کہ میں جو حدیث پڑھ رہا ہوں منسوخ تو نہیں ہے۔

تو خیر سورۃ اخلاص پڑھنے پر اللہ تعالیٰ دس پاروں کا ثواب عطا فرمائیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ فجر کی سنتوں میں پہلی رکعت میں قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ پڑھتے تھے اور دوسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے تھے۔ اور سات چکر طواف کے پورے کرنے کے بعد جو دو رکعت مقام ابراہیم کے پاس پڑھنے ہوتے ہیں ان میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رکعت میں قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور دوسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے تھے۔

سورۃ کافرون کی فضیلت :

سورہ کافرون کے بارے میں پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اس کے پڑھنے پر اللہ تعالیٰ چوتھائی قرآن کا ثواب عطا فرماتے ہیں۔ اس کی تفسیر اس طرح ہے کہ قرآن پاک میں اصولی مسئلے یہ ہیں، توحید، رسالت، قیامت اور شرک کا رد۔ جب تک باطل کا رد نہ ہو وہ خلط ملط رہتا ہے۔ قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ میں کفر کا رد ہے، شرک کا رد ہے۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کافر کو کافر کہنا گستاخی نہیں ہے۔ ہاں! اگر کوئی اس کا ورد بنا لے تو وہ علیحدہ بات ہے۔ شیعہ پکے کافر ہیں ان کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے۔ لیکن گلی محلے میں کافر کافر شیعہ کافر کے ورد کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اس سے الجھنیں پیدا ہوتی ہیں اور فتنہ و

فساد بڑھتا ہے۔ فقہائے کرام رحمہم اللہ نے تصریح فرمائی ہے کہ مسلمان کو کافر کہنے والا کافر ہے۔ اور جس کا کفر ثابت ہو اس کو کافر نہ کہنے والا بھی کافر ہے۔ لہٰذا کافر کو کافر کہنا پڑتا ہے۔ لیکن اس کا ورد بنانا اور نعرے لگانے کا کوئی فائدہ نہیں، نقصان ہے۔

تو فرمایا قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ آپ کہہ دیں وہ اللہ ایک ہے اس کے ساتھ اور کوئی نہیں ہے۔ وہ اپنی ذات میں بھی اکیلا ہے اور صفات میں بھی اکیلا ہے، اور اپنے افعال میں بھی اکیلا ہے اَللّٰهُ الصَّمَدُ اللہ بے نیاز ہے۔ صمد اسے کہتے ہیں کہ جس کے سارے محتاج ہوں اور وہ کسی کا محتاج نہ ہو۔ یاد رکھنا! پیر، پیغمبر، ولی، قطب، غوث، شہید، سب اللہ کے محتاج ہیں۔ سورۃ فاطر آیت نمبر ۱۵ میں ہے یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ "اے لوگو تم محتاج ہو اللہ تعالیٰ کی طرف اور اللہ تعالیٰ ہی غنی اور تعریفوں والا ہے۔" شاعر کہتا ہے:

ع دینا ہے تو اپنے ہاتھ سے اے بے نیاز دے
کیوں مانگتا پھرے ترا سائل جگہ جگہ

لَمْ یَلِدْ اس نے نہیں جنا کسی کو۔ اس میں یہودیوں کا رد ہے، عیسائیوں کا رد ہے اور مشرکین کا بھی رد ہے۔ وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ ابْنُ اللّٰهِ "اور کہا یہودیوں نے عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِ اور عیسائیوں نے کہا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔" ﴿سورۃ التوبہ: ۳۰﴾ عرب اور بعض دوسرے علاقوں کے مشرک کہتے تھے فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں وَ یَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ﴿النحل: ۵۷﴾ "اور بناتے ہیں اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔"

تو لَمْ یَلِدْ میں اللہ تعالیٰ نے سب کا رد فرما دیا کہ اس نے کسی کو نہیں جنا نہ اس

کا کوئی بیٹا ہے نہ بیٹی ہے وَلَمْ يُوْلَدْ اور نہ وہ کسی سے جنا گیا ہے۔ وہ کسی سے پیدا بھی نہیں ہوا۔ بخاری شریف میں حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يَشْتِمُنِي ابْنُ اٰدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ ذٰلِكَ "ابن آدم مجھے گالیاں دیتا ہے حالانکہ اس کو یہ حق نہیں ہے وَيُكَذِّبُنِي ابْنُ اٰدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ ذٰلِكَ اور ابن آدم مجھے جھٹلاتا ہے حالانکہ اس کو اس کا حق نہیں ہے۔" گالیاں کیسے نکالتا ہے؟ يَدْعُوْ اِلَيَّ وَلَدًا "میری طرف اولاد کی نسبت کرتا ہے۔" اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا اللہ تعالیٰ کو گالی دینا ہے۔ جیسے ہماری تمھاری ثابت النسب اولاد کے بارے میں کوئی کہے کہ یہ تیری نہیں ہے۔ یہ ہمارے حق میں گالی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی اولاد نہیں ہے اس کی طرف اولاد کی نسبت کرنا گالی ہے۔ لیکن دیکھو! جو اللہ تعالیٰ کو گالیاں دیتے ہیں، جھٹلاتے ہیں رزق، اولاد اللہ تعالیٰ ان کو بھی دیتا ہے۔ کیوں کہ رزق کا سلسلہ الگ ہے۔ اس کا قانون الگ ہے۔ یہ نیک کو بھی ملتا ہے اور بد کو بھی ملتا ہے۔

امیری، غریبی رب کے راضی اور ناراض ہونے کی دلیل نہیں :

حدیث پاک میں آتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يُعْطِي الدُّنْيَا مَنْ يُّحِبُّ وَمَنْ لَّا يُحِبُّ "بے شک اللہ تعالیٰ دنیا دیتا ہے اس کو جس سے راضی ہوتا ہے اور اس کو بھی جس سے راضی نہیں ہوتا۔" دولت کی وجہ سے یہ سمجھنا کہ میں اللہ تعالیٰ کا پیارا بن گیا ہوں حاشا وکلا۔ اگر دولت کی وجہ سے کوئی پیارا ہوتا تو قارون سب سے زیادہ پیارا ہوتا۔ اس کے خزانے اتنے زیادہ تھے کہ کافی بڑی جماعت ان کی چابیوں کو اٹھاتی تھی۔

اور دولت کا نہ ہونا اگر ناراضگی کی علامت ہے تو العیاذ باللہ نقل کفر کفر نہ باشد کہ پھر

یہ کہنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ ناراض تھے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں چراغ بھی نہیں ہوتا تھا۔ جو کی روٹی کھاتے تھے وہ بھی سیر ہو کر نہیں۔ دو دن مسلسل گندم کی روٹی نہیں ملتی تھی۔ اپنے کپڑوں کو خود پیوند لگاتے تھے، جوتے کو ہاتھ سے گانٹھ لیتے تھے۔ ساری زندگی میں ایک دو دفعہ گھر میں چراغ جلا ہے۔ نماز اندھیرے میں پڑھتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جنازے کی طرح لیٹی ہوتی تھی جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سجدے میں جاتے تو مجھے ہاتھ لگاتے میں پاؤں سمیٹ لیتی پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سجدہ کرتے۔

تو یاد رکھنا! دولت کا مل جانا اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ بخاری شریف میں روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں دو، دو مہینے ہمارے چولھے میں آگ نہیں جلتی تھی کہ پکانے کے لیے کوئی چیز نہیں ہوتی تھی۔ کسی نے پوچھا پھر کیا کرتے تھے؟ فرمایا انصارِ مدینہ دودھ بھیج دیتے تھے۔ کسی وقت کھجوریں کھا لیتے تھے اور وقت گزار لیتے تھے۔ ایسا غریب آج دنیا میں کوئی پیدا ہوگا؟

وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ اور نہیں ہے اس کا ہمسر کوئی۔ اس کے برابر کوئی نہیں ہے۔ رب تعالیٰ اپنی ذات میں بھی وحدہ لاشریک ہے اور اپنی صفات میں بھی وحدہ لاشریک ہے۔ یہ مختصری سورت ہے مگر اس کی فضیلت بڑی ہے۔ جو شخص اس کو سوتے وقت تین دفعہ پڑھ لے۔ گویا وہ پورا قرآن پڑھ کر سویا ہے۔ لہٰذا اس کا ورد رکھو۔

تفسیر

سُورَةُ الفَلَق

(مکمل)

جلد ۲۱

آیاتھا ۵ ۱۱۳ سُورَۃُ الفَلَقِ مَدَنِیَّۃٌ ۲۰ رکوعھا ۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ ۝۱ مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝۲ وَ مِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝۳ وَ مِنۡ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الۡعُقَدِ ۝۴ وَ مِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝۵ ع

قُلۡ (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیں اَعُوۡذُ میں پناہ لیتا ہوں بِرَبِّ الۡفَلَقِ صبح کے رب کی مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ اس مخلوق کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے وَ مِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ اور اندھیرے کے شر سے اِذَا وَقَبَ جب وہ چھا جاتا ہے وَ مِنۡ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الۡعُقَدِ اور گرہوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے وَ مِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اور حسد کرنے والے کے شر سے اِذَا حَسَدَ جب وہ حسد کرتا ہے۔

نام اور کوائف :

یہ جو قرآن ہمارے تمہارے پاس موجود ہیں ان میں بہت بڑی غلطی ہے کہ سورۃ الفلق کو مکیہ لکھا ہے۔ اور اسی طرح سورۃ الناس کو بھی مکیہ لکھا ہے کہ یہ مکے میں نازل ہوئی ہیں۔ یہ غلط ہے۔ یہ سورتیں مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی ہیں، مدنی ہیں۔ قرآن کریم کے صحیح

نسخے بھی موجود ہیں جن میں مدنی لکھا ہوا ہے۔ ان کو مکی لکھنے والی غلطی تاج کمپنی والوں نے کی ہے۔ اس سے ان کو آگاہ بھی کیا گیا ہے مگر انھوں نے اصلاح نہیں کی۔ اور نمبر بھی بیس، اکیس لکھا ہے۔ یہ بھی غلط ہے۔ ان کا نمبر بہت بعد کا ہے۔ شان نزول ان کا تھوڑی سی تمہید کے بعد بتاتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے پہلے اور بعد میں مدینہ والوں کے حالات :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو مدینہ طیبہ کے رہائشیوں کی پوزیشن یہ تھی کہ تین خاندان یہود کے تھے۔ بنونضیر، بنوقریضہ اور بنوقینقاع۔ مدینہ طیبہ کی منڈیوں پر ان کا قبضہ تھا۔ دانہ منڈی ہو یا کھجور منڈی یا کپڑے کی تجارت ہو سب پر ان کا قبضہ تھا۔ سکول، کالج اور یونیورسٹی بھی ان کی تھی۔ تعلیم یافتہ لوگ تھے۔ جن کے پاس مال ہو، علم ہو، اثر و رسوخ بھی انھی کا ہوتا ہے۔ ان کے مقابلے میں دو خاندان مشرکوں کے تھے، اوس اور خزرج۔ تعداد ان کی بھی کافی تھی۔ مگر یہ لوگ ان پڑھ تھے۔ زیادہ تر ان کا پیشہ زراعت تھا، کھیتی باڑی کرنا، باغات لگانا۔ یہودیوں نے بھی ان سے کافی زمینیں خریدی تھیں۔ باغات تھے اور اوس و خزرج کے لوگ ہی ان کے مزارع ہوتے تھے۔ پھر اوس و خزرج کے لوگ ایک دوسرے کے سخت دشمن تھے۔

بخاری شریف میں بُعاث کا لفظ آتا ہے۔ یہ ایک قلعے کا نام تھا۔ اس قلعے پر قبضہ کے لیے اوس و خزرج کی لڑائی ہوئی جو ایک سو بیس سال تک چلتی رہی۔ باپ مرتا تو بیٹوں کو وصیت کر جاتا کہ اگر تم نے بُعاث پر قبضے کی کوشش نہ کی تو میں اپنا حق تمھیں معاف نہیں کروں گا۔ ایک لڑائی ان کی داحس تھی جو تریسٹھ سال تک جاری رہی۔ داحس

گھوڑے کا نام تھا۔ گھوڑ دوڑ تھی شرط پر۔ گھوڑے دوڑنے شروع ہوئے تو ایک نے دوسرے کے گھوڑے کے منہ پر تھپڑ مارا کہ اس کا گھوڑا پیچھے رہے۔ کیوں بازی لے جانے والے کو انعام ملنا تھا۔ اس پر لڑائی ہوئی جو تریسٹھ سال تک جاری رہی۔

ایک لڑائی کا نام حرب بسوس ہے۔ یہ کبوتری کے انڈے سے شروع ہوئی۔ ایک آدمی کی زمین میں کیکر کا درخت تھا جس پر گھونسلا بنا کر اس میں کبوتری نے انڈے دیئے۔ دوسرے کی اونٹنی آئی اس نے کیکر کی لونگ کھانے کے لیے درخت کو کھینچا تو انڈے نیچے گر کر ٹوٹ گئے۔ زمین والا دیکھ رہا تھا اس نے اونٹنی ماردی کہ کبوتری نے میرے درخت پر پناہ لی ہوئی تھی اس اونٹنی نے میری پناہ کو خراب کیا ہے۔ اونٹنی والے نے آکر اس کو مار دیا کہ اس نے میری اونٹنی کو کیوں مارا ہے؟ پھر آپس میں لڑائی شروع ہو گئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کے بعد ان کی دشمنیاں ختم ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں محبت ڈال دی۔ جس کا ذکر سورۃ الانفال آیت نمبر ۶۳ میں ہے وَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ "اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں محبت ڈال دی۔" اور سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۰۳ میں ہے اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا "جب کہ تم آپس میں دشمن تھے اللہ تعالیٰ نے تمھارے دلوں میں الفت ڈال دی پس ہو گئے تم اس کے فضل سے آپس میں بھائی بھائی۔" اب اکٹھے اُٹھتے بیٹھتے ہیں۔ ایک دوسرے سے رشتے لیتے دیتے ہیں، اکٹھے تبلیغ کرتے ہیں، جہاد کرتے ہیں۔

اس سے پہلے یہ آپس میں لڑائیوں کی وجہ سے کمزور ہو چکے تھے اور یہودیوں کے

دست نگر بن چکے تھے۔ یہودیوں کا ان پر اتنا اثر تھا کہ اپنی بچیوں کا نکاح یہودیوں کی اجازت کے بغیر نہیں کر سکتے تھے۔ محلے کے بڑے یہودی سے پوچھتے تھے سردار جی! فلاں جگہ لڑکی کی شادی کرنا چاہتا ہوں اگر تمھاری اجازت ہو تو کر دوں؟ اگر وہ اجازت دیتا تو شادی کر دیتے ورنہ مجال نہ تھی۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو حالات ہی بدل گئے۔ یہودی پاس سے گزرتا تو اب اس کی طرف نگاہ اُٹھا کر کوئی نہ دیکھتا۔ پہلے ان کو اُٹھ کر سلام کرتے تھے۔ اُن کو بڑا دکھ ہوا کہ یہ لوگ تو ہماری اجازت کے بغیر شادی بیاہ نہیں کرتے تھے، ہماری اجازت کے بغیر سفر پر نہیں جاتے تھے۔ حج عمرے پر جاتے تھے تو ہم سے اجازت لے کر جاتے تھے۔ اور اب یہ وقت ہے کہ پاس سے گزرتے ہیں تو ہمیں کوئی پوچھتا ہی نہیں ہے۔

یہودیوں پر دوسری زد یہ پڑی کہ مکے والے تجارت میں بھی بڑے تیز تھے کیوں کہ یہ لوگ نسلاً بعد نسلٍ تاجر پیشہ لوگ تھے اور بڑی دیانت داری کے ساتھ تجارت کرتے تھے اور کھرے لوگ تھے۔ یہودی ڈنڈی مارتے تھے۔ مہاجرین نے جب تجارت شروع کی تو تھوڑے ہی دنوں میں یہودیوں سے آگے نکل گئے۔ لوگ کہنے لگے کہ بھئی! یہ پورا تول کر دیتے ہیں۔ اگر کسی کا روپیہ پیسہ رہ جاتا تو اس کے پیچھے دوڑ کر جاتے کہ بھائی! تمھارے پیسے رہ گئے ہیں لے کر جاؤ۔ یہودیوں کی تجارت بھی ختم اور علمی برتری بھی ختم کہ اب یہودیوں سے مسئلہ بھی کوئی نہیں پوچھتا کہ بڑے صاحب علم آ گئے ہیں۔

مسجد نبوی کے قریب یہودیوں کے کافی گھر تھے۔ اذان ہوتی تو یہودیوں کے کلیجے پھٹتے۔ جس وقت موذن اشھد ان محمدًا عبدہٗ ورسولہ کہتا تو ان کی

حالت غیر ہو جاتی کہ یہ ہمیں کیا سننا پڑتا ہے۔ مال دار لوگ تھے دوسرے محلوں میں بھی ان کے مکان تھے۔ انھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ مسجد نبوی کے قریب جو ہمارے مکان ہیں یہ ہم کرائے پر دے دیتے ہیں اور دوسری جگہ چلے جاتے ہیں کہ ہم ان کی اذان نہیں سن سکتے اور نہ ان کو نماز پڑھتے دیکھ سکتے ہیں۔ نہ انھیں اکٹھا بیٹھے دیکھ سکتے ہیں۔ چنانچہ مکان خالی کر کے چلے گئے۔

نبی القبلتین :

قبیلہ بنوسلمہ والے اس محلے میں رہتے تھے جہاں مسجد قبلتین ہے۔ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہر کی نماز کی دو رکعت پڑھا چکے تھے اور جبرئیل علیہ السلام نے آکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رخ مبارک مسجد اقصیٰ سے کعبۃ اللہ کی طرف پھیر دیا۔ تو دوسری دو رکعتیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیت اللہ کی طرف چہرہ کر کے پڑھائیں۔ سولہ سترہ مہینے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مسجد اقصیٰ کی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھی ہے۔ یہ حکم اس لیے تھا کہ پہلی کتابوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف نبی القبلتین آئی ہے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی القبلتین نہ ہوتے تو ان پر حجت پوری نہ ہوتی۔ وہ یہ کہہ سکتے تھے کہ یہ وہ نبی نہیں ہے۔ کیوں کہ ہم نے اس کی صفت پڑھی ہے نبی القبلتین۔

یہ محلہ مسجد نبوی سے ذرا فاصلے پر تھا۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ جب قبیلہ بنو سلمہ والوں نے سنا کہ یہودی مسجد نبوی کے پاس والے گھر خالی کر گئے ہیں اور وہ کرایہ پر چڑھتے جا رہے ہیں ہمیں مسجد نبوی میں دور سے آنا پڑتا ہے ہم وہ مکان کرایہ پر لے کر وہاں چلے جائیں۔ پھر کہنے لگے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھے بغیر یہ کام نہیں کرنا چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ان کا ایک وفد آیا کہ حضرت ہم بنوسلمہ کے لوگ ہیں

ہمارے گھر مسجد نبوی سے دور ہیں وعظ و نصیحت سننے کے لیے بھی آنا ہوتا ہے، کبھی بارش ہو جاتی ہے، کبھی گرمی سخت ہوتی ہے، ہم نے سنا ہے کہ مسجد نبوی کے قریب کے گھر یہودی خالی کر گئے ہیں اور وہ کرائے پر چڑھ رہے ہیں ہم یہاں قریب نہ آجائیں کہ قریب سے نماز پڑھ لیا کریں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمھیں اجازت نہیں دیتا دِيَارَكُمْ تُكْتَبُ اٰثَارُكُمْ دِيَارَكُمْ تُكْتَبُ اٰثَارُكُمْ دِيَارَكُمْ تُكْتَبُ اٰثَارُكُمْ "اپنے گھروں میں رہو جتنی دور سے آؤ گے اتنے قدم زیادہ ہوں گے اتنا ثواب زیادہ ہوگا۔" ہر قدم پر دس نیکیاں، ایک گناہ مٹے گا، ایک درجہ بلند ہوگا۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ میں پسند نہیں کرتا کہ کوئی محلہ مسلمانوں کے وجود سے خالی ہو اور وہاں صرف یہودی ہی یہودی رہیں۔

یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتہائی دشمن تھے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کتنے محتاط تھے اس کا اندازہ تم اس بات سے لگاؤ کہ حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ سخت بیمار ہوئے کہ زندگی سے ناامید ہو گئے۔ کہنے لگے اُوْصِيْكُمْ "میں تمھیں وصیت کرتا ہوں" اگر میری وفات ہو جائے اور دفنانے کا وقت رات کا ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہرگز ہرگز نہیں بلانا۔ ساتھی بڑے حیران ہوئے کہ کیسی وصیت کر رہے ہیں؟ اس موقع پر تو یہ وصیت ہونا چاہیے تھی کہ میرا جنازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھائیں کہ ہر آدمی کی خواہش ہوتی ہے کہ شہر میں جو سب سے بہتر آدمی ہے وہ میرا جنازہ پڑھائے۔

آپس میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ کسی نے کہا کہ کلمہ صحیح نہیں ہے منافق ہے، کسی نے کہا نہیں کلمہ تو صحیح ہے اب مرتد ہو گیا ہے معاذ اللہ تعالیٰ۔ کسی نے کہا کہ اس کا دماغ صحیح نہیں ہے۔ بیماری کی وجہ سے بدحواس ہو گیا ہے کہ اس طرح کی باتیں کر رہا

ہے۔ انھوں نے سب کی باتیں سنیں اور فرمایا اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میں نے سچے دل سے کلمہ پڑھا ہے اور غزوۂ بدر میں شریک ہوا ہوں۔ نہ مرتد ہوں، نہ بدحواس ہوا ہوں۔ بات یہ ہے کہ میرے محلے میں یہودی زیادہ ہیں میں نے سنا ہے کہ یہودی آنحضرت ﷺ کو رات کی تاریکی میں شہید کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے میں کہہ رہا ہوں کہ ایسا نہ ہو کہ آنحضرت ﷺ میرے جنازے میں تشریف لائیں اور ان کو کوئی تکلیف پہنچائے۔ میرے جنازے کی وجہ سے میرے محبوب کو تکلیف پہنچے۔ "الاصابہ فی تمیز الصحابہ" حافظ ابن حجر عسقلانی کی کتاب ہے حالات صحابہ پر۔ اس میں یہ واقعہ موجود ہے۔

چنانچہ ان کی وفات رات کو ہوئی اور رات ہی کو دفنایا گیا۔ جب آنحضرت ﷺ کو علم ہوا تو فرمایا دُلُّونِي عَلَى قَبْرِهِ "مجھے اس کی قبر بتلاؤ" آپ ﷺ کو قبر بتلائی گئی۔ آپ ﷺ تشریف لے گئے فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَدَعَا لَهُ "پس آپ نے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور اس کے لیے دعا کی۔"

اس میں تھوڑا سا اختلاف ہے کہ قبر پر ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنی چاہیے یا ہاتھ اُٹھائے بغیر کرنی چاہیے۔ حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ جو حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے خلفاء میں سے تھے اور ہمارے بزرگوں میں سے ہیں۔ اُنھوں نے چھوٹی سی کتاب لکھی ہے "نماز حنفی"۔ اس میں اُنھوں نے لکھا ہے کہ ہاتھ نہیں اُٹھانے چاہئیں۔ میں نے "راہِ سنت" میں لکھا ہے ہاتھ اُٹھانے چاہئیں۔ مدرسہ خیر المدارس کے جلسے کے موقع پر کمرے میں بیٹھے تھے کہ ایک آدمی نے مسئلہ چھیڑ دیا اور حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ سے پوچھا کہ حضرت! آپ نے لکھا ہے کہ قبروں پر جاؤ تو ہاتھ اُٹھا کر دعا نہ کرو اور راہِ سنت میں لکھا ہے

کہ ہاتھ اُٹھا کر دعا کرو۔ تو ہم کس بات پر عمل کریں؟ مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ نے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ان سے دلیل پوچھیں۔ میں نے کہا میرے پاس دو دلیلیں ہیں۔ ایک یہی دلیل جو مسلم صفحہ ۳۱۳ جلد ۱ پر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنت البقیع میں تشریف لے گئے فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَدَعَا لَهُ "پس آپ نے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور ان کے لیے تین مرتبہ دعا کی۔" دوسری روایت میں نے اِصابہ والی بتلائی۔ "راہِ سنت" میں میں نے ان کے باقاعدہ حوالے دیئے ہیں۔ اس کے بعد پھر مولانا خیر محمد صاحب نے کوئی بات نہیں کی۔

یہود کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی اور سورۃ کا شانِ نزول :

تو خیر میں نے کہا کہ یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدترین دشمن تھے اور انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے کئی منصوبے بنائے۔ خیبر کے مقام پر زینب نامی یہودیہ نے بکری کے گوشت میں زہر ملا کر دیا کہ اس نے آپ کی دعوت کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی دعوت رد نہیں کرتے تھے۔ اس دعوت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بشر بن براء رضی اللہ عنہ بھی تھے جو کھاتے ہی تڑپ کر فوت ہو گئے۔ باقی جن ساتھیوں نے کھایا وہ بیمار رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب لقمہ منہ مبارک میں ڈالا مسند دارمی کی روایت میں ہے کہ اس لقمے نے کہا حضرت! نہ کھانا مجھ میں زہر ہے لیکن لعاب اندر چلا گیا۔ وہ اتنا تیز تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا سبب عالم اسباب میں وہی بنا۔

بخاری شریف میں باب وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! جو زہر مجھے کھلایا گیا تھا اس کا اثر مجھے محسوس ہو رہا ہے میری رگیں کٹ رہی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دس دفعہ قسم اُٹھا کر کہہ

سکتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہیں، شہید ہیں، شہید ہیں۔ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا ظاہری سبب وہ زہر تھا جو خیبر میں زینب نامی یہودیہ نے آپ کو دیا تھا۔ اپنے لیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی انتقام نہیں لیا لیکن بشر بن معرور رضی اللہ عنہ اور جو دوسرے ساتھی شہید ہوئے تھے ان کی وجہ سے دار قطنی کتاب میں روایت ہے کہ زینب نامی عورت کو سولی پر لٹکایا گیا تھا۔ یہودیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو بھی کیا لیکن اس کا کچھ اثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ ہوا۔ خیبر کے یہودیوں کے پاس گئے انھوں نے بھی جادو کیا مگر کچھ اثر نہ ہوا۔

مدینہ طیبہ میں ایک یہودی تھا لبید بن اعصم۔ یہ جادو کے فن کا امام تھا۔ اس کی فیس زیادہ تھی ہر آدمی اس کے پاس نہیں جا سکتا تھا۔ خیبر کے یہودیوں نے اس کو آکر کہا اَنْتَ اَعْلَمُنَا فِی السِّحْرِ "تو ہم سے جادو کو زیادہ جانتا ہے۔" جادو کا استاد ہے جتنی فیس مانگے ہم دینے کے لیے تیار ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو راستے سے ہٹا دے۔ چنانچہ روایات میں ہے کہ اس نے تین دینار لے کر کارروائی شروع کی۔ اس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس نے مجسمہ بنایا موم کا۔ اس میں اس نے گیارہ سوئیاں چبھوئیں۔ اور ایک لمبی رسی لے کر اس پر گیارہ گرہیں لگائیں۔ ان گرہوں پر اس نے اور اس کی شاگردات (چیلیوں) نے کچھ پڑھا بھی۔ اس موقع پر یہ آخری دونوں سورتیں نازل ہوئیں۔ یہ سورتیں مدنی ہیں مکی نہیں ہیں۔ باقی ان شاء اللہ العزیز کل بیان ہوگا۔

ایاتھا ۵ ۱۱۳ سُوْرَۃُ الْفَلَقِ مَدَنِیَّۃٌ ۲۰ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ﴿۱﴾ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ﴿۲﴾ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ﴿۳﴾ وَ مِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ﴿۴﴾ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴿۵﴾ ع

ماقبل سے ربط :

پہلے تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکا ہے کہ یہود کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ سخت عداوت تھی۔ اس عداوت کی وجہ سے کئی دفعہ اُنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو شہید کرنے کی کوشش کی۔ زہر بھی دیا، اوپر سے پتھر پھینکنے کی کوشش کی، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان تمام شرور سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو محفوظ رکھا۔ مدینہ طیبہ میں ایک بڑا ماہر جادوگر تھا لبید بن اعصم۔ خیبر کے یہودیوں نے آکر اس کو کہا کہ ہم نے اس پر بڑے جادو کیے ہیں لیکن وہ کارگر ثابت نہیں ہوئے۔ تم اس پر وار کرو۔ اور تین دینار اس کو دیئے۔ تین دینار اس زمانے میں بڑی رقم تھی۔ اس نے ہامی بھر لی۔

یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سر کے بال اور کنگھی کے دندانے حاصل کرنے کے لیے ایک نوعمر بچہ جس کا نام عبدالقدوس تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت کے لیے بھیجا بڑی ہوشیاری کے ساتھ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت کرے گا۔ اور اس بچے کو کہا کہ

جب تو کنگھی کرے تو ان کے سر (مبارک) کے جو بال کنگھی میں پھنسیں اُن کو سنبھال لینا اور جو میل کچیل کنگھی میں ہو اس کو بھی سنبھال لینا اور کنگھی کے جو دندانے گریں وہ بھی رکھ لینا۔ بچہ بڑا ہوشیار تھا۔ اس نے چند دن آپ ﷺ کی خدمت کی اور یہ ساری چیزیں اکٹھی کر کے لبید بن اعصم کو پہنچا دیں۔

اس نے موم سے آنحضرت ﷺ کا مجسمہ بنایا، اس میں گیارہ سوئیاں چبھوئیں اور ایک لمبی ڈوری لی۔ اس میں آنحضرت ﷺ کے سر کے بال جوڑے، میل کچیل ملی اور نر کھجور کا کھابا بھی تھا۔ کچھ تُسر کے دھاگے تھے۔ اس ڈوری پر اس نے گیارہ گرہیں لگائیں۔ ہر گرہ پر جادو کے کلمات خود بھی پڑھ کر پھونکتا تھا اور شاگردات (چیلیاں) رکھی ہوئی تھیں، وہ بھی پڑھ کر پھونکتی تھیں۔

آنحضرت ﷺ پر جادو کا اثر:

اس جادو کا دینی لحاظ سے تو آپ ﷺ پر کوئی اثر نہ ہوا، نہ تبلیغ کے سلسلے میں اور نہ نمازوں کے سلسلے میں۔ لیکن دنیاوی معاملات میں ہوا۔ وہ اس طرح کہ کھانا کھایا یاد نہ رہتا کہ کھایا ہے یا نہیں؟ پانی پیا یاد نہ رہتا پیا ہے کہ نہیں۔ اور آپ ﷺ بڑے پریشان اور مغموم رہنے لگے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پہلے جب آپ ﷺ گھر تشریف لاتے تھے تو بڑے ہشاش بشاش اور خوش ہوتے تھے۔ مگر اب آتے تو خاموش ہو کر بیٹھ جاتے، نماز پڑھتے، اللہ اللہ کرتے مگر چہرے پر پہلے کی طرح خوشی نہ ہوتی اور آپ ﷺ کا وزن بھی کچھ کم ہو گیا۔

یہ اثر آپ ﷺ پر کتنا عرصہ رہا؟ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ روایت نقل کرتے ہیں کہ چھ ماہ رہا۔ لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فتح الباری میں نقل کرتے ہیں کہ ایک سال رہا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت دعا کی اے پروردگار! مجھے سمجھ نہیں آ رہی مجھے کیا ہے؟ میری طبیعت پہلے کی طرح نہیں ہے۔ بار بار دعا کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عشاء کی نماز کے ساتھ متصل سو جاتے تھے کیوں کہ سحری کے وقت اٹھنا ہوتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوئے تو خواب میں دو آدمی آئے۔ ایک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر کی طرف کھڑا ہو گیا اور دوسرا پاؤں کی طرف۔ جبرئیل سر علیہ السلام کی طرف اور میکائیل علیہ السلام پاؤں کی طرف۔ اور آپس میں گفتگو شروع کی۔ پاؤں کی طرف والے نے کہا کہ اس کو کیا ہوا ہے؟ سر کی طرف والے نے جواب دیا کہ اس پر جادو ہوا ہے۔ یعنی جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ اس پر جادو ہوا ہے۔ کس نے کیا ہے؟ جواب دیا کہ لبید بن اعصم یہودی نے۔ کس چیز میں کیا ہے؟ فرمایا کچھ سر کے بال ہیں، کنگھی کے دندانے ہیں، نر کھجور کا گھابا ہے۔ کہاں رکھا ہے؟ بئر ذی اروان میں۔ یہ مدینہ طیبہ سے باہر چند میل کے فاصلے پر ایک غیر آباد کنواں تھا۔ پہلے وہاں آبادی تھی پھر ختم ہو گئی۔ اس کنویں میں ایک پتھر کے نیچے لٹکایا ہوا تھا۔ کنویں کے اندر ایک جانب پتھر ہوتا اس پر پاؤں رکھ کر کنواں صاف کرتے تھے، ڈول نکالتے تھے۔ اس پتھر کو عربی میں رعوفہ کہتے تھے۔ اس پتھر کے نیچے اس نے وہ چیزیں لٹکائی ہوئی تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کو اُٹھے تو بڑے خوش خوش تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا حضرت! آج آپ خلاف معمول بڑے خوش خوش ہیں۔ فرمایا مجھے جو بیماری تھی وہ مجھے میرے رب نے بتلا دی ہے۔ مجھ پر جادو ہوا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر وہاں گئے۔ بیئر ذی اروان کے اوپر کھڑے ہوئے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عمار رضی اللہ عنہ نیچے اُترے اور پتھر کے نیچے سے وہ چیزیں نکالیں۔ یہ دو سورتیں اس موقع پر نازل ہوئیں۔ ان کی گیارہ آیتیں ہیں۔ ایک ایک

آیت کریمہ پڑھتے جاتے تھے اور ایک گرہ کھولتے جاتے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے خیال فرمایا کہ ان چیزوں کو اگر ہم مدینہ طیبہ لے کر گئے تو لوگوں کا ذہن اس طرف منتقل ہوگا کہ ان چیزوں پر جادو کیا جاتا ہے۔ لوگوں میں فتنہ پیدا ہوگا۔ کنواں چونکہ غیر آباد تھا آپ ﷺ نے وہ چیزیں اسی کنوئیں میں دفن کرا دیں اور فرمایا کہ کنوئیں کو مٹی سے بھر دو۔

آپ ﷺ ایک ایک آیت پڑھتے تھے اور ایک ایک گرہ کھولتے تو یوں لگتا تھا کہ بدن سے ایک سوئی نکل گئی ہے، دوسری سوئی نکل گئی ہے۔ جب آپ ﷺ نے دونوں سورتیں پڑھ لیں تو آپ ﷺ کا جسم مبارک پرسکون ہوگیا۔ ایسے محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی تکلیف ہوئی ہی نہیں۔ اس کے بعد جب آپ ﷺ سوتے تھے تو یہ دونوں سورتیں پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر پھونک مارتے اور ہاتھ بدن پر مل لیتے تھے۔ جادو سے بچنے کے لیے ان دو سورتوں سے زیادہ مؤثر کوئی علاج نہیں ہے۔ اگر قرآن شریف پڑھنے کے بعد اثر نہ ہو تو سمجھو کہ ہماری زبان میں اثر نہیں ہے، ہماری خوراک میں اثر نہیں ہے، میری نیکی میں کمی ہے، تقوے میں کمی ہے۔ ورنہ قرآن کریم میں آج بھی وہی اثر ہے جو اس وقت تھا۔ ان سورتوں کے نازل ہونے سے پہلے آپ ﷺ تعوذ کے لیے اور کئی کلمات پڑھتے تھے۔ آخر میں یہی دو سورتیں آپ ﷺ اپنے اوپر بھی اور دوسروں پر بھی پڑھ کر پھونکتے تھے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ کہہ دیں اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ میں پناہ لیتا ہوں صبح کے رب کی۔ کیوں کہ بہت ساری چیزیں انسان کو دن میں اذیت اور دکھ پہنچاتی ہیں مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ اور اس مخلوق کے شر سے جو رب نے پیدا کی

ہے۔ دن چڑھنے کے بعد جو مخلوق شر پہنچاتی ہے میں اس کے شر سے تیرے سے پناہ لیتا ہوں۔ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ اور اندھیرے کے شر سے جب اندھیرا چھا جائے۔ رات کے اندھیرے میں جو چیزیں تکلیف پہنچاتی ہیں میں ان کے شر سے بھی پناہ لیتا ہوں وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ۔ نَفّٰثٰت نَفَّاثَۃٌ کی جمع ہے جس کا معنیٰ ہے پھونکنے والی۔ تو نَفّٰثٰت کا معنیٰ ہوگا پھونکنے والیاں۔ عُقَدٌ عُقْدَۃٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے گرہ۔ معنیٰ ہوگا اور گرہوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے۔ ان عورتوں کے شر سے جنھوں نے لبید بن اعصم کے ساتھ گرہوں میں جادو کے کلمات پھونکے تھے۔ یہ اس کی شاگردات تھیں۔ اے پروردگار! میں ان کے شر سے بھی پناہ لیتا ہوں وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ اور حسد کرنے والے کے شر سے بھی پناہ لیتا ہوں جب وہ حسد کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حسد کتنی بری چیز ہے کہ اس سے بچنے کا اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں سبق دے رہے ہیں۔

حسد، غبطہ اور وسوسہ :

ابو داؤد میں حدیث ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ الْحَسَدَ یَأْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَأْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ "بے شک حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔" حسد کی ایک شق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو کوئی خوبی عطا فرمائی ہے، حسن عطا فرمایا ہے، قد و قامت عطا فرمایا ہے، مال دیا ہے، اولاد دی ہے، عزت دی ہے۔ اس کو دیکھ کر کوئی شخص کہے کہ اس کو یہ کیوں ملی ہے مجھے کیوں نہیں ملی۔ زبان سے نہیں کہتا دل کے اندر کڑھتا ہے۔ اور دوسری شق یہ ہے کہ مجھے یہ خوبی نہیں ملی اس کے پاس بھی نہ رہے۔ یعنی اس سے نعمت کے زوال کی خواہش کرتا ہے۔ یہ بھی حسد

ہے۔ حسد گناہ کبیرہ ہے۔ اور ایک ہوتا ہے غبطہ، رشک۔ کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو کوئی خوبی عطا فرمائی ہے دوسرا آدمی اس کو دیکھ کر کہتا ہے اے پروردگار! جیسے اس کو عطا فرمائی ہے مجھے بھی عطا فرما۔ یہ جائز ہے۔ اور ایک خیال اور وسوسہ ہوتا ہے جو خود بہ خود ذہن میں آتا ہے آدمی خود لاتا نہیں ہے۔ اور اس وسوسے کو اچھا بھی نہیں سمجھتا۔ اس پر کوئی گرفت نہیں ہے۔ چاہے وہ نماز میں آجائے یا نماز سے باہر آجائے۔ بُرے سے بُرا خیال بھی آجائے تو شریعت اس پر گرفت نہیں کرتی۔

ایک موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا حضرت! بعض دفعہ ہمیں ایسے بُرے خیالات آتے ہیں کہ ہم چاہتے ہیں کہ ہم جل کر کوئلہ ہو جائیں مگر ان کو زبان پر نہ لائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا خیال آتا ہے؟ کہنے لگے حضرت! مثلاً: یہ خیال آتا ہے کہ ہمیں رب نے پیدا کیا ہے، آسمان، زمین کو رب نے پیدا کیا ہے، چاند، سورج، ستاروں کو رب نے پیدا کیا ہے، رب کو کس نے پیدا کیا ہے؟ اس پر ہم بڑے تنگ ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذَاكَ صَرِيحُ الْإِيمَانِ "یہ تو ایمان کی واضح علامت ہے۔" ایسے خیال سے نفرت کرنا یہ ایمان کی دلیل ہے۔ تو خیالات پر کوئی گرفت نہیں ہے۔ عزم اور ارادے پر گرفت ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

[امین]

تفسیر

سُورَۃُ النَّاس

(مکمل)

جلد ۲۱
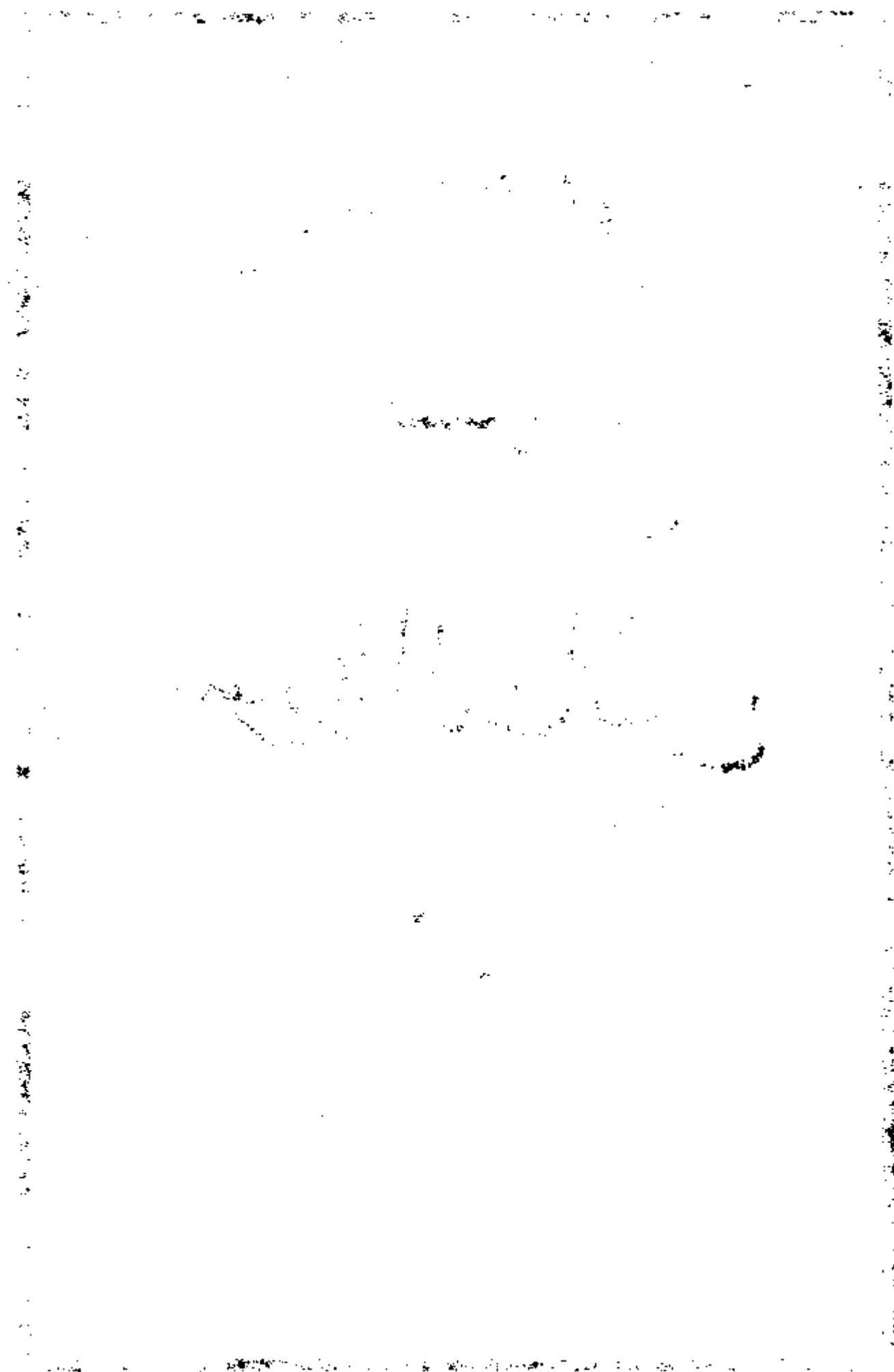
آیاتھا ٦ ۱۱۴ سُوْرَةُ النَّاسِ مَدَنِيَّةٌ ۲۱ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۱﴾ مَلِكِ النَّاسِ ۙ﴿۲﴾ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ﴿۳﴾ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ۙ﴿۴﴾ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ﴿۵﴾ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ ﴿۶﴾ ع

قُلْ (اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ کہہ دیں اَعُوْذُ میں پناہ لیتا ہوں بِرَبِّ النَّاسِ لوگوں کے رب کی مَلِكِ النَّاسِ جو لوگوں کا بادشاہ ہے اِلٰهِ النَّاسِ لوگوں کا معبود ہے مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ وسوسے ڈالنے والے کے شر سے الْخَنَّاسِ جو وسوسے ڈال کر پیچھے ہٹ جاتا ہے الَّذِيْ يُوَسْوِسُ جو وسوسے ڈالتا ہے فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ لوگوں کے سینوں میں مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ جنات میں سے بھی ہوتا ہے اور انسانوں میں سے بھی۔

قُلْ آپ کہہ دیں اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ میں پناہ لیتا ہوں لوگوں کے رب کی مَلِكِ النَّاسِ جو لوگوں کا بادشاہ ہے اِلٰهِ النَّاسِ لوگوں کا معبود ہے، حاجت روا ہے، مشکل کشا ہے، فریاد رس اور دست گیر ہے۔ کس چیز سے پناہ لیتا ہوں؟ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ وسوسے ڈالنے والے کے شر سے الْخَنَّاسِ جو وسوسے ڈال کر پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے

فرمایا انسان کے دل پر ایک طرف فرشتہ بیٹھا ہوتا ہے اور ایک طرف شیطان بیٹھا ہوتا ہے۔ شیطان سے مراد ابلیس نہیں بلکہ عام شیطان۔ یہ عوام جو کہتے ہیں کہ ابلیس ہر جگہ ہوتا ہے۔ حاشا وکلا اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ ابلیس نے اپنا تخت سمندر پر بچھایا ہوا ہے۔ رات کو ڈیوٹیاں لگاتا ہے، دن کو ڈیوٹیاں لگاتا ہے گمراہ کرنے کی۔ پھر یہ واپس جا کر جب رپورٹ پیش کرتے ہیں تو بٹھاتا جاتا ہے۔ پھر ایک چھوٹے قد کا شیطان آتا ہے اور کہتا ہے لَمْ اَزَلْ بِهٖ حَتّٰى اَشْرَكَ "میں اس کے پیچھے لگا رہا یہاں تک کہ اس کو مشرک بنا کر چھوڑا۔" ابلیس لعین اپنے تخت سے اُٹھ کر اس کو گلے کے ساتھ لگاتا ہے اور کہتا ہے نِعْمَ الْوَلَدُ اَنْتَ "زندہ باد میرا بیٹا تو ہے، تو میرا بہت اچھا بیٹا ہے۔" کیوں کہ شرک کے سوا جتنے گناہ ہیں اس کی سزا خلود فی النار نہیں ہے، دوزخ میں ہمیشہ نہیں رہے گا اور مشرک نے ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ابلیس لعین ہر جگہ نہیں ہوتا۔ شیاطین بہت زیادہ ہیں۔ اتنے زیادہ کہ ان کا کوئی حد وحساب ہی نہیں ہے۔ آدم علیہ السلام سے دو ہزار سال پہلے ان کی نسل چلی ہے۔ اس سے اندازہ لگاؤ کہ کتنے ہوں گے؟

تو دل کے ایک کنارے پر فرشتہ ہوتا ہے جو اچھی باتوں کا القاء کرتا ہے اگر اچھی بات کا خیال پیدا ہو تو اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرو کہ یہ فرشتے کا القاء ہے۔ اگر برا خیال آئے تو بائیں طرف تھوک دو کہ یہ شیطان کا وسوسہ ہے۔ اور شیطان اس وقت وسوسہ ڈالتا ہے جب بندہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہوتا ہے۔ جب بندہ اللہ تعالیٰ کا ذکر شروع کر دیتا ہے تو یہ پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ جیسے چوکیدار جاگتا رہے، آواز دیتا رہے تو چوروں کو ہمت نہیں ہوتی اور جب چوکیدار غافل ہو جائے تو چور چوری شروع کر دیتے ہیں تو شیطان ذکر

سے غفلت کے وقت حملہ کرتا ہے۔ پچیسویں پارے میں ہے وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿الزخرف:۳۶﴾ "اور جو شخص اعراض کرتا ہے رحمان کے ذکر سے ہم مقرر کر دیتے ہیں اس کے لیے شیطان پس بے شک وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔ اگر انسان دل میں رحمان کو جگہ نہیں دے گا تو شیطان آ جائے گا۔" جیسے انسان گھر بنا کر خالی چھوڑ دے تو پھر اس میں بلیاں کتے آ جاتے ہیں اور بندہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو پھر شیطان کو داخل ہونے کی ہمت نہیں ہوتی۔

فرمایا الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ جو وسوسے ڈالتا ہے لوگوں کے سینوں میں یعنی دلوں میں مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ جنات میں سے بھی ہوتا ہے اور انسانوں میں سے بھی۔ بعض انسان شیطان صفت ہوتے ہیں۔ دوسروں کو گمراہ کرنے کے لیے ان کے دلوں میں شبہات ڈالتے ہیں۔ قرآن کے خلاف، رسالت کے خلاف، قیامت کے خلاف، توحید کے خلاف۔ اور شیطان تو ہیں ہی شیطان۔ اے پروردگار! چاہے جنات میں سے ہوں یا انسانوں میں سے۔ جو بھی غلط خیالات ڈالتے ہیں میں ان سے تیری پناہ لیتا ہوں۔ تو مجھے ان کے شر سے بچا اور حفاظت فرما۔

اس کے بعد یہ دعا ہے۔

دعائے ختم القرآن :

اَللّٰهُمَّ اٰنِسْ وَحْشَتِيْ فِيْ قَبْرِيْ اے پروردگار! مجھے مانوس رکھ میری تنہائی کے وقت قبر میں۔ قبر میں میرا کوئی ساتھی بنا دینا اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ بِالْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ اے اللہ! مجھ پر رحم فرما قرآن پاک کی برکت کے ساتھ وَاجْعَلْهُ لِيْ اِمَامًا اور اے پروردگار! اس کو میرے لیے امام بنا دے، رہنمائی کرنے والا بنا دے وَنُوْرًا اور نور

بنادے وَهُدًى اور ہدایت بنادے وَرَحْمَةً اور رحمت بنادے اَللّٰهُمَّ ذَكِّرْنِيْ مِنْهُ مَانَسِيْتُ اے پروردگار! مجھے یاد کرادے اس سے وہ چیزیں جو میں بھول چکا ہوں وَعَلِّمْنِيْ مِنْهُ مَاجَهِلْتُ اور سکھادے مجھے قرآن پاک کی وہ چیزیں جن سے میں جاہل ہوں، بے خبر ہوں وَارْزُقْنِيْ تِلَاوَتَهٗ اور اے پروردگار! میری قسمت میں کردے اس کی تلاوت اٰنَآءَ الَّيْلِ رات کے اوقات میں پڑھتا رہوں وَاٰنَآءَ النَّهَارِ اور دن کے اوقات میں بھی پڑھتا رہوں وَاجْعَلْهُ لِيْ حُجَّةً يَّارَبَّ الْعٰلَمِيْنَ اور بنادے قرآن پاک کو میرے لیے حجت قیامت والے دن اے رب العالمین! ـ اٰمِيْنَ

قرآن بہ طور سلطانی گواہ :

حدیث پاک میں آتا ہے القران حُجَّةٌ لَكَ اَوْ عَلَيْكَ یہ قرآن پاک تیرے لیے دلیل اور حجت ہوگا۔ سلطانی گواہ ہوگا۔ اگر تو نے اس کو پڑھا اور اس کے مطابق عمل کیا تو قیامت والے دن پروردگار سے کہے گا اے پروردگار! اس کی غلطیوں سے درگزر فرما۔ یا تیرے خلاف حجت و دلیل بن کر آئے گا، گواہ بن کر آئے گا۔ تیرے خلاف گواہ ہوگا کہ اے پروردگار! اس نے تیرے قرآن پر عمل نہیں کیا۔ اس کے مطابق اس نے عقیدہ نہیں بنایا۔ یہ مسلم شریف کی روایت ہے۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا رُبَّ تَالِ الْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ يَلْعَنُهٗ "بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت بھیجتا ہے۔" مثلاً: قرآن میں پڑھتا ہے اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اور نماز کی پابندی نہیں کرتا۔ یہی آیت اس پر لعنت بھیجتی ہے۔ اٰتُوا الزَّكٰوةَ پڑھتا ہے اور زکوٰۃ نہیں دیتا۔ یہی آیت اس پر لعنت بھیجتی ہے۔ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ پڑھتا ہے اور خود جھوٹ بولتا ہے۔ یہی آیت

اس پر لعنت بھیجتی ہے۔ جب پڑھے گا لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا زنا کے قریب نہ جاؤ۔ پھر اس میں آلودہ ہوگا تو یہی آیت اس پر لعنت بھیجے گی۔

یُوصِیکُمُ اللّٰہُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ پڑھے گا اور وراثت پر پورا پورا عمل نہیں کرے گا۔ بیٹی، بہن، پھوپھی کا پورا حق نہیں دے گا تو یہی آیت اس پر لعنت بھیجے گی۔ جب پڑھے گا لَا تَقْرَبُوا مَالَ الْیَتِیْمِ اور یتیم کا مال کھائے گا تو یہی آیت کریمہ اس پر لعنت بھیجے گی۔ ابھی وراثت کا مال تقسیم نہیں ہوا اور لوگ اس میں سے صدقہ خیرات کرتے ہیں، تیجا، ساتواں، دسواں، چالیسواں کرتے ہیں۔ سنت بدعت کا مسئلہ تو علیحدہ ہے۔

پھر اس مال کے وارثوں میں یتیم لڑکا یا لڑکی ہو تو شریعت ان کی اجازت کو بھی معتبر قرار نہیں دیتی۔ ایسے مال کا کھانے والا پیٹ میں خنزیر کا گوشت ڈال رہا ہے۔ یاد رکھنا! یتیم کا مال کھانا قطعاً حرام ہے۔ تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے۔ اور خیر سے تم نے ناک کی خاطر تیجے، ساتے نہیں چھوڑنے۔ اللہ تعالیٰ تمھیں سمجھ عطا فرمائے اور آخرت کی فکر عطا فرمائے۔ آمین

آج بہ روز ۱۵ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ، بہ تاریخ ۷ر مارچ ۲۰۱۵ء

تیسواں پارہ مکمل ہوا۔

والحمد للہ علی ذلک

(مولانا) محمد نواز بلوچ